داستانِ حیات ☆ فکر و فلسفہ ☆ عبادات و اعتقادات ☆ بدھ مت کی مختصر تاریخ

گوتم بدھ

(راج محل سے جنگل تک)

مصنف:

کرشن کمار / خالد ارمان

ترجمہ: پرکاش دیو

نگارشات پبلشرز

حبیب ایجوکیشنل سنٹر 38-مین اردو بازار لاہور | 24- مزنگ روڈ لاہور
فون 7240593 فیکس 042-7354205 | فون 7322892 فیکس 042-7354205
e-mail:nigarshat@yahoo.com
www.nigarshatpublishers.com

291.4
کرشن ک

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

المکتبۃ الرحمانیۃ
99 .. جے ماڈل ٹاؤن لاہور
نمبر 14900

نام کتاب: گوتم بدھ (راج محل سے جنگل تک)

مصنف: کرشن کمار / خالد ارمان

ترجمہ: پرکاش دیو

ناشر: آصف جاوید

برائے: نگارشات پبلشرز

24- مزنگ روڈ، لاہور

PH:0092-42-7322892 FAX:7354205

فرسٹ فلور، حبیب ایجوکیشنل سنٹر، 38- مین اردو بازار لاہور

PH:0092-42-7240593 FAX:7354205

مطبع: المطبعۃ العربیہ، لاہور

سال اشاعت: 2007ء

قیمت: 250/= روپے

کیا کہاں ہے!

پہلا حصہ: گوتم کی داستان حیات

پہلا باب: سدھارتھ کی پیدائش 7
دوسرا باب: بچپن کی زندگی 15
تیسرا باب: شادی خانہ آبادی 19
چوتھا باب: سدھارتھ —— سنیاس سے پہلے 29
پانچواں باب: نوجوان جوگی 41
چھٹا باب: عبادت اور ریاضت کا نتیجہ 62
ساتواں باب: رشد و ہدایت 89
آٹھواں باب: بدھ اور موت —— آمنے سامنے 190

دوسرا حصہ: بدھ مت کی مختصر تاریخ

پہلا باب: ہندوستان کا تاریخی اور سیاسی منظر نامہ (زمانہ قبل از تاریخ تا بدھ عہد) 215
ہندوستان کا ابتدائی انسان ☆ ابتدائی گاؤں ☆ ہڑپا کا شہری تمدن ☆ وادی سندھ کے شہروں کا زوال ☆ ہند اور آریہ ☆ آریہ' ہندوستان میں --- ابتدائی تاریخ کا دور ☆ رگ وید کا تمدن ☆ ویدی عہد ☆ قدیم ہندوستان کی سیاسی تاریخ ☆ مہاتما بدھ کا عہد۔
دوسرا باب: ہندوستان کا مذہبی اور مابعد الطبیعاتی خاکہ (زمانہ تہذیب تا بدھ عہد) 226
ہندوستان کے ابتدائی دیوتا ☆ رگ وید کے دیوتا ☆ ویدی مذہب کی نمایاں خصوصیات ☆ ریاضت ☆ جوگی --- برہمن غلبہ کے بزدل باغی ☆ غور و فکر کے رجحانات ☆ اپنشدوں کی اخلاقیات ☆ ویدی مذہب میں تبدیلیاں ☆ گوتم کا زمانہ۔
تیسرا باب: بدھ مت: پہلے ایڈیشن سے آج تک 238
(I) بدھ مت کے اساسی نظریاتی اصول (چار عظیم سچائیاں ☆ دکھ اور دکھ کی اقسام ☆ دکھ کی علت ☆ دکھ کا انسداد ☆ دکھ سے نجات کا راستہ) سلسلہ علت و معلول (جہالت ☆ خواہش عمل ☆ شعور ☆ پہچان ☆ حواس خمسہ ☆ لمس ☆ تاثر ☆ خواہش ☆ حصول مرغوبات ☆ پیدائش ☆ بڑھاپا اور موت) اشٹانگ مارگ: ہشت جزوی راستہ (مناسب نقطہ نظر ☆ مناسب ارادہ ☆ مناسب گفتگو ☆ مناسب اعمال ☆ مناسب رزق ☆ مناسب محنت ☆ مناسب حافظہ ☆ مناسب مراقبہ) مراقبہ یا سادھی ☆ قبل از مراقبہ مشقیں ☆ مراقبے کی اقسام ☆ مراقبہ میں معاون کیفیات ☆ مراقبہ میں حائل کیفیات ☆ مراقبہ کے مدارج ☆ مراقبہ کے نتائج ☆

نروان ☆ نروان کیا نہیں ہے ☆ نروان کیا ہے۔

(2) **بدھ فکر و فلسفہ** (بدھ مت اور تخلیق کائنات ☆ بدھ افکار اور خدا کا وجود ☆ بدھ کا نظریہ روح ☆ گوتم اور دیوتا ☆ جنت اور دوزخ کا بدھی تصور ☆ کرامات اور معجزے ☆ مسئلہ تقدیر ☆ گوتم کا نظریہ عمل ☆ نسلی تفاخر کی حوصلہ شکنی ☆ مخلوقات عالم پر رحم ☆ توبہ اور کفارہ ☆ انسان کی ترکیب وجودی)

(3) **بدھی اخلاقیات** (محبت ☆ نجاست کیا ہے ☆ محرکات توہم پرستی ☆ پاکیزگی میں رکاوٹ ☆ احکام عشرہ ☆ دس گناہ ☆ جسمانی گناہ ☆ قولی گناہ ☆ فکری گناہ ☆ شش جہات کی حفاظت ☆ والدین اور اولاد کے باہمی فرائض ☆ معلمین اور متعلمین کے دو طرفہ فرائض ☆ میاں بیوی کے فرائض ☆ احباب کے دو طرفہ فرائض ☆ مخدوم اور خادم کے فرائض ☆ گرہستی اور بھکشو افراد کے فرائض ☆ ممنوعہ کاروبار)

(4) **سنگھ (جماعت الفقراء) کا مختصر تعارف** (داخلے کی شرائط ☆ رسوم داخلہ ☆ تین پناہیں ☆ ممنوعات عشرہ ☆ بھکشو کی روزانہ زندگی)

(5) **بدھ مت کا ارتقاء** (بھکشوؤں کا پہلا اجتماع ☆ دوسرا عظیم اجتماع ☆ تیسرا عظیم اجتماع ☆ اشوک کے مبلغ ☆ بدھی نظام میں تغیرات ☆ چوتھا عظیم اجتماع ☆ مختلف فرقے ☆ بدھ مت کا مرحلہ وار فروغ ☆ بدھوں پر مظالم ☆ ہندوستان سے رخصتی ☆ ہنایان فرقہ کا تعارف ☆ ہنایاتی تصورات' عقائد اور زندگی ☆ ہنایانی عقائد کی نمایاں خصوصیات ☆ مہایان فرقہ کا تعارف ☆ بھگتی کا رجحان ☆ تری کایا کا عقیدہ ☆ بدھ کے روپ ☆ بودھی ستو کا تصور ☆ حصول فیوض و برکات کا تصور ☆ مہایان کا فلسفیانہ ارتقاء ☆ مہایانی عقائد کی نمایاں خصوصیات)

چوتھا باب : بدھ مت کی دنیا 302

سری لنکا' چین' جاپان' کوریا' برما' تبت' نیپال' پاکستان' تھائی لینڈ اور دیگر خطوں کے بدھ اور بدھ مت ☆ بدھ ثقافت کی چند جھلکیاں ☆ تحریری ورثہ ☆ دھم پد سے انتخاب ☆ بدھ مصوری ☆ بدھی سنگی فنون ☆ محققین ☆ آثار' یادگاریں اور دریافتیں ☆ بدھ مت : اعداد و شمار کے آئینے میں ☆ اہم بدھ ممالک ☆ جہاں بدھ اقلیت ہیں ☆ پاکستان میں بدھ ☆ بدھ مت اور دیگر مذاہب ☆ زوال کے اسباب ☆ عروج کی وجوہات ☆ بیسویں اور اکیسویں صدی کا بدھ مت۔

ضمیمہ : افغانستان : طالبان کے ہاتھوں بدھ مجسموں کی تباہی 324

حواشی از مرتب 327

کتابیات 349

آخری بات 351

پہلا حصّہ

گوتم کی داستان حیات

پہلا باب

سدھارتھ کی پیدائش

تاریخ کے اوراق ملاحظہ کرتے ہوئے دو ہزار چھ سو سال پیچھے چلے جائیں۔ پیغمبروں کی سرزمین فلسطین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منتظر دکھائی دے گی۔ لیکن اس ارض مقدس کو مسیحا کی قدم بوسی کے لئے ابھی مزید ساڑھے پانچ سو سال انتظار کرنا ہے۔ اب چھٹی صدی قبل مسیح کے اس خطے کی طرف دیکھیں جسے دنیا ہندوستان کے نام سے جانتی ہے۔ اس سیندوری دھرتی کا انتظار ختم ہو چکا ہے۔ ہند کے فکری اور مذہبی آسمان پر ایک ایسا راہنما آفتاب بن کر طلوع ہونے والا ہے جو شاید کبھی غروب نہ ہو گا۔ عالمی امن اور محبت کے دیوتا کا ظہور قریب ہے' سدھارتھ (1) کی آمد آمد ہے---- ماضی کی طلسمی وادی سے اب دوبارہ حال کے حقائق خانہ میں آئیں اور دیکھیں کہ سدھارتھ کب' کہاں اور کس خاندان میں پیدا ہوا۔

نیپال کے جنوب میں کپل وستو (2) نامی ایک شہر آباد تھا۔ ایک چھوٹی سی ندی برف پوش پہاڑ کے دامن سے نکل کر تقریباً پندرہ کوس کا فاصلہ طے کر کے اس شہر کے مغربی حصہ کو سیراب کرتی ہوئی جنوب کی سمت بہتی چلی جاتی تھی۔ اس ندی کا پرانا نام بان گنگا (3) ہے۔ کپل وستو ایک چھوٹی سی پہاڑی ریاست کا دارالحکومت تھا۔ شمال میں ہمالیہ کی فلک بوس پہاڑی چوٹیاں شاہی دربانوں کی طرح کھڑی تھیں۔ مغرب میں آریہ رشیوں (4) کی مقدس اور مشہور جگہ نیمشارنیہ واقع تھی۔ جنوب میں قابل فخر اور طاقتور کوشل راج جبکہ مشرق میں مگدھ راج قائم تھا جس کی شہرت بیان کی محتاج نہیں۔

ان طاقتور اور معروف قوموں کے درمیان اکشواکو (5) خاندان کی شاکیہ (6) نامی شاخ کپل وستو میں آباد تھی۔

شاکیہ لوگ زراعت اور مویشیوں کی افزائش کر کے زندگی گزارتے تھے۔ ہمسایہ پہاڑی اقوام کے جنگجوؤں کے ساتھ چھوٹے بڑے معرکے بھی برپا ہوتے رہتے تھے' جن میں شاکیہ برادری کے مہم جو بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے تقریباً چھ سو سال قبل شاکیہ خاندان میں شدھودن (7) نامی راجہ حکومت کرتا تھا۔ شدھودن نہایت مذہبی' فرض شناس اور بااصول حکمران تھا۔ اس کے عہد حکومت میں شاکیہ خاندان کو ہر حوالہ سے عروج حاصل تھا۔ ملک میں باہمی اتحاد و اتفاق' امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ رعایا کی فلاح و بہبود اور آرام و آسائش کے لئے راجہ دن رات مصروف رہتا۔ یہی وجہ تھی کہ غریب پر امیر کا جبر اور مظلوم پر ظالم کا ظلم اس کی سلطنت میں ممکن نہ تھا۔ ہر طبقہ کے لوگ اس کی حکومت میں نہایت بے فکری اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے۔

کپل وستو کے مشرق کی طرف کلی (8) نامی ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ دیودہ نگر اس ریاست کا دارالحکومت تھا۔ راجہ شدھودن نے کلی کے مالک اور حکمران راجہ انجن کی دو بیٹیوں مہا مایا (9) اور پرجا وتی سے شادی کی۔ پرجا وتی کو گوتمی بھی کہا جاتا ہے۔ مہا مایا صورت اور سیرت دونوں حوالوں سے لاثانی تھی۔ وہ اپنے خاوند کی پسند و ناپسند کا ہر وقت خیال رکھتی۔ خدمت گاروں اور کنیزوں کو پیار اور اپنائیت سے مخاطب کرتی۔ وہ جس گھر کی قابل فخر دولت تھی وہاں جھگڑا' فساد' حسد اور کینہ کو کوئی دخل نہ تھا۔ مہا مایا دکھی اور بے کس لوگوں کا سہارا' غم کے ماروں کی پناہ گاہ اور مصیبت زدہ افراد کی محسن تھی۔ بات کرتی تو منہ سے پھول جھڑتے۔ حلیم الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ راست گو اور شیریں کلام بھی تھی۔ یہی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے مہا مایا راجہ شدھودن کے دل کا چین اور ملک بھر کی آنکھ کا تارا بن گئی۔

لیکن ایسی بہ ہمہ صفت موصوف بیوی کے ہوتے ہوئے بھی راجہ شدھودن ہر

وقت رنج و الم اور اداسی کے سمندر میں ڈوبا رہتا تھا۔ بظاہر کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ خزانہ جواہرات اور دولت سے بھرپور تھا۔ اقارب پرخلوص اور رشتہ دار باوفا تھے۔ خدمت گار، کنیزیں، ہاتھی، گھوڑے، وفاداروں کی فوج ظفرموج، شاہی محل کا عیش و آرام اور رعایا کی طرف سے اطاعت و حمایت غرض ہر وہ چیز اس کے پاس تھی جو کسی بادشاہ کو مطلوب ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ذاتی اوصاف و خصائل میں بھی وہ یکتا اور بے مثال تھا۔ مردانہ وجاہت اور جسمانی طاقت میں دور دور تک کوئی راجہ شدھودن کا حریف نہ تھا۔ سلطنت منظم، ذرائع پیداوار سے مالا مال اور امن و سکون کا گہوارہ تھی۔ اندرونی استحکام کی وجہ سے ریاست کو باہر سے بھی کوئی خطرہ نہ تھا۔ یوں بھی راجہ نے جان بوجھ کر کسی کو کبھی نقصان نہ پہنچایا تھا۔ جھوٹ، گناہ اور ناانصافی کی آلودگی سے بھی وہ اپنے آپ کو ہمیشہ بچاتا رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی راجہ کے چہرے پر امنڈ آنے والے غم کے سیاہ بادل شاہی محل کی آنکھیں چندھیا دینے والی روشنیوں پر غالب رہتے تھے۔ وہ ہر وقت اداس، غمگین اور پژمردہ رہتا تھا۔ وجہ صرف ایک ہی تھی اور وہ یہ کہ راجہ شدھودن دو شادیاں کرنے کے باوجود اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ یہی محرومی اس کی تمام تر اداسی اور مایوسی کا سبب تھی۔ مہارانی کی عمر بڑھتے بڑھتے چوالیس سال ہو گئی تھی لیکن راجہ کی نسل بڑھتی نظر نہ آتی تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، راجہ مزید فکر مند اور مایوس ہوتا چلا گیا۔ جب وہ تنہائی کے لمحوں میں سوچتا کہ میری نیک نامی اور شکوہ و سطوت کا تسلسل کون بحال رکھے گا تو ایک گہری مایوسی اور کرب اس کی روح کا محاصرہ کر لیتا۔ بے اولادی کے دکھ کی حدت سے راجہ شدھودن دن بدن گھلتا جا رہا تھا۔ رفتہ رفتہ راجہ اور مہارانی نے یہ امر ذہنی طور پر قبول کر لیا کہ شاکیہ خاندان کا نام و نشان مٹنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ انہوں نے اپنی محرومی سے سمجھوتہ کر لیا۔ وہ جان چکے تھے کہ اگر چند برس اور بیت گئے تو راجہ شدھودن شاکیہ خاندان کا آخری چراغ بن جائے گا۔۔۔۔ ایک ایسا چراغ جو رات کے آخری پہر کی ظلمت کا مقابلہ تو کرتا ہے لیکن بہت جلد گل ہو جانا اس کا مقدر بن چکا ہوتا ہے۔ راجہ اور مہارانی ایسی ہی

فکروں میں غلطاں و پیچاں اپنی زندگی کے نہایت سیاہ دن گزار رہے تھے۔

○

کپل وستو شہر میں برہمنوں کو نذر نیاز دینے کا تہوار قریب آگیا۔ ہر گھر میں تہوار کو دھوم دھام سے منانے کی تیاریاں عروج پر پہنچ گئیں۔ تہوار کا دن آ پہنچا۔ شاکیہ لوگوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ وہ ہر طرح کے دنیاوی کام کاج چھوڑ کر خوشیاں منانے میں مصروف تھے۔ کوئی ہاتھ ایسا نہ تھا' جس میں گلدستہ نہ ہو' کوئی سڑک ایسی نہ تھی جس کے دونوں طرف پھولوں کی روشیں نہ سجی ہوں اور کوئی علاقہ ایسا نہ تھا جہاں خوبصورت پھولوں کی مہکتی ہوئی مالائیں نہ لٹک رہی ہوں۔ ہر طرف پھول تھے اور ہوا میں خوشبو جھونکے لیتی پھرتی تھی۔ یہ رنگوں' روشنیوں اور پھولوں کا موسم تھا۔ ہر گھر رنگ میں ڈوبا ہوا' ہر سیج خوشبو سے نہائی ہوئی اور ہر کوئی پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ مردوں اور عورتوں نے اپنے آپ کو انواع و اقسام کے گلہائے تیز رنگ سے اس طرح آراستہ کر رکھا تھا کہ چلتے پھرتے پھولدار درخت معلوم ہوتے تھے۔ ان سرگرمیوں کا یہ عالم تھا کہ تمام ملک کو پھول نگر اور پوری ریاست کو خوشبو نگری کہنا چاہیے۔ اگرچہ رانی عمر رسیدہ اور اولاد کی محرومی کے باعث خوشیوں سے دور ہو چکی تھی لیکن اس قومی تہوار میں شرکت کرنا ضروری تھا۔ رانی نے تہوار کے ابتدائی چھ دن بڑی دھوم دھام سے منائے۔ ساتویں دن طلوع آفتاب کے وقت غسل کیا' غریبوں میں نذر نیاز اور دھن دولت تقسیم کی' جواہرات سے مرصع زیورات پہنے اور ہیروں سے سجی ہوئی مخصوص پوشاک زیب تن کر کے راجہ کے آرام خانہ میں داخل ہوئی۔ معلوم نہیں کیوں' آج رانی اپنے آپ کو بہت حد تک پرسکون اور ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ اسی کیفیت کے زیر اثر وہ شاہی سیج پر لیٹتے ہی نیند کی وادی میں پہنچ گئی ـــــ اور پھر رانی مہا مایا نے ایک خواب دیکھا:

"جنت سے وارد ہونے والے چار دیوتا اس کی سیج کو اٹھا کر ہمالیہ کی آسمان سے بوس و کنار کرتی ایک چوٹی پر لے گئے۔ ساتھ

یوجن (10) وسیع طلائی میدان میں کھڑے ایک سات یوجن لمبے' خوبصورت اور سایہ دار درخت کے نیچے رانی کی سیج رکھ کر چاروں دیوتا دور جا کھڑے ہوئے۔ مہارانی نے ایک تالاب میں غسل کر کے اپنے آپ کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کیا' خوبصورت پوشاک پہنی' بہشت کے پھولوں سے خود کو آراستہ کیا اور سرتاپا ایک غیر ارضی مگر آفاقی حسن کی روشنی میں ڈوب گئی۔ شال کے درخت کے نزدیک ہی پہاڑ کے اوپر موجود ایک سنہری محل میں سیج بچھا دی گئی۔ مہا مایا سیج پر براجمان ہوئی اور پھر سو گئی۔ اتنے میں ایک ہاتھی اپنی سونڈ میں سفید کنول کا پھول لئے رانی کی طرف بھاگا۔ اس کے پاؤں کی آواز ناقابل یقین حد تک سماعت شکن اور چنگھاڑیں دھرتی کا سینہ شق کر دینے والی تھیں۔ رانی کے قریب آ کر ہاتھی نے تین بار ماتھا جھکا کر سلام کیا اور پھر دائیں پہلو کو چیرتا ہوا اس کے پیٹ میں داخل ہو گیا۔"

اتنا دیکھنے کے بعد مہا مایا کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے یہ حیران کن خواب راجہ سے بیان کیا۔ راجہ نے تعبیر معلوم کرنے کے لئے چونسٹھ برہمنوں کو طلب کیا جو علم نجوم میں ماہر تھے۔ نجومیوں نے تمام ماجرا سن کر کہا: "مہاراج! آپ کچھ فکر نہ کریں۔ بلکہ خوشی منائیں۔ رانی جی امید سے ہیں۔ اس دفعہ آپ کے گھر لڑکا پیدا ہو گا۔ اگر اس لڑکے نے عام انداز میں مذہب کی پابندی کی تو تمام کرۂ ارض کا حاکم ہو گا اور اگر مذہب کے ذریعہ لوگوں کی تہذیب و تعلیم کی طرف مائل ہوا تو تمام دنیا کی جہالت اور گناہوں کو ختم کرنے کا باعث ٹھہرے گا۔"

○

آج تہوار کا آخری دن اور پورن ماشی (11) ہے۔ ہر طرف مہکی مہکی خوشگوار ہوا کے جھونکے درختوں کے پتوں سے شرارتیں کر رہے ہیں۔ ہر طرف پھولوں کا راج اور

خوشبو کی حکومت ہے۔ انسان تو انسان' حیوان اور درندے بھی اس پر کیف عالم کی مستی سے سرشار نظر آتے ہیں۔ یہ بہت مبارک دن ہے کیونکہ آج مہا مایا کو بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ راجہ کی خوشی اور جوش و خروش چھپائے نہیں چھپ رہا۔ مہا مایا کا چہرہ بھی تہوار کے پھولوں کی طرح کھلا ہوا ہے۔ گویا کہ دوبارہ جوان ہو گئی ہو۔ ریاست کے لوگ تہوار کے باعث پہلے ہی شاداں تھے' راجہ کے گھر بیٹے کی متوقع ولادت کی خبر سنی تو خوشی میں بالکل ہی دیوانے ہو گئے۔ مبارک بادی نغموں اور پر مسرت نعروں سے پورا ملک گونج اٹھا۔ پرجوش اور تہنیتی صداؤں کے لشکر جب اردگرد کی پہاڑیوں سے ٹکرا کر بازگشت کی صورت میں واپس آتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے کہساروں کا پورا سلسلہ ریاست کے لوگوں کو جوابی مبارک باد بھیج رہا ہے۔ برسوں کے قیدی زندانوں سے آزاد ہو کر اس یادگار جشن میں شامل ہو گئے۔ جوگیوں اور درویشوں کو اتنی دولت دان میں ملی کہ اندازہ کرنا محال ہے۔ راجہ شدھودن اور مہارانی مہا مایا کی خوشی کو بیان کرنے کے لئے الفاظ ناکافی ہیں۔ بس یوں سمجھ لیں کہ آسمانی بجلی سے جڑوں تک جل چکے درخت میں دوبارہ کونپلیں پھوٹنے پر جو خوشی باغبان کو ہو گی' ویسی ہی خوشی راجہ شدھودن بھی منا رہا تھا۔ مہا مایا کی کیفیت بھی یہ خبر ملنے پر کچھ ایسی تھی کہ ناقابل بیان ہے' وہ یوں محسوس کر رہی تھی جیسے اس کے سر میں پھوٹنے والی چاندی آج تمام عالم کے زر و جواہر سے قیمتی ہو گئی ہے۔

پینتالیس سالہ مہا مایا حاملہ ہو کر دن بدن نکھرتی جا رہی تھی۔ خوبصورت' طاقتور اور صحت مند بیٹا پیدا ہونے کی امید کے باعث مہا مایا بہت خوش اور ہشاش بشاش رہنے لگی۔ ہمیشہ خدا کے تصور میں مگن رہنے کی وجہ سے کوئی دنیاوی اور نفسانی خواہش اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے پاتی تھی۔ اس باطنی تقدیس کے ساتھ شوہر کی بے پناہ محبت کی فصیل میں محفوظ رہ کر اس نے نو ماہ پورے کئے۔ دسویں مہینے کے نزدیک آنے پر ایک دن مہا مایا نے راجہ سے کہا:

"راجن! اس وقت میرے لئے اپنے پتا کے ہاں دیودہ نگر جانا زیادہ بہتر ہے۔" راجہ

نے کافی غور و فکر کے بعد رانی کی اس خواہش کو قبول کیا اور اسے میکے جانے کی اجازت دے دی۔

کپل وستو سے دیودہ نگر تک تمام راستہ ہموار کر دیا گیا۔ شاہراہوں کو کیلے کے پتوں کی محرابوں' پانی کے رنگ برنگے گھڑوں اور خوش نما جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا۔ مہارانی طلائی گاڑی میں سوار ہو کر خدمت گاروں اور کنیزوں کی کثیر تعداد کے ساتھ اپنے باپ کے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔

راستہ میں لمبنی (12) نامی آرام باغ کی مہکی ہوئی فضا اور شان و شوکت دیکھ کر مہارانی سے رہا نہ گیا۔ پھلوں اور پھولوں سے لد کر جھکے ہوئے درختوں کی دلکشی' بھنوروں کی مدھر اڑانوں اور خوبصورت پرندوں کے نرالے سنگیت کی پر سرور تانوں نے مہارانی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ آرام باغ میں اتر گئی۔ نوکر چاکر بھی ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئے۔ مہا مایا ٹہلتی ہوئی شال کے درختوں کے احاطہ میں چلی گئی۔ جب اس نے شال کے نئے پھوٹے تروتازہ پتے اور چکنی چکنی خوبصورت کونپلیں توڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو عین اسی وقت درد زہ شروع ہوا۔ فوراً ہی ولادت کا عمل مکمل ہو گیا۔ نجومیوں کی طرف سے دی جانے والی بشارت کے عین مطابق مہا مایا کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا تھا۔

خاک ہند وہ گوہر اگل چکی تھی' جس نے تمام دنیا کے انسانوں کے لئے محبت اور امن کا پیغامبر ثابت ہونا تھا۔ وہ سورج طلوع ہو چکا تھا' جس کی کرنوں کے نیزوں نے ہند کے ذہنی افق پر چھائی ظلمت کی سیاہ دھند کو چھلنی کرنا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد میں ابھی 557 برس باقی تھے۔ بسنت کا موسم' پورن ماشی کا دن اور لمبنی نامی آرام باغ کی خوش قسمت فضا تھی جب شال کے درخت کی چھاؤں میں بدھ دیو جی اس دنیا میں تشریف لائے۔ (13)

مہا مایا کے بطن سے لڑکے کی ولادت کی خبر پا کر کپل وستو اور دیودہ کے لوگ بے ساختہ باغ کی طرف دوڑے۔ مردوں' عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کے مسرت انگیز شور

و غل سے لمبنی کا سکوت اور سکون درہم برہم ہو گیا۔ خوشی کے نعروں نے گونگی بہری خاموشی کو چیر کر رکھ دیا۔ ہجوم بڑے اعزاز' احترام اور وقار کے ساتھ ماں بیٹے کو لے کر کپل وستو کی طرف عازم سفر ہوا۔ نومولود اور اس کی خوش قسمت ماں کے استقبال کے لئے شہر دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ ہر طرف موسیقی کی مدھر تانیں بکھری ہوئی تھیں۔ ہر سمت خوشی کے گیتوں کی مستی چھائی ہوئی تھی۔ خیر مقدمی دھنوں سے شہر کی فضائیں گونج رہی تھیں۔ شاہی محل کے مکینوں نے اسی نشاط انگیز ماحول میں نومولود کو آشیرواد دیا اور گھر لے گئے۔ جشن برپا ہو گیا اور مسلسل برپا رہا۔ نجانے ابھی اور کیا کچھ ہوتا مگر خوشی کے چاند کو غم کا گہن لگ گیا اور والہانہ دھنیں ماتمی تانوں سے بدل گئیں۔

تہنیت کے سورج کو طلوع ہوئے ابھی آٹھ دن بھی نہ گزرے تھے کہ تعزیت کی گھٹائیں روشنی کا راستہ روک کر کپل وستو پر تن گئیں۔ بچے کی پیدائش کے سات روز بعد مہامایا یہ دنیا چھوڑ گئی۔ راجہ شدھودن کے دل کا قرار لٹ گیا۔ رعایا کی آنکھ کا تارا ٹوٹ کر آسمان کی وسعتوں میں گم ہو گیا۔ دکھیوں کی ہمدرد' اقارب کی کفیل' مظلوموں کی محسن اور سب کا بھلا چاہنے والی ہردل عزیز ہستی خاک میں مل کر خاک ہو گئی۔ مہامایا خوشی کے ایام میں سب کو رنج و الم سے دوچار کر کے عالم بالا میں چلی گئی۔ ہر گھر میں ماتم ہوا' گھر گھر میں ماتم ہوا۔ بچے کے مقام پیدائش کو بے وقت چھوڑنے اور کٹھن سفر کر کے کپل وستو آنے کی وجہ سے ہی مہامایا قبل از وقت موت کی دیوی کی باہوں میں چلی گئی تھی۔

کپل وستو سوگ کے سمندر میں ڈوب چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

دوسرا باب

بچپن کی زندگی

عام حالات میں شاید راجہ شدھودن اپنی پیاری اور چہیتی رانی کی دائمی جدائی برداشت نہ کر پاتا لیکن نومولود کی مناسب پرورش اور عمدہ تربیت کی ذمہ داری کے شدید احساس نے آہستہ آہستہ اسے مہا مایا کی موت کے گہرے صدمے سے نکال لیا۔ راجہ کی دوسری بیوی گوتمی نے بچے کی نگہداشت کے تمام امور نہایت خوشی اور خوبی سے سنبھال لئے۔ بچہ سوتیلی ماں کی گود میں نئے چاند کی طرح دن بہ دن بڑھنے لگا۔ جیسے جیسے پرورش ہوتی گئی' چہرہ مہتاب اور بدن چٹان بنتا گیا۔ یہاں تک کہ نام کرن کی رسم ادا کرنے کا دن قریب آ گیا۔

شدھودن نے سوچا کہ بچے کا نام کیا رکھا جائے؟ کافی غور و فکر کے بعد نام طے ہوا۔ چونکہ بچے کی ولادت سے راجہ کے دل کی تمام آرزوئیں اور مرادیں پوری ہو گئی تھیں' اس لئے "سدھارتھ" نام موزوں اور مناسب محسوس ہوا۔ بڑی دھوم دھام سے نام کرن (14) کی رسم ادا کی گئی اور مہا مایا کا بیٹا سدھارتھ کے نام سے موسوم ہوا۔ اس موقع پر برپا ہونے والی تقریب میں دریا دل راجہ نے اتنی دولت خیرات کے طور پر بانٹی کہ کپل وستو میں کوئی غریب نہ رہا' راجہ کی خوشی نے ریاست کو خوشحال کر دیا۔

آہستہ آہستہ شہزادے نے ہاتھ پاؤں نکالے اور مناسب وقت آنے پر تعلیم کے حصول میں مگن ہو گیا۔ شہزادہ فطری طور پر ہی حلیم الطبع اور امن پسند تھا۔ عام بچوں میں جو تلون مزاجی پائی جاتی ہے' وہ اس میں نام کو نہ تھی۔ کھیل کود اور بچگانہ شرارتوں سے اسے کوئی علاقہ نہ تھا' اس لئے نہایت قلیل مدت میں تعلیمی ترقی کی راہ

پر چل نکلا۔

جیسے جیسے علم اور عمر میں اضافہ ہوتا گیا' شہزادہ سنجیدہ اور متفکر رہنے لگا۔ حکومتی ہنگاموں اور مصروفیات کی بجائے وہ خلوت میں رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ شہر کی مصنوعی خوبصورتی کی بجائے اسے جنگل کا فطری حسن زیادہ عزیز تھا۔ اکثر اوقات وہ شاہی محل سے بہت دور دیہاتوں میں جا نکلتا اور سوچ و بچار میں ایسا غرق ہوتا کہ "تصور عرش پر ہے' سر ہے پائے ساقی پر" کی تجسیمی صورت بن جاتا۔ ایسے موقعوں پر ساتھی بارہا متوجہ کرنے کی غرض سے پکارتے مگر جواب ندارد---- معلوم نہیں شہزادے کے باطن میں کون سی تشنگی تھی' جسے شاہی لوازمات اور دنیاوی لذتیں بھی تسکین سے ہمکنار نہ کر سکی تھیں۔ سدھارتھ کی باطنی پیاس بجھتی تو اس کا مزاج بدلتا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اس لئے وہ جیسا تھا' ویسا ہی رہا۔ مگر وقت گزرتا گیا۔

○

شاہی محل میں "ہل چلانے کا تہوار" تھا۔ شہر بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ لاتعداد لوگ عمدہ پوشاکیں زیب تن کر کے پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے راجہ کے حضور حاضر ہوئے۔

راجہ شدھودن کے دس ہزار ہل تھے' ان میں سے ایک سو سات چاندی کے زیورات سے آراستہ کئے گئے۔ ایک ہل کے سانڈوں کو قابو میں رکھنے کے لئے نکیل اور چابک کو سونے سے منڈھا گیا۔ "ہل چلانے کے تہوار" کی سب تیاریاں مکمل ہو گئیں' مدعو کئے گئے لوگ آن پہنچے اور تماشائی اکٹھے ہو گئے تو راجہ بھی اپنے فرزند کے ساتھ میدان میں چلا آیا۔ جامن کے ایک گھنے اور سایہ دار درخت کے نیچے شہزادے کے لئے بستر لگایا گیا۔ اوپر جواہرات سے مرصع جھالروں والا طلائی سائبان تان دیا گیا۔ حفاظتی نقطہ نظر سے متعدد کنیزیں شہزادے کے پاس رہیں اور باقی سب لوگ ہل چلانے میں مشغول ہو گئے۔

اس تہوار کے موقع پر راجہ طلائی ہل چلاتا تھا۔ امراء اور وزیر چاندی سے آراستہ

کئے جانے والے ہل چلاتے تھے اور باقی ہل عام کاشت کاروں کے لئے رکھے جاتے تھے۔ راجہ کھیت کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہل چلاتا تھا جبکہ دیگر لوگ دوسرے سرے تک پہنچ کر ہل چلاتے ہوئے واپس پہلے کنارے تک پہنچتے تھے۔

اس پر رونق تہوار کو دیکھنے کے لئے ریاست بھر سے لوگ آئے تھے۔ شہزادے کی حفاظت پر مامور نوکرانیوں سے رہا نہ گیا اور وہ اسے اکیلا چھوڑ کر کھیت کے کنارے پر چلی گئیں۔ شہزادے نے تنہائی پائی تو حسب معمول گہرے غور و خوض میں محو ہو گیا۔

نوکرانیاں کافی دیر بعد تہوار کی خوشیاں سمیٹ کر واپس آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ شہزادہ اپنے بستر پر چپ چاپ اور بے حس و حرکت آنکھیں بند کئے بیٹھا ہے۔ وہ گھبرا گئیں اور راجہ کے پاس جا کر سارا ماجرا بیان کیا۔ راجہ فوراً ان کے ساتھ جامن کے درخت کی طرف چلا۔ شہزادے کے قریب پہنچ کر شدھودن بھی بہت گھبرایا۔ کیونکہ سدھارتھ اپنے بستر پر یوں بیٹھا تھا' جیسے دھرتی کے سینے پر پہاڑ---- وہ ایک ایسے تالاب کی طرح خاموش اور بے حرکت تھا' جس کی سطح آب کو ہوا کا جھونکا تک نہ چھو سکے۔ اس کی پیشانی تاروں سے گھرے ہوئے چاند کی طرح اجلی اور روشن تھی---- شہزادے کا چہرہ آفاقی پیار کی تابناکی سے مزید خوبصورت' پر جلال اور نکھرا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ یہ بہت پر وقار منظر تھا۔ راجہ نے شہزادے کی اس حالت پر متعجب ہو کر اسے پکارا: "سدھارتھ! سدھارتھ! ہماری طرف دیکھو۔" غور و فکر کے تانے بانے ٹوٹ گئے---- شہزادہ اپنی دنیا سے دوبارہ عام لوگوں کی دنیا میں لوٹ آیا اور آنکھیں کھولتے ہی باپ سے کہنے لگا:

"پتا جی! کھیتی کے کام سے بے شمار جاندار مر جاتے ہیں۔ اس لئے آپ ایسے کام کو چھوڑ دیں۔"

شہزادے کے منہ سے ادا ہونے والے اس فقرے سے عیاں ہوتا ہے کہ چھوٹی عمر میں ہی جانداروں پر رحم کا جذبہ اس کے دل میں جاگ چکا تھا۔

مذکورہ بالا فقرہ' جو سدھارتھ کی زبان سے ادا ہوا' محض چند الفاظ کا مجموعہ ہی نہیں

بلکہ عالمگیر محبت کے عظیم منشور کی پہلی اور بنیادی شق کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ جملہ اس انسان کے فکری روئیوں کا عکاس ہے جو "ہر جگہ اور ہر فرد کے لئے سلامتی" کا خواہشمند تھا۔

☆ ☆ ☆

تیسرا باب

شادی خانہ آبادی

دنیا بھی عجیب مقام ہے اور سچ پوچھو تو عبرت کا مقام ہے۔ یہاں ایک طبقہ دال سبزی کھاتا ہے، ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیوں میں سر چھپاتا ہے اور پھٹے پرانے کپڑوں سے تھکا ہارا بدن ڈھانکتا ہے۔ اس طبقہ کے لوگ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے سارے سکھ تو دولت و اقتدار میں ہیں۔ گویا ان کے نزدیک یہ منصب دکھ اور تکلیف کی پہنچ سے باہر ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ دکھ، بیماری، بھوک، پیاس اور محرومی شاہی محلات میں داخل نہیں ہو سکتی۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ دولت ہر دکھ کا علاج اور ہر مشکل کا حل ہے، جس کے پاس دولت ہے اس کے پاس سب کچھ ہے۔

دوسرا طبقہ وہ ہے، جو چاندی کی کٹوری میں سونے کے چمچ سے کھاتا ہے۔ اس گروہ کے لوگ دنیاوی آرام و آسائش کے تمام لوازمات سے استفادہ کرتے ہوئے پروان چڑھتے ہیں۔ انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ بھوک کی شدت، پیاس کی تکلیف، دولت کی احتیاج اور تنگ دستی کا کرب کس بلا کا نام ہے۔ غور کریں! ان میں سے کتنے ہی لوگ حقیقی سکھ کی تلاش میں کشکول تھامے دنیا سے نکل جاتے ہیں۔ جھوٹے، بے مزا، بے حقیقت اور نکمے جہان سے جان بچانے اور سچی برکت، اعلیٰ مقصد، عمدہ خواہش اور دائمی نجات پانے کے لئے انسان کے دل میں ایک طبعی بے قراری موجود ہوتی ہے۔ جب یہ بے قراری بڑھتی ہے تو اولاد اور دولت جیسی نعمتیں بھی اس کو قرار میں نہیں بدل سکتیں۔ انسان جب توقعات کی دلکش طاقت، گناہ کا دلفریب جال، دنیا کی چنچل ادائیں اور جھوٹے رشتوں کا جھوٹا پیار فراموش کر کے زندگی کے گذشتہ اور آئندہ

حقائق پر غور و فکر میں محو ہوتا ہے اور زندگی کے معمہ کو حل کرنے کے لئے کمر باندھتا ہے تو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے "دنیا جھوٹی ہے' دولت حقیر ہے' شان و شوکت بے حقیقت ہے" جیسی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ تب اس لامحدود کائنات کے اندر انسان اپنے آپ کو بے سہارا اور بے یار و مددگار جان کر کسی تخلیقی طاقت اور عظیم قوت پر بھروسہ کر کے بے فکر ہو جانا چاہتا ہے۔ ایسی حالت میں دنیا کی بوقلمونی' سکھ' دولت اور نمائش و آرائش کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے اور انسان ان آلائشوں سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔

سدھارتھ نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بچپن اور لڑکپن کی سیدھی سادھی راہوں کو طے کرنے کے بعد جوانی کے چوراہے میں قدم رکھا۔ اس لمبے سفر میں ایک بھی لمحہ ایسا نہ آیا تھا جب دنیا اور دنیا داری اسے طمانیت فراہم کر سکی ہو۔ وہ آسائشات کی آلائشات میں رہتے ہوئے بھی بے پرواہ اور پاکدامن رہا۔ اس کا من ان سب ترغیبوں اور تحریصوں سے بے نیاز تھا۔ اس کی تو فقط ایک ہی خواہش تھی کہ:

بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

وہ غور و فکر اور سوچ و بچار میں گم رہنے کو ہر حال میں دیگر مصروفیات پر ترجیح دیتا تھا۔ ایسی حالت میں وہ گویا دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا میں نہیں ہوتا تھا۔

بیٹے کے ان رجحانات کو دیکھ کر راجہ بہت فکر مند ہوا۔ ایک دن وہ بیٹھا اسی مشکل کا حل ڈھونڈ رہا تھا کہ شاکیہ خاندان کے چند بزرگ اور دانا افراد اس کے پاس آئے اور کہنے لگے:

"مہاراج! شہزادہ حکومتی معاملات اور دنیاوی مصروفیات سے بالکل بے نیاز ہو گیا ہے۔ اگر جلد از جلد اسے شادی کے بندھن میں نہ باندھا گیا تو وقت ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل جائے گا۔ شادی کے سوا ہمیں کوئی اور ذریعہ نہیں سوجھا جو شہزادے کو دنیا داری کی طرف مائل کر دے۔ اس لئے جتنی جلدی ممکن ہو آپ راجکمار کی شادی

کر دیں۔"

راجہ کا بھی یہی خیال تھا کہ شادی کا رشتہ اور عروسی پھولوں کی مالا آہنی زنجیروں سے بھی زیادہ مضبوط اور موثر ہوتی ہے۔ اس لئے یقیناً شادی کے بعد شہزادہ اپنی دنیا سے نکل کر ہمارے سنسار میں داخل ہو جائے گا۔ شدھودن نے شاکیہ خاندان کے بزرگوں پر اپنی رضا مندی ظاہر کی اور انہیں لڑکی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ راجہ کے منہ سے یہ بات نکلنے کی دیر تھی کہ شہزادے کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک ذہین' حسین اور دولت مند لڑکیوں کے رشتے آنے لگے۔

شادی کے بارے میں سدھارتھ کے خیالات معلوم کرنے کے لئے راجہ نے کچھ وزیروں کو مقرر کیا۔ شہزادے نے ان وزراء سے سات یوم کی مہلت طلب کی اور انہیں رخصت کر دیا۔

وزیروں کے جانے کے بعد سدھارتھ نہایت گہرے غور و فکر میں ڈوب گیا۔ ظاہر ہے! یہ اس کی زندگی کا فیصلہ کن موڑ تھا۔ اس لئے وہ دن رات اس دقیق مسئلہ کے حل میں مصروف رہنے لگا۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا تھا۔ کبھی اسے یہ خیال آتا کہ دنیا میں میرے لئے آرام نہیں ہے' جس پیاس سے میرا منِ سلگ رہا ہے اس کی تسکین یہ بندھن تو نہیں۔ پھر کیا ایسی حالت میں شادی کی جا سکتی ہے؟ کبھی سوچتا کہ دنیاوی لذتوں اور خواہشات میں حقیقت کا فقدان ہے۔ یہ آسائشیں ہی تو تفکرات' مصائب اور تکالیف کی بنیاد ہیں۔ عارضی لذات اور غیر دائمی مسرتوں سے مجھے کوئی رغبت نہیں۔ میں تو ایسے جنگل میں جانا چاہتا ہوں' جہاں ابھی تک انسان کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ وہاں جا کر میں حواس اور خواہشات پر قابو پاؤں گا۔ گہرے غور و فکر اور روحانی محویت میں غرق ہو کر ہی مجھے خالص خوشی کا سکون مل سکتا ہے۔ یہی میری زندگی کا نصب العین ہے۔ ایسے میں شادی کر کے کیا میں کنبہ داری کر سکتا ہوں؟ کبھی خیال کرتا کہ سینکڑوں اقسام کی ادھوری خوشیوں کے سانپ جسے ڈس چکے ہوں اور جس کی زندگی کا مقصد صرف انسان کے دکھ دور کرنا ہو' کیا ایسا آدمی اپنے آپ کو شادی کی

زنجیر میں باندھ سکتا ہے۔ کبھی سوچ ابھرتی کہ تن' من اور جان قربان کئے بغیر لوگوں کو زندگی کے حقائق سے آگاہ کرنا ممکن نہیں۔ اپنے آپ کو بھول کر زندگی کے حقائق کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ یہ کٹھن کام ہے' دشوار مرحلہ ہے اور مشکل گھاٹی ہے۔ میں اکیلا ہوں۔ اپنا آپ کس کس کے حوالے کروں۔ اپنی زندگی اور وجود دنیا پر نثار کر دوں یا صرف ایک عورت کے حوالے کر کے بیٹھ رہوں؟ اسی نوعیت کے تفکرات کی دھند ہر وقت سدھارتھ کے ذہن پر چھائی رہنے لگی۔

لیکن ایک دن اچانک منظر واضح ہو گیا۔ تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے۔ سدھارتھ فیصلے پر پہنچ گیا۔ گہرے غور و خوض میں کھوئے ہوئے شہزادے کے سامنے روشنی ہو گئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ دنیا ہی میں رہوں گا' لیکن دنیا سے آزاد۔ اگر سب ہی دنیا کو چھوڑ کر بیابانوں میں جا نکلیں تو مخلوق کا وجود کیسے قائم رہے۔ جنگل میں جا کر مذہبی لبادہ پہننا آسان ہے۔ لیکن میں یہ دکھاؤں گا کہ کنبہ دار ہو کر کس طرح مذہبی زندگی بسر کی جاتی ہے۔ اگر دنیا داروں کو مذہبی زندگی کے اصول و قواعد معلوم نہ ہوں گے تو کروڑوں افراد کس طرح نجات کی منزل پر پہنچیں گے۔ انسانوں کو انسانوں کے بیچ رہ کر تعلیم دینا ضروری ہے۔ کنول کا خوبصورت پھول بدبودار کیچڑ میں ہی پروان چڑھتا ہے۔ پہلے وقتوں میں بھی زاہد اور متقی بزرگ دنیا میں رہ کر ہی دنیا کی اصلاح کرتے رہے ہیں۔ اس لئے شادی کرنا ضروری ہے۔ دل ہی دل میں یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ مطمئن ہو گیا۔ مہلت ختم ہوئی تو ساتویں دن سدھارتھ نے شادی کے لئے آمادگی ظاہر کر دی۔ اس موقع پر شہزادے نے کہا:

> "برہمن' کھتری' ویش یا شودر خواہ کسی بھی قوم کی لڑکی کیوں نہ ہو' میں شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جسمانی خوبصورتی' خاندانی منصب اور عزت کی مجھے کچھ خواہش نہیں۔ میرے لئے وہ لڑکی تلاش کی جائے۔ جس کی پیشانی پر بشاشت' دل میں صدق اور چہرے پر رحم دلی کے آثار نظر آتے ہوں۔

جس کے ہاتھ دوسروں کی خدمت میں لگے رہتے ہوں۔ جو حق پسند اور شیریں کلام ہو۔ جو بزرگوں کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتی ہو۔ جس کو اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو حاصل ہو۔ جو پاکیزہ روح اور ذہین دماغ رکھتی ہو۔ جس کے دل میں دھرم کے لئے پیار ہو۔ جو تکبر اور غرور سے نفرت کرتی ہو۔ جس کے دل میں تمام جانداروں کے لئے بے پناہ رحم اور بے حد ہمدردی ہو۔ جس کو تحصیل علم کا شوق اور علوم سے محبت و رغبت ہو۔"

شدھودن نے اپنے ذاتی پروہت کو لڑکی کی تلاش کے لئے روانہ کیا۔ پروہت نے خاصی تگ و دو کے بعد شہزادے کے لئے مہا مایا کے بھائی دنڈ پانی کی بیٹی گوپا (15) کو منتخب کیا۔ راجہ شدھودن کو بھی گوپا کے بارے میں تمام معلومات فراہم کر دی گئیں۔ راجہ نے سوچا کہ چونکہ سدھارتھ خود باعلم اور دانا ہے' اس لئے شادی میں اس کی مرضی اور پسند کو مدنظر رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے اس نے اشوک بھانڈ (16) نامی تقریب منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے خاندان کی تمام لڑکیوں کو مدعو کر لیا۔

شاکیہ خاندان کی تمام موزوں لڑکیاں سج سنور کر شاہی محل میں آئیں۔ شہزادے نے لڑکیوں کو اشوک بھانڈ دینے شروع کئے۔ متعدد لڑکیاں اشوک بھانڈ لے کر چلی گئیں۔ جب تمام اشوک بھانڈ تقسیم کر دیئے گئے تو دنڈ پانی کی بیٹی گوپا اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں شہزادے کے بالمقابل آن کھڑی ہوئی۔ سدھارتھ کے آنگن میں جیسے تاروں کی ہمراہی میں چاند اتر آیا۔ شہزادے نے آنکھیں اٹھائیں' گوپا کی طرف دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ گوپا کے پیارے' شرمیلے اور مقدس چہرے کو دیکھ کر سدھارتھ پر وہ کیفیت طاری ہوئی کہ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔ وہ پہلے اس کیفیت سے کبھی آشنا نہ ہوا تھا۔ سدھارتھ چپ چاپ کھڑا گوپا کو دیکھ رہا تھا' گوپا بھی محویت سے ٹکٹکی باندھے

سدھارتھ کے چہرے کے درشن کر رہی تھی۔ دونوں من کی بے قراری کو قرار میں بدلنے کے لئے ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے۔ یہ حالت معلوم نہیں کتنی دیر قائم رہی۔ کافی دیر بعد جب شہزادے کو ہوش آیا تو اس نے شرما کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ گوپا کے سورج جیسے چہرے سے نگاہیں ہٹاتے ہی شہزادے کے دل میں دوبارہ اسے دیکھنے کی خواہش انگڑائیاں لینے لگی لیکن شرم و حیا آڑے آ گئے۔ گوپا بھی سدھارتھ کے خوبصورت چہرے اور مردانہ وجاہت پر مر مٹی تھی۔ دونوں کے دل دھڑک رہے تھے' کنپٹیاں پسینے سے بھیگ چکی تھیں اور رخسار محبت کی حدت سے سرخ ہو رہے تھے۔ گوپا سوچ رہی تھی کہ "میں آئی کس لئے تھی اور کر کیا بیٹھی ہوں؟ اشوک بھانڈ لینے آئی مگر دل دے چلی' ضروری تو نہیں کہ شہزادہ مجھے ہی پسند کرے۔ بہرحال اب جو بھی ہو میں اپنے دلی جذبات کبھی ظاہر نہ کروں گی۔" آخر گوپا نے اپنے خوبصورت ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

"لائیے میرا اشوک بھانڈ۔"

"اشوک بھانڈ تو بٹ چکے۔" سدھارتھ بے چینی سے رخ پھیر کر بولا۔

"میں نے آپ کا کیا بگاڑا تھا۔" گوپا کہنے لگی۔ "جو آپ نے مجھے اشوک بھانڈ سے محروم کر کے میری توہین کی۔"

سدھارتھ کہنے لگا: "میں نے آپ کی توہین نہیں کی۔ آپ نے آنے میں دیر کر دی اور اشوک بھانڈ ختم ہو گئے۔ آپ میری انگوٹھی لے لیں۔"

گوپا نے جواب دیا: "اشوک بھانڈ اور اس میں موجود زیورات تو میرا حق تھے۔" یہ سنتے ہی شہزادہ وہ بیش قیمت زیورات اتارنے لگا جو اس نے پہنے ہوئے تھے اور بولا: "آپ یہ لے لیں۔"

"میں نہیں چاہتی کہ آپ زیورات اتاریں۔" گوپا نے صورتحال کو سمجھتے ہوئے کہا "میری مراد پوری ہو گئی۔"

یہ کہہ کر گوپا اپنے ٹوٹے دل کی کرچیاں سمیٹتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئی۔

گوپا کی سہیلیوں نے واضح طور پر شہزادے کی تمام کیفیت ملاحظہ کی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ سدھارتھ گوپا کی محبت میں سر سے پاؤں تک ڈوب چکا ہے۔ شہزادے کی گوپا میں غیر معمولی دلچسپی کی خبر راجہ شدھودن کے پاس بھی پہنچ گئی۔ اس نے نہایت خوشی سے ونڈ پانی کے پاس پروہت بھیجا۔ راجہ کو خوشی تھی کہ سدھارتھ نے اسی لڑکی کو چاہا ہے' جو خاندانی پروہت پسند کر چکا تھا۔ رشتہ لینے کے لئے جانے والے پروہت کو گوپا کے باپ نے کہا:

"ہمارا خاندان بہادری کی قدر کرتا ہے۔ صرف دولت کو ہی ترجیح نہیں دیتا۔ اگر سدھارتھ اپنے بہادر اور دانا ہونے کا ثبوت دے تو مجھے اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

پروہت نے یہ جواب راجہ تک پہنچایا۔ شدھودن اس شرط سے کچھ پریشان ہو گیا کیونکہ گوشہ نشین بیٹے سے اسے یہ توقع نہ تھی کہ وہ جنگجوؤں کی سی مہارت اور شجاعت کا مظاہرہ کر پائے گا۔ البتہ سدھارتھ بخوشی ہر آزمائش سے گزرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ راجہ شدھودن کے لئے یہ امر خوشگوار حیرت کا باعث تھا کہ سدھارتھ ہر قسم کی ذہنی اور جسمانی آزمائش (17) میں بطریق احسن کامیاب ہوا اور ونڈ پانی نے بخوشی اس کے لئے اپنی بیٹی کا رشتہ منظور کر لیا۔

انیس برس کی عمر میں ماموں کی لڑکی گوپا کے ساتھ شہزادہ سدھارتھ کی شادی نہایت دھوم دھام سے انجام پائی۔ (18)

○

شہزادے کے آزاد پاؤں میں ازدواجی زنجیر ڈال دی گئی۔ وہ پرندہ جو لامحدود آسمان کی وسعتوں میں افق تابہ افق پرواز کرتا تھا' پنجرے میں قید ہو گیا۔

راجہ شدھودن نے خیالی دنیا سے سدھارتھ کو نکالنے کے لئے یہ ازدواجی پھندا تیار کیا تھا۔ لیکن اسے خوف تھا کہ شاید یہ اکلوتا پھندا شہزادے کو دنیا داری کی طرف راغب نہ کر سکے۔ چنانچہ اس نے مزید پھندے تیار کئے۔ راجہ نے شہزادے کو ہر

آسائش فراہم کرنے کا حکم دیا۔ گرمی، برسات اور سردی کے موسم کی مناسبت سے نو منزلہ، سات منزلہ اور پانچ منزلہ محلات تعمیر کئے گئے۔ بے شمار خوبصورت رقاصائیں سدھارتھ کا دل بہلانے کے لئے ان محلات میں مقرر کی گئیں۔ ان آرام گاہوں میں ایسے آلات موسیقی لا کر سجائے گئے جو مخصوص اوقات میں از خود سریلی دھنیں بکھیرنا شروع کر دیتے تھے۔ سدھارتھ کو خیالی دنیا سے حقیقی دنیا میں لانے کے لئے آسائش کے جس قدر سامان ممکن تھے، فراہم کئے گئے۔ جس شخص کے دل میں دنیا کی کسی چیز کی حرص باقی نہیں تھی، اسے دنیا داری کا رسیا بنانے کے لئے وہ سب کچھ کیا گیا، جو انسان کر سکتا ہے۔

گوپا عقلمند اور عالم تھی۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ مذہب جو اصول و ضوابط عورت پر عائد کرتا ہے، ان کی پابندی کس طرح کی جاتی ہے۔ لیکن وہ ظاہری پردہ نہیں کرتی تھی یعنی گوپا گھونگٹ نہیں نکالتی تھی۔ اس لئے انگلیاں اٹھانے والے کہنے لگے:

"گوپا بہت بے حیاء عورت ہے۔"

گوپا کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچ گئی۔ اس نے شاہی محل کی تمام عورتوں کو اکٹھا کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> "مذہبی لوگ جس حالت میں رہیں، اسی میں مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ ایک سیاہ فام گو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی میں رہے اور کشا (19) کا لباس پہنے لیکن اگر وہ نیک دل اور صاحب لیاقت ہو گا تو ضرور قدر و منزلت پائے گا۔ جس کا دل گناہ کا گھر ہو گا ظاہری پردہ بھی اس کی حفاظت نہیں کرے گا بلکہ وہ تو زہر سے بھرے ہوئے مٹکے کی طرح ہے، جس کے منہ پر دکھاوے کے لئے امرت لگا دیا گیا ہو۔ جسمانی خواہشات کا فاتح، گفتگو کا سلیقہ رکھنے والا، حواس پر قابو پانے والا، خیالات کو بھٹکنے سے روک لینے والا اور دل کی مقدس خوشی کو حاصل کر لینے والا اگر ظاہری پردہ نہ بھی

کرے تو محفوظ ہے۔ ایسے انسان کو اپنا چہرہ گھونگٹ سے چھپانے کی حاجت نہیں۔ لیکن جو بے حیاء ہے' جس کے حواس اور دل بے قابو ہیں' جو فضول باتیں کرتا ہے اور جذبات پر قابو نہیں پا سکتا وہ ہزار پردوں میں بھی رہے تو کبھی محفوظ نہ ہو گا۔ مقدس رشتوں کی حفاظت اور اپنے دل پر آپ حکومت کرنے والے اگر چاند اور سورج کی طرح دنیا کے سامنے بھی رہیں تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ جو اپنی حفاظت کر سکتا ہے' وہی محفوظ ہے۔ اس کے برعکس ہو تو ہزار پردے اور گھروں کی مضبوط دیواریں بھی محافظ نہیں ہو سکتیں۔ میرا نیک چلن ہونا ہی میرا سب سے بڑا پردہ ہے۔ میری خوبیاں ہی وہ قلعہ ہے' جسے کوئی فتح نہیں کر سکتا۔ میرے اصول اور ضابطے ہی میرے محافظ ہیں اس لئے مجھے کپڑے کے ایک گھٹیا ٹکڑے سے اپنا چہرہ چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

سدھارتھ اور گوپا کی شادی گویا ہیرے اور سونے کی یکجائی تھی۔ گوپا خاوند کی ہر حوالہ سے مطیع' فرمانبردار اور خیر اندیش تھی۔ سدھارتھ بھی اس در نایاب کو پا کر اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کرنے لگا تھا۔ شہزادے نے اپنے سینے کا ہر راز گوپا پر کھول دیا تھا۔ اب ان کے دکھ بھی مشترک تھے اور سکھ بھی۔ دونوں اس کوشش میں تھے کہ اپنے آپ کو ایک دوسرے میں فنا کر لیں۔ ایک دوسرے کی شخصیت میں غرق ہو جانے کی تمنا دونوں کو تھی۔ ربانی عنایات کی لامحدود محبت میں گم ہو کر بے پناہ طاقت کا حصول ہی دونوں کا مقصد تھا۔

سدھارتھ اب تک تنہا اور بے یار و مددگار تھا۔ دنیا میں کوئی ایسا ساتھی نہیں تھا جو اس کے اعلیٰ مقاصد کو سمجھتا۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ دنیا کو بھولتا جا رہا تھا لیکن اب زندگی نے اس کے سامنے ایک نیا اور خوش آئند دروازہ کھول دیا تھا۔ اس نے گوپا کی

صورت میں وہ ساتھی پا لیا تھا جو دقیق اسرار کی تفہیم کی لیاقت رکھتا تھا۔ وہ جان گیا کہ اس کے اعلیٰ اور ارفعٰی مقاصد میں گوپا بھرپور معاونت کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اب شہزادے کا ہرپل بے چین اور ہر گھڑی بے قرار رہنے والا دل کافی حد تک پرسکون اور پر کیف ہو گیا۔ عفت و عصمت کی دیوی گوپا کے خالص پیار' خدمت اور فرمانبرداری نے سدھارتھ کی اداسی اور پژمردگی کو کم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

راجہ شدھودن دونوں کی ایک دوسرے سے بے پناہ محبت دیکھ کر خوش تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ سدھارتھ دنیا داری میں ملوث ہو چکا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ سدھارتھ شادی کے پھندے میں پھنس کر آسائش اور آرام کا عادی ہو گیا ہے۔ راجہ سمجھ رہا تھا کہ وہ تنہائی پسند بیٹے کو کنبہ دار اور دنیا دار بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ دنیا میں جو بھی ہوتا ہے' خدائے قادر و مطلق کی مرضی سے ہوتا ہے۔ خدا کے مقابلہ پر کون کھڑا ہو سکتا ہے۔

☆ ☆ ☆

چوتھا باب

سدھارتھ ---- سنیاس سے پہلے

راجہ شدھودن کی ریاست کا دارالحکومت کپل وستو سناٹے کی لپیٹ میں ہے۔ شہر میں ویسی ہی خاموشی ہے' جیس کہ طوفان آنے سے قبل سمندر میں ہوتی ہے۔ کہیں بھی کسی قسم کا غیر معمولی جوش و خروش نظر نہیں آتا۔ راجہ سمجھتا ہے کہ لوگ ہر طرح کے خوف و خطر سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے پر سکون ہیں۔ سدھارتھ کی پرورش کرنے والی گوتمی بھی اب خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہے۔ اس نے نومولود شہزادے کو پال پوس کر جوان کیا' اب شہزادہ شادی شدہ زندگی گزار رہا ہے۔ اس لئے گوتمی کا اطمینان قابل فہم ہے۔ وفادار گوپا نے خاوند کے دل کی سلطنت پر اپنی حکمرانی مضبوط کر لی ہے۔ ان کی ازدواجی زندگی کی کشتی وقت کے بپھرے ہوئے دریا میں بخیریت آگے بڑھ رہی ہے۔ راجہ بڑھاپے کی وجہ سے دن بدن کمزور ہو رہا ہے۔ ان دنوں وہ سنجیدگی سے کاروبار سلطنت سدھارتھ کے سپرد کرنے کے بارے میں غور کر رہا ہے۔ شدھودن کا خیال ہے کہ ریاست کا نظم و نسق بیٹے کو سونپ کر گوشہ نشین ہو جاؤں اور باقی عمر یاد الٰہی میں بسر کر کے اگلی زندگی سنوارنے کا جتن کروں۔ وہ تصور کی آنکھ سے آنے والے دنوں کو دیکھ رہا ہے۔ راجہ شدھودن دیکھ رہا ہے کہ شہزادہ سدھارتھؒ اس کی جگہ شاہی تخت پر براجمان ہے۔ لوگ سکھی ہیں' ریاست خوشحال ہے اور شاکیہ خاندان کا بول بالا ہے۔ اسی طرح کی خیالی تصویریں بناتے اور پھر انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے راجہ کے شب و روز گزر رہے ہیں۔ شدھودن نہیں جانتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے' اسے خبر نہیں کہ آنے والے دنوں میں کیسے کیسے مصائب کا نزول ہوگا

اور اسے نہیں معلوم کہ عمر کے آخری حصے میں اسے کن تکالیف کو برداشت کرنا پڑے گا۔ راجہ نہیں جانتا کہ :

یہاں کسی کو بھی کچھ حسب آرزو نہ ملا

اس لئے وہ اپنی خواہشات کی رنگین دنیا بسا کر خوش ہے اور سمجھ رہا ہے کہ بیٹے کو دنیا دار بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ حالانکہ تقدیر کا قاضی جو فیصلہ لکھ رہا ہے' وہ راجہ شدھودن کی سوچوں سے یکسر مختلف ہے۔

راجہ کی مصیبت کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ ایک روز سدھارتھ اپنی خوابگاہ میں سویا ہوا ہے۔ رات ختم ہونے کو ہے۔ ایسے میں گانے والوں نے آ کر سدھارتھ کو جگانے کی غرض سے صبح کی منگل گاتھا (20) گانی شروع کر دی :

"یہ جہان بڑھاپے' بیماری اور دکھ میں جل رہا ہے۔ زمانہ موت کی آگ سے روشن اور بے یار و مددگار ہے۔ ناداں دنیا مٹکے میں قید بھنورے کی مانند کسی بھی طرح اجل کے ہاتھ سے نہیں بچ سکتی۔ یہ دنیا ساون رت کے بادلوں کی طرح ناپائیدار ہے۔ یہاں کی پیدائش اور موت تماشا گاہ کے مداری کی طرح ہے۔ پہاڑی ندی کی طرح تند رو زندگی آسمان پر چمکنے والی بجلی کی مانند لمحہ بھر کو کوند کر پس منظر میں چلی جاتی ہے۔ حریص' عقل کے اندھے اور جاہل لوگ اس دنیا اور اگلی دنیا میں کمہار کے چاک کی طرح گھوم رہے ہیں۔ جس طرح لالچی ہرن شکاری کے دام میں آ جاتا ہے' اسی طرح اس دنیا کے لوگ خوبصورت رنگ' سریلی آواز' لذیذ ذائقے' دلکش بو اور خوشگوار لمس کے دلفریب پھندوں پر فدا ہو کر حقیقت میں قیدی بن چکے ہیں۔ موت سخت دشمن اور خوف کا باعث ہے۔

"خواہش رنج و الم اور تباہی کی بنیاد ہے۔ خوشی فراہم کرنے

کے تمام سامان تلوار کی دھار کی طرح موذی اور زہر میں بجھے ہوئے ہتھیار کی طرح مہلک ہیں' اس لئے انہیں ترک کر دو۔ خواہشات کی یاد بھی غم انگیز' جہالت افروز اور خوف پیدا کرنے والی ہے' یہ دکھ کی بنیاد اور دنیاوی ہوس کی بیل کا سہارا ہے۔ آریہ لوگ خواہش کو جلتی ہوئی آگ سمجھ کر اس سے ڈرتے تھے۔ یہ وسیع و عریض دلدل کی طرح ہے' تلواروں کے سمندر کی طرح ہے اور شہد میں لتھڑے ہوئے تیز دھار خنجر کی طرح ہے۔ یہ خواہش پانی میں نظر آنے والے عکسی چاند جیسی ہے۔ یہ تمہاری آواز کی بازگشت کی طرح بے حقیقت اور عارضی ہے۔ اہل دانش اسے تماشہ گاہ کے شعبدہ باز یا خواب سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ خواہش دولت کا سراب اور غیر دائمی ہے۔ یہ پانی کی جھاگ یا حباب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اہل علم اسے برائی' باطل' جھوٹ اور وہم سے پیدا ہوئی چیز سمجھتے ہیں۔

"عمر کے اوائل میں جسم کیسا خوبصورت' ملیح اور خوشگوار ہوتا ہے لیکن جب بڑھاپے' بیماری اور دکھ سے کمزور' بے ڈھنگا اور کھردرا ہو جاتا ہے تب جس طرح ہرن خشک ندی کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے' اسی طرح انسان اس کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ دولت اور سامان عیش و عشرت موجود ہوں تو بہت سے لوگ دوست اور رشتہ دار بن جاتے ہیں لیکن مصیبت اور مفلسی میں مبتلا ہونے پر وہ سب اس طرح چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں جیسے جانور جھلسے ہوئے جنگل کو۔

"سخاوت کرنے والا جوان آدمی پھلے پھولے درخت کی طرح سب کی محبت کا اہل ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ بوڑھا اور غریب ہو

جائے تو کمر درد کے باعث بیمار' نفرت کے لائق اور بھکاری ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے کا مارا ہوا آسمانی بجلی گرنے کے باعث جلے ہوئے درخت کی طرح تباہ ہو جاتا ہے۔ بوڑھے آدمی کے پاس گھر میں رہنے کے لئے بھی وقت نہیں ہوتا۔ اے منی! (21) اس بڑھاپے کے ہاتھ سے رہائی پانے کا نسخہ بتلاؤ۔ مالولنا (22) جس طرح شمال کے جنگل کو خشک کر دیتی ہے' اسی طرح بڑھاپا مرد و زن کو دیمک کی طرح چاٹ چاٹ کر "ہڈیوں کی مشت" بنا دیتا ہے۔ بڑھاپا انسان کو کیچڑ میں پھنسے ہوئے آدمی کی طرح طاقت' ہمت اور جوش سے محروم کر دیتا ہے۔ خوبصورتی کو بدصورتی سے بدلنے والا بڑھاپا طاقت اور سکھ چھین لیتا ہے۔ یہ سرگرمی کو سرد مہری سے بدل دیتا ہے' خوبصورتی کا دشمن اور بے عزتی کا باعث ہے۔ یہ جہان ہمیشہ سے بے شمار بیماریوں اور سخت تکالیف کی آگ میں جل بھن رہا ہے۔ اس لئے اے منی! بڑھاپے سے معمور جہان کو ایسا منتر سکھاؤ جو اس دکھ سے رہائی کا باعث ہو۔ موسم سرما کی برفیلی ہواؤں سے جس طرح گھاس' بیلیں اور جنگل کے درخت مرجھا جاتے ہیں' اسی طرح نقاہت انگیز اور پر از مصائب بڑھاپا انسان کے حواس معطل' حسن تباہ اور طاقت برباد کر دیتا ہے۔

"جس طرح دریا کے بہاؤ میں پڑے درخت کے پتے الگ الگ ہو جاتے ہیں' اسی طرح اس بحر عالم میں پیاری ہستیاں اور عزیز لوگ جدا ہوتے رہتے ہیں۔ بچھڑنے کے بعد پھر کسی کے ساتھ بھی ملاقات نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی یہاں پھر واپس آتا ہے۔ سب کچھ موت کے منہ میں جا کر تباہ ہو رہا ہے۔ موت سب کو اپنے تصرف میں لا رہی ہے اور کوئی بھی موت پر قابو

نہیں پا سکتا۔ موت کا دریا انسانوں سمیت ہر چیز کو دیودار کے درخت کے ٹکڑوں کی طرح بہا کر لے جا رہا ہے۔

"جس طرح پانی میں رہنے والا کیکڑا دیگر آبی جانوروں کو' گرڑ سانپ کو' شیر ہاتھی کو' اور آگ گھاس کو نگل لیتی ہے۔ اسی طرح موت بھی سینکڑوں اقسام کے جانداروں کو کھا جاتی ہے۔ اس لئے تم نے ان آفات سے دکھی دنیا کو بچانے کے لئے جو توجہ اور خواہش کی تھی' اسے یاد کرو۔ دنیا کو ان دکھوں سے رہا کرنے کے لئے تمہارے پاس یہی اصل وقت ہے۔"

چاند مغرب کی جانب غروب اور سورج مشرق سے طلوع ہو رہا تھا۔ صبح کی روشنی آسمان کی آنکھ سے پھوٹنے لگی تھی۔ سدھارتھ یہ عجیب و غریب قصہ سن کر حیران رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ "میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔" شہزادے کے ذہن میں بار بار یہ سوچ ابھر رہی تھی کہ ایسا گیت اس دنیا میں سنا جانا ممکن ہی نہیں' شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ لیکن خوابگاہ کی کھڑکیوں سے پرندوں کے چہچہانے کی آواز آ رہی تھی---- وہ جاگ رہا تھا۔ اس گیت کی اثر آفرینی نے اسے مسحور کر دیا تھا---- نتیجہ یہ ہوا کہ اس صبح سدھارتھ کے ساتھ اس کا سویا ہوا دل بھی بیدار ہو گیا۔ زہد و ریاضت کی دبی ہوئی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ اس گیت میں پوشیدہ پیغام نے اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اس پیغام نے اسے اس کا پرانا عہد یاد دلا دیا۔ اپنی ماضی کی زندگی کو سوچتے ہوئے وہ بے قرار ہو گیا۔ زندگی کا مقصد ایک بار پھر اس کے سامنے روشن ہو گیا۔ اس کے چہرے کی رونق ختم ہو گئی' تفکرات کے سیاہ بادلوں نے آنکھوں میں ڈیرے ڈال لئے اور وہ گہری تشویش میں ڈوب گیا۔ گوپا نے بہت کوشش کی لیکن سدھارتھ کی تشویش اور فکر مندی اب کی بار دور نہ ہو سکی۔

سدھارتھ کی روح میں موجود انجانی بھوک پوری شدت کے ساتھ جاگ اٹھی۔ اب آب بقا ہی اس بھوک کو ختم کر سکتا تھا۔

شہزادے نے پھر سے غور کرنا شروع کیا۔ اس نے اپنی حالت کو سوچا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ دن بدن پکا دنیا دار بنتا جا رہا ہے۔ دولت کا مضبوط جال اس کے چاروں طرف بچھا ہوا ہے۔ جن کھیل تماشوں اور مصروفیات کو وہ زہر سمجھتا تھا' اب انہیں کے باعث خوش ہوتا ہے۔ اس نے سوچا کہ قدرت نے مجھے ایک موقع اور دیا ہے۔ شاید یہ آخری موقع ہو اس لئے اب وقت ضائع کرنے کی بجائے عیش و آرام جیسے زہریلے پھل دینے والے درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہئے۔ وہ پھر ویران مقامات پر بیٹھ کر مراقبہ کرنے لگا۔ ارتکاز توجہ کی طاقت سے اس کے باطن کی بند آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے سوچا:

"اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ کچھ بھی ابدی نہیں۔ یہ زندگی اس چنگاری کی طرح ہے' جو دو پتھر ٹکرانے سے لمحہ بھر کے لئے روشن ہو کر ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جاتی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ زندگی کہاں سے آئی اور کہاں چلی گئی۔ زندگی کی تخلیق اور فنا کی حقیقت سمجھنے میں بڑے بڑے داناؤں کی عقل جواب دے جاتی ہے۔ لیکن اس فانی دنیا کے درمیان یقیناً کوئی ابدی برکت اور نعمت ایسی ضرور ہے' جسے پا کر انسان پرسکون ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ابدی نعمت و برکت مجھے حاصل ہو جائے تو میں انسانوں کے سامنے ایک نئی روشنی ظاہر کر سکوں گا۔ اگر میں خود نجات پا جاؤں تو سب کو آزادی اور نجات کا راستہ دکھا سکوں گا۔"

یہی خیال سدھارتھ کو غور و فکر کے گہرے سمندر میں غرق رکھتا تھا۔ اسے ہر وقت تشویش اور تفکرات میں ڈوبا دیکھ کر گوپا اب گھبرانے لگی تھی۔

ایک بار آدھی رات کے بعد گوپا نے خواب میں دیکھا کہ "تمام زمین کانپنے لگی۔ طوفانی ہوا نے درخت اکھاڑ کر پھینک دیئے۔ میرے سر کے بال بھی بکھر گئے۔ دائیں ہاتھ میں پکڑا ہوا تاج گر کر چکنا چور ہو گیا۔ ہاتھ' پاؤں کے زیورات اور پہنے ہوئے کپڑے تک اتر گئے۔ جواہرات کے ہار ٹوٹ کر بکھر گئے۔ پلنگ گرا اور ٹوٹ کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سورج' چاند اور ستارے اپنے اپنے راستے چھوڑ کر زمین پر آ رہے۔

خوبصورت شاہی پرچم شکستہ اور بوسیدہ ہو گیا۔ شہزادے کے زیور، پوشاکیں اور تاج بستر سے زمین پر گر گئے۔ ستارے مسلسل ٹوٹنے لگے۔ تمام شہر پر گہرا اندھیرا چھا گیا۔ محل کے جواہرات سے سجے ہوئے دریچے اور طلائی کھڑکیاں ٹوٹ گئیں۔ یوں محسوس ہوا جیسے اس ماحول کی دہشت سے سمندر بھی کانپ رہا ہو گا۔"

یہ خوفناک خواب دیکھ کر گوپا جاگ اٹھی۔ خاوند کو جگایا اور خواب سنایا۔ خواب بیان کرنے کے بعد گوپا نے خوفزدہ ہو کر پوچھا:

"اے مالک! ایسا خواب دیکھنے سے میرے ساتھ کیا واقعات پیش آئیں گے؟ میرے حواس گم ہو رہے ہیں اور دل بے حد اداس ہے۔"

سدھارتھ نے ساتھ لیٹی گوپا کو نہایت محبت سے مخاطب کرتے ہوئے جواب دیا:

"پیاری! تم ڈرو نہیں بلکہ خوشی مناؤ۔ تم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ اچھی روح رکھنے والے ہی اس قسم کے خواب دیکھتے ہیں۔ تم لوگوں سے تعظیم پاؤ گی اور دکھ کے بھیس میں موجود انسان دشمن بیماری دور کرنے کا باعث بنو گی۔ میری پیاری! میں جہالت کے اندھیرے میں علم کا چراغ روشن کروں گا۔ تم کیوں دکھی ہوتی ہو، تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے کہ تمہارا خاوند سب کے دکھ دور کرنے کے لئے اپنا جیون قربان کرے گا۔ اس زمین کے لاکھوں خستہ حال باسی سخت تکلیف میں ہیں۔ کوئی ہے، جو لمحہ بھر کے لئے بھی ان تباہ حالوں کی حالت سدھارنے کے بارے میں سوچے؟ میں انسانوں کے شدید دکھ دیکھ کر دنیاوی آرام میں مگن نہیں رہ سکتا۔ اب میرے دل میں ناپائیدار خوشیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی۔ میری یہی خواہش ہے کہ زمین میرا بستر اور پتھر میرا تکیہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ خالص قدرتی پانی اور جنگلی پھل میری خوراک بن جائیں۔ میری آرزو ہے کہ تمام عورتیں میری بہنیں، تمام مرد میرے بھائی اور سب جنگلی جانور میرے عزیز ہوں۔ جان سے پیاری گوپا! میں اور کچھ نہیں چاہتا۔ مجھے اب کسی چیز میں بھی سکون نہیں ملتا۔ تم خوش رہو اور جیون کی اس کڑی ریاضت میں میری مددگار بن جاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے سدھارتھ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ گوپا بھی اس کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر آنسو بہا رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ چونکہ سدھارتھ نہایت اعلیٰ اور پاک مقصد کے لئے جانا چاہتا ہے' اس لئے روکنا مناسب نہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی اسے ستا رہا تھا کہ خاوند کو الوداع کر کے اکیلی کیسے زندگی بسر کروں گی۔ پھر گوپا نے سوچا کہ اس کی زندگی کا مالک دنیا کے دکھوں سے دکھی ہے۔ اگر ترک دنیا سے اس کا غم زدہ چہرہ دوبارہ پر رونق ہو جائے تو میں ہزار تکالیف بھی ہنس کر برداشت کر لوں گی۔ خاوند کو تھوڑا سا سکھ دینے کے لئے اگر میرا جیون بھی ختم ہو جائے تو سودا مہنگا نہیں۔ لیکن سدھارتھ کا غم اور آنسو میں کبھی نہیں دیکھ سکتی۔

خاوند کو جان سے عزیز رکھنے والی گوپا نے دل ہی دل میں یہ پکا ارادہ کر لیا کہ میں سدھارتھ کے راستے میں دیوار نہیں بنوں گی۔ اس نے خاوند کو سکھ دینے کا فیصلہ کر لیا اور تمام دکھ اپنے دامن میں سمیٹ لئے۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے گوپا نہیں جانتی تھی کہ وہ آنے والی کئی نسلوں پر کتنا عظیم احسان کر رہی ہے۔

○

"راجہ جی! راج کمار دنیا داری چھوڑ کر عبادت اور ریاضت میں محو ہونا چاہتا ہے۔" جیسے ہی یہ اطلاع راجہ شدھودن کو ملی اس کا دلی سکون غارت ہو گیا۔ اس نے بیٹے کو سمجھانے کے لئے ہر طریقہ اختیار کیا لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ تھک ہار کر راجہ نے شہزادے کو سمجھانا چھوڑ دیا اور آنے والے دنوں کی طرف دیکھنے لگا کہ دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

اگرچہ سدھارتھ اب تک دنیا داری میں رہ کر بھی دنیا کی آلائشوں سے آلودہ نہ ہوا تھا لیکن اس دوران کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے کہ دنیا کی رنگا رنگی اسے زہر سے بھی تلخ محسوس ہونے لگی۔ سدھارتھ اور دنیا داری ایک دوسرے کی ضد بن گئے۔ ان واقعات کے نتیجہ میں شہزادہ دنیا سے یکسر بیزار اور جلد از جلد مصنوعی آسائشوں سے دور بھاگنے کی تگ و دو میں مصروف ہو گیا۔

ایک روز شہزادے کی سواری شہر کے مشرقی دروازہ سے نکل کر باغ میں واقع آرام گھر کی طرف جا رہی تھی۔ شام کا وقت تھا' کئی خدمت گزار اور ہم رکاب ساتھ تھے۔ راستے میں سدھارتھ نے ایک لاچار اور عمر رسیدہ شخص کو دیکھا اور پوچھا:

"اے کوچوان! یہ کمزور اور خستہ حال شخص کون ہے۔ اس کا گوشت خشک ہو گیا ہے' رگیں نمایاں ہیں' دانت جھڑ چکے ہیں اور بال سفید ہو گئے ہیں۔ لاٹھی ٹیکتے ہوئے یہ کتنی اذیت سے لڑکھڑاتا ہوا چلا جا رہا ہے۔"

کوچوان نے جواب دیا:

"اے آقا! یہ شخص بڑھاپے کی وجہ سے کمزور' حواس باختہ' ناتواں' بے کار' دکھی اور بے سہارا ہے۔ اس لئے اس کے رشتہ داروں نے اسے گھنے جنگل میں کھڑے ہوئے دیودار کے خشک درخت کی طرح فراموش کر دیا ہے۔"

یہ سن کر شہزادہ بہت دکھی ہوا اور کہنے لگا:

"کیا بڑھاپا اس شخص کا خاندانی وصف ہے یا ساری دنیا کی ہی یہ حالت ہوتی ہے۔ "

کوچوان بولا:

"میرے آقا! یہ کوئی خاندانی یا قومی وصف نہیں ہے۔ بڑھاپا دنیا کے ہر جاندار کی جوانی کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ آپ' آپ کے ماں باپ' رشتہ دار اور دوست سب ہی بڑھاپے کے آگے بے بس ہیں۔ ہر جوانی کا انجام یہی ہے۔"

یہ جان کر شہزادہ بہت پریشان ہوا اور بولا:

"جاہل لوگوں پر افسوس ہے کہ جوانی کے نشے میں ڈوب کر خوبصورت جسم کے انجام پر لمحہ بھر کے لئے بھی غور نہیں کرتے۔ کوچوان! بس' اب سواری روک لے۔ اگر بڑھاپا مجھ کو بھی آ لے گا تو پھر کھیل کود اور سیرو تفریح سے کیا حاصل۔"

شہزادہ اس واقعہ کے بعد بہت متفکر ہوا اور بجھے ہوئے دل کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔ راجہ شدھودن کو معلوم ہوا تو بہت گھبرایا۔ اس نے حکم دیا کہ شہزادے کا دل خوش

کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ راگ رنگ کی محافل برپا ہو گئیں۔ ماہر رقاصائیں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے لگیں۔ راجہ کا خیال تھا کہ شاید شہزادہ ان آسائشات میں ڈوب کر اپنا فیصلہ بدل لے۔

ایک روز شہزادہ شہر کے جنوبی دروازے سے آرام باغ کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں ایک شخص کو دیکھ کر پوچھا: "اے کوچوان! یہ بدصورت' زرد رنگت والا' بدحواس اور کمزور شخص کون ہے۔ اس کی سانس اکھڑی ہوئی ہے' تکلیف سے سخت بے چین ہے اور اپنے ہی جسم کی غلاظتوں پر لیٹا ہوا ہے۔"

کوچوان نے جواب دیا:

"اے آقا! یہ بیمار اور بے چین شخص قریب المرگ ہے۔ اب یہ کبھی صحت مند نہیں ہو سکتا۔ صحت کے ساتھ ساتھ طاقت اور طاقت کے علاوہ طبیعت کا سارا جوش ختم ہو چکا۔ موت سے اس بے یار و مددگار کی رہائی ممکن نہیں۔"

شہزادہ سوچ میں ڈوب گیا اور پھر یوں گویا ہوا:

"اس کا مطلب ہے کہ صحت کی حالت بھی خواب کی طرح ناپائیدار ہے۔ بیماری کیسی خوفناک چیز ہے۔ کوئی عقل مند یہ جان کر تفریح اور کھیل تماشوں میں کیسے خوش رہ سکتا ہے۔"

شہزادہ راستہ سے ہی واپس لوٹ آیا۔ راجہ اس واقعہ کا علم ہونے پر بہت بے چین ہوا۔ جسے وہ دنیا دار بنانا چاہتا تھا' وہ دن بدن دنیا سے دور جا رہا تھا۔

ایک دن شہزادہ شہر کے مغربی دروازے سے باغ کو چلا۔ رستے میں اس نے دیکھا کہ لوگ چارپائی پر کپڑے سے لپٹی ہوئی ایک لاش رکھے' روتے پیٹتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں۔ اپنے بال ایسے نوچ کھسوٹ رہے ہیں' جیسے یہ دکھ ان کی برداشت سے باہر ہے۔ کئی غم کی شدت سے نڈھال ہو کر گر جاتے ہیں اور اپنے سر میں خاک ڈال کر پھر واویلہ کرتے ہوئے اٹھ کر چارپائی کی طرف بھاگتے ہیں۔ ماتمی آوازوں اور پرسوگ صداؤں نے سارے ماحول کو نحوست سے دوچار

کر دیا ہے۔ یہ المناک منظر دیکھ کر شہزادے نے کوچوان سے پوچھا:

"یہ کیا ہے؟ یہ لوگ چارپائی پر سوئے ہوئے شخص کو اٹھا کر کہاں لے جا رہے ہیں اور اس قدر ماتم کیوں کر رہے ہیں۔"

کوچوان نے جواب دیا:

"اے آقا! کوئی مر گیا ہے۔ یہ شخص پھر اس دنیا میں باپ' ماں' بیوی' بیٹے اور عزیز و اقارب کو نہیں مل سکے گا۔ یہ اپنا ہنستا بستا گھر اور دنیا کے سارے سکھ چین چھوڑ کر اگلی دنیا کو چلا گیا ہے۔ اس دنیا کے لوگوں سے یہ پھر کبھی نہیں مل سکے گا۔"

کوچوان کی بات سن کر شہزادہ بہت افسردہ ہوا اور بولا:

"بڑھاپے کے ذریعے تباہ ہو جانے والی جوانی اور طرح طرح کی بیماریوں سے بگڑ جانے والی صحت پر بھی لعنت اور ناپائیدار زندگی پر بھی۔ خوشی میں ڈوبے ہوئے کم عقل اور جاہل لوگوں پر بھی پھٹکار۔ اگر بڑھاپا' بیماری اور موت نہ بھی ہوتے' تب بھی انسان سکھی نہ ہوتا۔ انسان کا اپنا وجود ہی انسان کے دکھ کا باعث ہے۔ لیکن بڑھاپا' موت اور بیماری جب ہمیشہ سے ساتھ ہیں تو انسان کس امید پر خوشی منائے۔ کوچوان! واپس چلو۔ میں غور کرنا چاہتا ہوں کہ ان مصائب نجات کے ذرائع کیا ہیں۔"

پھر ایک دن سدھارتھ شمالی دروازہ سے عیش محل کی طرف چلا۔ راستے میں اس نے ایک اجنبی شخص کو دیکھا اور کوچوان سے کہنے لگا:

"کیسری بانے میں ملبوس اور کشکول ہاتھ میں تھامے یہ کون جا رہا ہے۔ بے حد مطمئن نظر آتا ہے۔ اس کی نگاہیں نیچے کی طرف ہیں' شکل سے حلیمی اور عاجزی ٹپکتی ہے اور چال بے نیازانہ ہے۔ یہ عجیب انسان میں نے آج پہلی بار دیکھا ہے۔"

کوچوان نے جواب دیا:

"اے مالک! یہ شخص درویش ہے۔ اس نے دنیا کی ہر خواہش سے دامن چھڑا لیا ہے۔ اس کا طریق زندگی بے حد سادہ اور قابل تقلید ہے۔ اس نے مراقبہ اور عبادت و ریاضت کی زندگی اختیار کی ہے۔ چھوٹے اور بڑے کا امتیاز اس کے نزدیک کوئی معنی

نہیں رکھتا۔ اس نے محبت اور نفرت دونوں کو فتح کر لیا ہے۔ بھیک کا کھانا کھا کر بسر اوقات کرتا ہے۔"

یہ سن کر سدھارتھ بے ساختہ بول اٹھا:

"آج تو نے وہ بات کہی ہے، جو میں مدت سے سننا چاہتا تھا۔ عالموں نے ہمیشہ عبادت و ریاضت کی تعریف کی ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر اپنا اور دوسروں کا بھلا چاہا جا سکتا ہے۔ اس سے زندگی میں سکھ ملتا ہے اور اسی سے عرفان و ادراک کا شیریں پھل حاصل ہوتا ہے۔"

سدھارتھ اب کی بار خلاف معمول راستہ سے ہی گھر لوٹنے کی بجائے باغ میں چلے گئے۔ وہاں ایک بے آباد گوشہ ڈھونڈا اور سوچ و بچار میں محو ہو گئے۔

بچپن ہی سے سدھارتھ کو دنیاوی خوشیوں اور عیش و راحت سے کچھ رغبت نہ تھی۔ وہ ہر چیز کو ناپائیدار سمجھتا تھا اور بحر عالم میں ایک گہرا خلا محسوس کرتے ہوئے کسی فکری سہارے کی تلاش میں تھا۔ بے سکونی کے اسی عالم میں وہ بڑھاپے، بیماری اور موت کے المناک نظارے دیکھ کر مزید مایوس اور بے چین ہو گیا۔ پھر اچانک دنیا کے مصنوعی سکھ دکھ سے بے نیاز اور پر سکون درویش کو دیکھ کر اس نے سوچا:

"دنیاوی ناپائیداری سے رہائی کا ذریعہ میں نے پا لیا ہے۔ میں بھی اسی مطمئن اور ہر چیز سے بے نیاز درویش کا راستہ اختیار کروں گا۔ لوگوں کو بھی اسی راستے پر چلنے کی تعلیم دوں گا۔ میں نے ماضی میں سوچا تھا کہ دنیا دار بن کر لوگوں کو زندگی کے بنیادی اصول و ضوابط کی تعلیم دوں۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ اپنی جان اور زندگی قربان کئے بغیر دنیا میں پھیلی ہوئی بے راہ روی کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا میں رہ کر مقدس احکام کی پابندی بلاشبہ کی جا سکتی ہے۔ لیکن دنیا کی راحت اور عیش و آرام کو ترک کئے بغیر جاہل اور بے عقل لوگوں کو راہِ راست پر لانا ممکن نہیں ہے۔"

ان سوچوں نے سدھارتھ کے سامنے سارے راستے روشن اور تمام منزلیں واضح کر دیں۔

اب شہزادہ فقیر بننے والا تھا۔

☆ ☆ ☆

پانچواں باب

نوجوان جوگی

شہزادے کے دل میں اٹھنے والا بے قراری کا طوفان روز بہ روز شدت اختیار کرتا چلا گیا۔

اسی کیفیت میں ایک رات نیند آنکھوں سے روٹھ گئی' وہ طلوع آفتاب سے بھی پہلے محل سے باہر نکلے اور من کی بے کلی کے تدارک کا آخری فیصلہ کرنے کے لئے شال کے درخت تلے جا بیٹھے۔ دن گزر گیا' رات بھی بیت گئی۔ اگلے دن کے سورج نے اپنی کرنوں کو روئے زمین پر بکھیرنا شروع کر دیا۔ تمام چرند پرند اور جاندار رات کی گود میں آرام کی نیند سونے کے بعد جاگ اٹھے---- سدھارتھ ابھی تک اپنی جگہ بے حس و حرکت بیٹھے غور و فکر میں مشغول تھے۔ وہ فقط سوچتے رہے' نہ کچھ کھایا نہ پیا---- دل میں مختلف خیالات کی جو جنگ جاری تھی' وہ جاری رہی۔

اب سدھارتھ ایک اور انداز سے سوچ رہے تھے:

> "یہ سچ ہے کہ دنیا میں رہ کر دل کی مراد پوری نہیں ہو گی۔
> لیکن باپ کے محبت بھرے دل کو کس طرح چوٹ لگاؤں۔ گوتمی
> جیسی ماں کے پیار کا بندھن کیسے کاٹوں۔ جو گوپا مجھے اپنی جان سے
> بھی زیادہ عزیز سمجھتی ہے' اس سے عمر بھر کے لئے جدا ہونے کی
> اجازت کن لفظوں میں طلب کروں۔"

یہ سب تفکرات سخت اذیت ناک تھے۔ جب بھی وہ جی کڑا کر کے اپنے فیصلے کے بارے میں سوچتے فوراً" باپ کا محبت اور غم سے بھیگا ہوا چہرہ سامنے آ کر ان کے

قدموں کو متزلزل کر دیتا۔ کئی بار انہوں نے دنیا چھوڑنے کا پکا ارادہ کیا لیکن روتی ہوئی گوپا کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ انہوں نے سوچا جو گوپا صرف میری دیوانی ہے۔ جس نے صرف مجھ کو ہی اپنی زندگی کا پہلا اور آخری سہارا سمجھ رکھا ہے' جس نے کبھی میری نافرمانی نہیں کی' جو سر سے لے کر پاؤں تک پیار ہی پیار اور وفا ہی وفا ہے' اسے کیسے چھوڑوں گا۔ یہ تصور ان کے تمام مضبوط ارادوں کو پل بھر میں لڑکھڑا دیتا تھا۔۔۔۔ لیکن دوسری طرف دنیا میں رہ کر زندگی بسر کرنا ان کے لئے اب بہت مشکل ہو چکا تھا۔ دکھ کی اس نگری میں سوگ میں ڈوبی ہوئی روح کے ساتھ عمر گزارنا ناممکن تھا۔ دھرتی پر نیکی کے بھیس میں بدی پھیل رہی تھی۔ کروڑوں مرد و زن بڑھاپے' بیماری اور موت کی آگ میں جل رہے تھے' حقیر لوازمات زندگی کو اہمیت دینے والوں کی یہ حالت سدھارتھ سے برداشت نہ ہوتی تھی۔ وہ ابدی نجات کا ذریعہ دریافت کر کے تمام بنی نوع انسان کے دکھ دور کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے وہ سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار تھے۔ وہ اپنی اور دوسروں کی حقیقی بھلائی کے لئے دنیا کے تمام سکھوں سے دستبردار ہو کر زمانے بھر کے دکھ اٹھانے کے لئے کمربستہ تھے۔

سدھارتھ ابھی اسی کشمکش میں تھے کہ گوپا کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا اور وہ باپ بن گئے۔ یہ خبر سنتے ہی بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا:

"ایک بندھن اور بڑھ گیا۔"

راجہ شدھودن نے پوتے کا نام راہل تجویز کیا۔

سدھارتھ نے محسوس کیا کہ جس دنیا کے بندھن توڑنے کے لئے وہ اس قدر بے تاب ہیں' اگر کچھ دن مزید اس دنیا میں رہے تو کئی نئے بندھن ان کے پاؤں کی زنجیر بن جائیں گے۔ یہ خیال ذہن میں ابھرتے ہی انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ جلد از جلد یہ دنیا چھوڑ دوں گا۔

سدھارتھ بیٹے کی پیدائش کی خبر سن کر اداس اور متفکر ہو کر شاہی محل کی طرف روانہ ہوئے۔ شہریوں سجا ہوا تھا کہ تہواروں پر بھی کیا سجتا ہو گا۔ شاکیہ خاندان کے

لوگ اور عام رعایا دیوانی ہو رہی تھی۔ سدھارتھ کے آنے کی خبر سن کر عورتیں چھتوں' دروازوں اور دریچوں میں کھڑی ہو کر خیر مقدمی اور تہنیتی گیت گانے لگیں۔ آراستہ و پیراستہ شاہی رستوں کے اطراف میں آباد گھروں سے سدھارتھ پر پھولوں کی بارش ہو گئی۔ مالاؤں کے انبار اور گلدستوں کے ڈھیر لگ گئے۔ سارا شہر خوشی کے گیتوں کی مدھر تانوں اور پھولوں کی خوشبوں کے دلفریب جھونکوں سے معمور ہو گیا۔ راجکمار جی بازار سے گزر رہے تھے۔ شاکیہ خاندان کی ایک کنواری لڑکی کرشا گوتمی (23) نے گیت گانا شروع کیا:

"وہ ماں باپ بہت ہی سکھی ہیں'
جن کا ایسا لڑکا ہے۔
اور وہ عورت بھی بہت سکھی ہے'
جس کا ایسا خاوند ہے۔"

اس گیت کے بولوں نے سدھارتھ کو متوجہ کر لیا۔ وہ سوچنے لگے کہ جن کا دل گناہ کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ وہ کیا اس دنیا میں سکھی ہو سکتے ہیں؟ ایسے لوگ تو حرص سے مغلوب ہو کر اس دنیا اور جہان اعلیٰ کی بے شمار اذیتوں کو پیدا کرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔ انسان تو اس وقت سکھ حاصل کرتا ہے' جب خواہشات کی آگ بجھ جاتی ہے۔ سکون تو اس وقت نصیب ہوتا ہے جب دنیاوی وابستگی اور حسد کا الاؤ سرد پڑ جاتا ہے۔ قرار تو اس وقت ملتا ہے جب غرور' توہمات اور گناہ سے پیدا ہونے والی بیماریاں فنا ہو جاتی ہیں۔ کرشا گوتمی کے گیت نے سدھارتھ کو ایک بار پھر ان کی منزل یاد دلا دی تھی۔ اس لئے شہزادے نے شکرانے کے طور پر گلے میں پہنا ہوا قیمتی ہار اسے بھیج دیا۔ اس نے ہار حاصل کر کے ہوا میں محل تعمیر کرنے شروع کر دیئے۔ نادان لڑکی سمجھی کہ راج کمار اس کی خوبصورتی پر فدا ہو گئے ہیں۔ لیکن سدھارتھ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے بغیر آگے بڑھ گئے——— جشن ولادت اب بھی جاری تھا۔

○

اس روز سدھارتھ گرد و پیش سے بڑی حد تک بے نیاز ہو کر چل رہے تھے۔ خوبصورت رقاصاؤں کے لچکتے' بل کھاتے جسم' موسیقی کی ڈوبتی ابھرتی تانیں' رسیلے گلوں سے نکلنے والے گیت اور مبارک بادی شور و غل انہیں ان کی منزل نہیں بھلا پایا تھا۔ وہ اپنی سوچ اور بنیادی تصورات پر اب بھی قائم تھے۔ انہوں نے زندگی کی تفہیم کا عظیم وظیفہ دریافت کر لیا تھا' اب انہیں ان کی راہ سے کون ہٹا سکتا تھا۔ جسے کوئی ان دیکھی بہشتی طاقت دنیا سے دور کھینچ رہی ہو' اسے باندھنا انسان کے بس میں کہاں۔ آج انہوں نے ترک دنیا کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن باپ کی اجازت کے بغیر رخصت ہونا معیوب تھا۔ اس لئے سدھارتھ آنسوؤں سے ڈبڈبائی آنکھیں اور غمزدہ چہرہ لئے باپ کے پاس پہنچے اور انہیں اپنے ارادے کی خبر دی۔ شہزادے کے منہ سے یہ بات نکلتے ہی شدھودن تو جیسے حواس باختہ ہو گیا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سکتے کے عالم میں نجانے کتنی دیر سدھارتھ کی طرف دیکھتا رہا۔ بہت دیر بعد اوسان بحال ہوئے تو بھیگی آنکھوں' لڑکھڑاتی زبان اور بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا:

"بیٹا! تمہیں دنیا چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہیں کیا دکھ ہے؟ کون سی چیز ہے' جو تم کو اس دنیا میں حاصل نہیں ہے؟ تمہارے پاس باقی چیزوں کے علاوہ خوبصورت اور خوب سیرت بیوی ہے' کشادہ پیشانی والا خوش قسمت بچہ ہے اور محبت کرنے والے ماں باپ ہیں۔ پھر تمہیں کیا دکھ ہے' جو ہم نہیں جانتے۔ تمہارے خوبصورت چہرے پر جھلسی ہوئی راکھ کا لیپ کیا اچھا لگے گا۔ جوانی کے جوبن کو لگنے والا جوگ کا گہن کیا مناسب معلوم ہو گا۔ جو جسم پھول لگنے سے میلا ہو' وہ بھکاریوں کی کھردری پوشاک کیسے برداشت کر پائے گا۔ پیارے بیٹے! تمہیں پا کر میں نے گویا دنیا میں ہی بہشت حاصل کر لیا۔ وہ تم ہی تھے' جس کی خاطر میں اپنی جان سے پیاری بیوی مہا مایا کی موت بھی بھول گیا۔ تم میری وہ دولت ہو جو مشکل وقت میں کام آتی ہے۔ اے میرے انمول رتن! تم میرے بڑھاپے کے سہارے اور اندھیرے کی روشنی ہو۔ مجھے چھوڑ کر کیوں جاتے ہو۔ تمہارے علاوہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ تم ہی میری

حکومت ہو اور تم ہی ریاست۔ تمہاری جدائی مجھے موت سے زیادہ خوفناک دکھائی دیتی ہے۔ اے میری زندگی اور میرے سب کچھ! ایسا نہ کرنا' مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔ ہاں۔۔۔۔ کبھی نہ جانا۔"

بولتے بولتے راجہ کی آواز رندھ گئی۔ لفظ حلق میں اٹک گئے' لیکن آنکھیں ابھی تک برس رہی تھیں۔ باپ کے لفظوں کے نشتر سدھارتھ کے سینے میں اترے تو وہ بھی زار و قطار رونے لگے۔ غم کے لشکر کے پہلے حملے کی شدت کم ہوئی تو دونوں باپ بیٹا بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ آخرکار راجہ پھر بولا:

"آخر تم دنیا کیوں چھوڑنا چاہتے ہو۔ تم جو چاہتے ہو' میں وہی کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تم چلے گئے تو میں کیا کروں گا۔ اس ملک کی حکومت کون سنبھالے گا۔ میرا نام کیسے زندہ رہے گا۔ تم شاکیہ خاندان کے سورج ہو۔ تمہارے بغیر اس ملک میں اندھیرا چھا جائے گا۔ میرے بیٹے! مجھ پر' شاہی خاندان اور اس ملک پر رحم کرو۔ اپنا ارادہ بدل دو۔"

سدھارتھ بولے:

"مجھ کو چار دعائیں دیں جو پوری ہو کر رہیں۔ اگر آپ یہ کر سکیں تو میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ اس دنیا داری میں من لگانا میرے لئے ممکن نہیں۔ اول یہ کہ بڑھاپا مجھ پر حملہ نہ کرے' دوم: میں ہمیشہ صحت مند رہوں' سوم: میری عمر لامحدود ہو اور چہارم: بیماری' بڑھاپے اور موت سے رہائی پانے کی ترکیب مجھے معلوم ہو جائے۔ آپ مجھے یہ چار بشارتیں دے دیں' میں آپ کی ہر بات مان لیتا ہوں۔"

یہ سن کر راجہ شدھودن غم میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولا:

"بیٹے! مجھ میں یہ طاقت کہاں ہے کہ بڑھاپے' بیماری اور موت سے نجات کا راستہ بتا سکوں۔ ان سے تو وہ عابد اور رشی لوگ بھی نہیں بچ سکے جو مدتوں ریاضت الٰہی میں غرق رہے۔ پھر میری کیا حقیقت ہے؟"

باپ کا جواب سن کر سدھارتھ پھر گویا ہوئے:

"اگر آپ میرا مطالبہ پورا نہیں کر سکتے تو میری ایک التجا مان لیں- وہ یہ کہ میرا پیار اپنے دل سے نکال دیں اور دنیا کے دکھ دور کرنے کے لئے مجھے اپنی زندگی وقف کرنے کی اجازت عنایت فرمائیں-"

بیٹے کی التجا سن کر شدھودن دھاڑیں مار مار کر رونے لگا- وہ سدھارتھ کے گلے میں بانہیں ڈال کر عورتوں کی طرح بین کر رہا تھا- اسے دنیا چھوڑنے سے منع کر رہا تھا- اس وقت راجہ کی وہ حالت تھی کہ پتھر بھی دیکھ کر پگھل جاتے' لیکن سدھارتھ کے ارادہ میں کوئی دراڑ نہ پڑ سکی- وہ باپ کے دکھ کو محسوس کرتے ہوئے آنسو تو ضرور بہاتے رہے لیکن اس کی بات نہ مان سکے- کیونکہ سدھارتھ اسے زندگی اور موت کا معاملہ سمجھتے تھے- جب راجہ نے دیکھا کہ کسی بھی طرح سدھارتھ کا فیصلہ بدلنا ممکن نہیں تو اس نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے انہیں فقیر ہونے کی اجازت دے دی- سدھارتھ نے نہایت عاجزی اور احترام کے ساتھ باپ کو سلام کیا اور اپنی خوابگاہ میں چلے گئے-

سدھارتھ کو جوگی بننے کی اجازت دینے کے بعد راجہ شدھودن کی حالت ناقابل بیان حد تک خراب ہو گئی- وہ غم کی شدت سے بار بار چیختے' روتے اور بے ہوش ہو جاتے- سدھارتھ کے ہاں بیٹے کی ولادت کی خوشی شہر بھر میں منائی جا رہی تھی لیکن اس نئی صورتحال نے عوام کی خوشی کو دکھ میں بدل دیا- کچھ دیر پہلے جو مسرت انگیز نغمے گا رہے تھے' اب آہیں بھرنے لگے- رعایا کو ملک کا مستقبل مخدوش نظر آ رہا تھا- شاکیہ خاندان کے کچھ سرکردہ افراد راجہ کے پاس آئے اور اس کی حالت کے پیش نظر' دلاسہ دیتے ہوئے کہنے لگے:

"مہاراج! آپ بے فکر رہیں- ہم لوگ شہزادے کو کہیں نہیں جانے دیں گے- وہ اکیلے ہیں' ہم لاکھوں- ان کی کیا طاقت ہے کہ شاہی محل سے نکل جائیں-"

شاکیہ خاندان کے پانچ سو بہادروں کی ٹولی جب ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر سدھارتھ کی نگرانی کے لئے تیار ہوئی تو شدھودن نے پھر پرامید ہو کر خود کو سنبھال

لیا۔ یہ مسلح پہرے دار شاہی محل کے علاوہ شہر کے چاروں دروازوں کی انتہائی چوکس ہو کر نگرانی کرنے لگے۔

شاہی محل میں بھی ہر کوئی جان چکا تھا کہ سدھارتھ یہاں سے ہمیشہ کے لئے جانے والے ہیں۔ عقلمند گوتمی نے اپنی ذاتی کنیزوں کو طلب کیا۔ ان سے عہد لیا گیا کہ تمام رات جاگ کر شہزادے کی نگرانی کی جائے گی۔ محل کے اندھیرے گوشوں کو بھی روشنی سے نہلا دیا گیا۔ ریاست بھر سے منتخب کر کے بہت سی پری پیکر رقاصائیں اور گانے والیاں طلب کی گئیں۔ وہ سات سنگھار کر کے سرتاپا قیامت بن کر سدھارتھ کے کمرے میں نازل ہو گئیں۔ انہوں نے ناز و انداز اور ساز و سنگیت کے جال بچھانے شروع کئے۔ پارے کی طرح تھرکتے ہوئے مرمریں جسم اور کوئل جیسی آواز میں گانے والی خوبرو دوشیزائیں شہزادے کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں مگن ہو گئیں۔ اس رات رقص اور گائیکی کے فن کے ساتھ ساتھ صنف نازک کی دلربا ادائیں بھی کپل وستو کے شاہی محل میں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھیں۔۔۔۔ لیکن جال بچھے رہے اور پرندہ صاف بچ گیا۔۔۔۔ یہ سب کھیل تماشہ شہزادے کے بے چین دل کو سکون اور بے قرار روح کو تسکین نہ پہنچا سکا۔۔۔۔ سدھارتھ اس تمام ہنگامے کو نظرانداز کرتے ہوئے سو گئے۔

ناچنے گانے والی مہ جبینوں نے سوچا:

"جن کے لئے ہم اتنی تکلیف اٹھا رہی ہیں' وہ تو گہری نیند میں کھو گئے ہیں۔ ہمیں ناچ ناچ کر اپنے آپ کو مزید تھکانے اور گلا پھاڑ پھاڑ کر گانے کی اب کیا ضرورت ہے۔" چنانچہ وہ سب وہیں پڑ کر سو رہیں۔ احتیاطی تدابیر کے طور پر روشن کئے جانے والے چراغ آہستہ آہستہ بجھنے لگے۔ رات کے ابتدائی دو پہر گزر چکے تھے' تیسرا جاری تھا۔ چرند' پرند اور انسان گہری نیند کی وادی میں اتر چکے تھے۔ سناٹے کو صرف ان جانوروں کی آواز درہم برہم کر رہی تھی' جو رات کو جاگتے ہیں۔ سدھارتھ چپ چاپ بستر سے اٹھے۔ چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ ناچنے گانے والی عورتیں نہایت بے ترتیبی سے سوئی ہوئی تھیں۔ ایک کے بال اس طرح چہرے پر بکھر گئے تھے کہ ڈائن معلوم

ہوتی تھی۔ دوسری کپڑا جسم سے ہٹ جانے کے باعث نیم برہنہ پڑی نہایت وحشت ناک لگ رہی تھی۔ تیسری کے منہ سے عجیب و غریب آوازیں خارج ہو رہی تھیں، جو سمع خراشی کا سبب تھیں۔ چوتھی کی الٹی ہوئی آنکھیں نہایت کراہت انگیز محسوس ہوتی تھیں۔۔۔۔ اس وقت سبھی بری لگ رہی تھیں۔۔۔۔ کوئی نیند کے زیر اثر غیر فطری طور پر نفرت انگیز مسکراہٹ ہونٹوں پر لا رہی تھی، کوئی دانت پیس رہی تھی، کوئی بڑبڑا رہی تھی، کوئی رو رہی تھی اور کسی کے منہ سے رال بہہ رہی تھی۔ کچھ عورتیں ایسی تھیں جن کے سماعت شکن خراٹے نازک مزاج شہزادے کی طبع کو گراں بار محسوس ہو رہے تھے۔ یوں لگتا تھا، جیسے یہ شاہی محل کی بجائے قبرستان ہے، جس کے مردے اپنی قبریں پھاڑ کر باہر نکل آئے ہیں۔ یہ دیکھ کر سدھارتھ نے انسانی جسم سے پہلی بار شدید نفرت محسوس کی۔ جو عورتیں کچھ ہی دیر پہلے نہایت خوبصورت اور پر کشش تھیں اب سر سے پاؤں تک نحوست اور نجاست کی پوٹلیاں بنی ہوئی تھیں۔ سدھارتھ نے ایک گہرا سانس لیا اور سوچا:

"بدصورت شیطانوں اور ڈائنوں کے ساتھ انسان کس طرح خوش رہ سکتا ہے۔ مجھ کو ان کی ضرورت نہیں۔ میں یہاں سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتا ہوں۔ بری عقل والے لوگ پنجرے میں قید پرندے کی طرح اپنی خواہشات کے غلام ہیں، لہٰذا تاریکی سے رہائی نہیں پا سکتے۔"

بے ساختہ پن کے سانچے میں ڈھل کر مصنوعی حسن کے بگڑنے کا یہ نظارہ دیکھنے کے بعد سدھارتھ کا اپنے مقصد کی سچائی پر یقین پہلے سے بھی بڑھ گیا۔ انہوں نے عہد کیا کہ وہ تمام انسانوں کو حرص اور لالچ کے زہریلے بندھن سے آزاد کریں گے، جہالت کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے دنیا داروں کی لاعلمی کا اندھا پن ختم کر کے انہیں علم کی روشنی دیں گے، متکبر لوگوں کے جھوٹے غرور کو فنا کریں گے اور ایک ایسا ضابطہ وضع کریں گے جو عارضی خواہشوں کا دشمن اور انسانی روح کی تشنگی کے لئے تسکین کا باعث ہو گا۔

رات کا آخری حصہ تیزی سے گزر رہا تھا۔۔۔ سدھارتھ کے باطن میں ہر جاندار کے لئے سمندر سے بھی گہری ہمدردی کی خواہش روشن ہو رہی تھی۔

سوئی ہوئی گائیگ اور رقاص عورتوں کی طرف انہوں نے ایک بار پھر غور سے دیکھا۔ ان سب کی حالت قابل رحم تھی۔ وہ سوچنے لگے :

"یہ سب قربانی کے لئے کھونٹے سے باندھے ہوئے جانوروں کی طرح خواہشات کے جال میں گرفتار ہیں۔ ایک ایسے ہاتھی کی طرح لاچار اور بے بس ہیں جو دلدل میں پھنس کر ابھرنا بھی چاہے تو نہیں ابھر سکتا۔ یہ چراغ کے شعلے پر گرنے والے بدقسمت پروانوں کی طرح حرص و ہوا کی آگ میں جل کر خاک ہو رہی ہیں۔ جال میں پھنسی مچھلیوں کی طرح یہ سب تڑپ رہی ہیں' لیکن آزاد ہونا محال ہے۔ یہ وہ ٹوٹی ہوئی خستہ حال کشتیاں ہیں جو بے رحم سمندر کی ظالم لہروں میں لحہ بہ لحہ گم ہوتی جاتی ہیں۔ ان کی پیدائش' جوانی اور جیون اس چاند کی طرح ہے' جو چودھویں تاریخ کے بعد دن بہ دن بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بے حقیقت خوشیوں کے حصول میں غیرانسانی طریقے سے محو ان عورتوں کی زندگی کس قدر کربناک ہے۔ ان کی اس زندگی کا نتیجہ کتنا بھیانک ہو گا۔ باقی لوگ بھی ایسے ہی ہیں۔ لوگوں کی یہ ناگفتہ بہ حالت کون بدلے گا۔ آنکھوں کے سامنے ناچتے ہوئے یہ وحشت انگیز مناظر کب تک دیکھے جا سکتے ہیں۔ طرح طرح کی غلاظتوں سے بھرا ہوا جسم کتنا حقیر اور ناپائیدار ہے۔ افسوس! صد افسوس! کہ انسان اس فانی جسم کی خاطر بڑے سے بڑا گناہ کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔"

دوسروں کے دکھ سے دکھی ہونے والے سدھارتھ یہی سوچتے سوچتے آبدیدہ ہو گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ قدیم زمانہ ہی سے دوسروں کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر عظیم لوگ اپنے آپ کو قربان کرتے چلے آئے ہیں۔ ایسے لوگوں کی قابل تقلید زندگی کے بارے میں سوچا تو سدھارتھ کو سنسار چھوڑ دینے کا اپنا ارادہ اٹل اور انتہائی سچا محسوس ہوا۔

○

رات بزدل چور کی طرح دبے پاؤں گزر رہی تھی---- ہر طرف خاموشی تھی---- شاید کوئی طوفان آنے والا تھا---- اس سے بڑا طوفان اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک خوشحال ریاست کے حکمران کا ناز و نعم میں پلا شہزادہ فقیر ہونے جا رہا تھا---- کم و بیش ہر شخص محو خواب تھا لیکن سدھارتھ جاگ رہے تھے---- اب وہ شاہی خوابگاہ کے نرم و گداز بستر کی بجائے محل کے خارجی دروازے پر تھے۔ انہوں نے نگاہیں آسمان پر گاڑ دیں اور سوچا:

"میری زندگی بنی نوع انسان کی بھلائی اور خدمت کے لئے ہے۔" اپنے باطن کا یہ سچ دریافت کر کے وہ ایک ناقابل بیان روحانی خوشی میں سرشار ہو گئے۔

انہوں نے دروازے سے باہر جھانکا---- کوئی چوکیدار کھڑا ہوا تھا---- یہ کوچوان چھندک (24) تھا جو پہرہ دے رہا تھا۔ سدھارتھ نے بلایا تو وہ ان کے پاس چلا آیا۔

"میں جا رہا ہوں۔" سدھارتھ کہنے لگے "تم گھوڑا تیار کرو۔ بچپن سے ہی جس لمحے کے لئے میں بے قرار ہوں' وہ لمحہ آن پہنچا ہے۔ آج میری مراد ضرور پوری ہو گی۔ چھندک! دیکھنا! دیر نہ کرنا۔ جلدی گھوڑا تیار کر کے لاؤ۔"

سدھارتھ کا یہ حکم وفادار کوچوان چھندک کے لئے ننگی پشت پر برسنے والے اچانک کوڑے کی طرح تھا۔ وہ سراپا آنسو بن کر فریاد کرنے لگا:

"شہزادہ حضور! ایسی بے رحمی کی بات نہ کہئے۔ یہ ریشم جیسا جسم' یہ چاند سا چہرہ اور یہ پھولوں سے بھی پیاری آنکھیں جنگلوں میں بھٹک کر ریاضت کی سختیاں اٹھانے کے لئے نہیں ہیں۔ آپ اپنا فیصلہ بدل لیں---- آپ ہمارے درمیان موجود رہ کر ہماری بھلائی سوچیں۔ ہمیں چھوڑ کر جانے کی بات نہ کریں---- ہاں! نہ کریں ایسی بات۔"

سدھارتھ نے جواب دیا:

"چھندک! دل تو نہیں چاہتا کہ جان سے پیاری بیوی' چاند سے نومولود بیٹے اور

عبادت کے لائق باپ کو چھوڑ کر جاؤں۔ لیکن کیا کروں؟ میرا دل تمہاری دنیا میں نہیں لگتا۔ بظاہر ہر قسم کی دنیاوی خوشیوں میں مشغول ہو کر بھی میں ان میں گرفتار نہیں ہو سکا۔ طرح طرح کے عیش و آرام میں بھی مجھے قلبی سکون اور باطنی راحت میسر نہیں ہے---- اس لئے جو دنیا مجھے سکون نہیں دے سکی' میں اس میں مگن ہو کر اپنی زندگی کیوں ضائع کروں؟ میں نے عہد کیا ہے کہ اپنی زندگی کو ریاضت کے لئے وقف کروں گا۔ اس کوشش میں اگر میں جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں تو اسے عین سعادت اور اپنی خوش بختی سمجھوں گا۔ کیونکہ گمراہی مجھے برداشت نہیں اور نہ ہی میں جانداروں کا دکھ سہار سکتا ہوں۔ چھندک! تم میری ریاضت اور ارادے میں رکاوٹ بننے کی بجائے محل سے نکلنے میں میری مدد کرو۔"

چھندک نے کہا:

"مذہبی نیک نامی اور عوام پر حکمرانی کے لئے ہی تو لوگ اپنے آپ کو مصائب میں ڈالتے ہیں۔ آپ کو یہ دونوں چیزیں حاصل ہیں۔ سینکڑوں آباد' خوشحال اور خوبصورت شہر آپ کے پاس ہیں۔ انواع و اقسام کے پھلدار اور پھولدار درختوں پر مشتمل بے شمار باغات آپ کی ملکیت ہیں۔ آپ کے جنگلوں میں ہر طرف پرندے چہچہاتے اور تالابوں کے کناروں پر کمود (25) لہلہاتے ہیں۔ جواہرات سے مزین اور مختلف قسم کے آلات موسیقی سے پر رونق' محل آپ کو میسر ہیں---- رعایا آپ کو نہایت حلیم الطبع' نیک اور فرشتہ صفت خیال کرتی ہے---- اس کے باوجود بھی آپ کو عبادت و ریاضت کی ضرورت کیوں ہے؟ آپ کا خوبصورت سراپا شاہی تخت کی رونق بڑھانے کے لئے ہے' جنگلوں اور بیابانوں کی ویرانی میں کھو جانے کے لئے نہیں---- قابل صد احترام ولی عہد! میں تو یہی کہوں گا کہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں---- عبادت و ریاضت کے لئے ابھی بہت عُمر پڑی ہے۔"

"خواہشات کی بے حقیقت خوشی عارضی اور تباہ کن ہے۔" سدھارتھ بولے۔ " دنیا کا سکھ آسمانی بجلی کی طرح مختصر الوقت اور حباب کی طرح ناپائیدار ہے۔ لیکن اس

میں گرفتار ہونے کا نتیجہ دائمی دکھ اور پچھتاوا ہے۔ یہ سکھ سراب کی طرح ہے' جو اس پر فدا ہوتا ہے وہ تمام عمر دکھوں کے محاصرہ میں بسر کرتا ہے۔ اسی لئے دانا لوگوں نے دنیا کے سکھ سے ہمیشہ کنارہ کشی کی۔ مگر نادان لوگ اسے حاصل کرنے میں سرگرداں رہتے ہیں اور سب کچھ کھو دیتے ہیں۔ اسے چھندک! خواہشات کی تسکین کے جملہ دنیاوی سامان حاصل کر کے بھی کیا کبھی کوئی کامل اطمینان سے ہمکنار ہو سکا ہے؟ نہیں' ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ ان آسائشوں میں دن بہ دن زیادہ سے زیادہ غرق ہوئے جانے کی خواہش انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ وہ کون سی برائی ہے' جو انسان حرص و ہوا کے نشے میں بے خود ہو کر اختیار نہیں کرتا؟ میں نے تو یہی علم حاصل کیا ہے کہ ہوس ہی سے سارے گناہ ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس ہوس میں مزید گرفتار رہوں۔ پہلے تو میں خود دنیاوی خواہشات کا سمندر عبور کروں گا اور بعدازاں بھٹکی ہوئی دنیا کو بھی یہی روشن راستہ فراہم کروں گا۔ میں نجات پا کر سب کی نجات کا راستہ دریافت کر لوں گا۔"

"میرے آقا! کیا آپ کا یہ فیصلہ حتمی ہے۔" چھندک نے دکھ اور پریشانی سے معمور لہجے میں دریافت کیا۔ جواب میں سدھارتھ بولے:

"ہاں' چھندک! میرا عہد چٹان کی طرح مستحکم ہے۔ نجات کا راستہ پانے کے لئے میں نے اپنی جوانی' زندگی اور سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ اب اگر میرے سر پر آسمانی بجلی گر پڑے' کوہ ہمالیہ میرے راستے میں آ ٹھہرے یا دنیا کے سمندروں کا پانی سیلاب بن کر میرا راستہ روکنا چاہے تو بھی میرے قدم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت میرے عہد کی مضبوط دیوار میں دراڑ نہیں ڈال سکتی۔ اس لئے اب مجھے روکنے کی کوشش کرنا بے فائدہ ہے۔ چھندک! میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ہجرت کے اس عظیم عمل میں میرے مددگار بن جاؤ۔"

سچی' کھری اور دل سے نکلنے والی بات میں کمال کی اثر آفرینی ہوتی ہے۔ یہی اثر آفرینی سدھارتھ کی باتوں میں بھی تھی' جس کے زیر اثر چھندک نے سوچنا شروع کیا اور پھر سوچتا ہی چلا گیا۔ زندگی کی کتاب کا ایک نیا باب اس کے سامنے کھل گیا۔ اس

نے تصور کی آنکھ سے اس سلطنت کو دیکھا' جس کے سامنے کپل وستو کی حکومت انتہائی حقیر تھی۔ چھندک نے وجدان' ادراک' حقیقت کی تلاش اور معرفت کے حصول کی اس سلطنت کو دیکھ لیا جس کا نام نجات ہے۔ اس نے تسلیم کر لیا کہ اس عظیم الشان سلطنت کی دریافت اور لوگوں کو اس سے آگاہ کرنے کا کام ایک ایسا غیر معمولی عمل ہے' جس کو انجام دینے کے لئے ظاہری دنیا سے کنارہ کشی لازم ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آگئی کہ سدھارتھ اس دنیا کی چندروزہ خوشیوں اور آسائشوں کو کیوں چھوڑ رہے ہیں۔ وہ جان گیا کہ لوگوں کو نجات کی منزل سے آگاہ کرنے سے زیادہ اہم چیز اور کوئی نہیں ہے۔ اسے معلوم ہو گیا کہ زندگی کا اس سے بہتر استعمال ہو ہی نہیں سکتا کہ اسے لوگوں کے دکھ دور کرنے کے لئے وقف کر دیا جائے۔۔۔۔ انہی لمحوں میں چھندک نے فیصلہ کیا کہ وہ شہزادے کی مدد ضرور کرے گا۔ چنانچہ وہ سدھارتھ سے مخاطب ہوا اور جذبات سے مغلوب لہجے میں کہنے لگا:

"اگر مالک کی فرمانبرداری کے لئے یہ زندگی بھی قربان کرنا پڑے' تو پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ میں سواری کا انتظام کرتا ہوں۔ آپ کچھ دیر انتظار کریں۔" اتنا کہہ کر چھندک ایک تیز رفتار گھوڑا (26) تیار کرنے کے لئے اصطبل کو چلا گیا۔

چھندک کے جانے کے بعد سدھارتھ سوچنے لگے کہ "میں ہمیشہ کے لئے یہ دنیا چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک بار نومولود بیٹے اور پیاری بیوی گوپا کو تو دیکھتا چلوں۔" یہ سوچ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے زچہ خانے کے سامنے گئے۔ اندر جلتے ہوئے چراغ کی دھیمی دھیمی روشنی گشت کر رہی تھی۔ سدھارتھ نے دیکھا کہ ننھے بچے کے چہرے پر ایک عجیب سی تابانی ہے۔ گوپا کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اس نے ایک بازو پر بیٹے کا سر رکھا ہوا ہے اور دوسرے بازو سے اس کو اپنی چھاتی کے ساتھ لپٹا کر سو رہی ہے۔ سدھارتھ کے دل میں نومولود بیٹے کو سینے سے لگانے' چومنے اور پیار کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن وہ اس خواہش کی تکمیل نہ کر سکے۔ کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ بچے کو اٹھانے سے گوپا بھی جاگ جائے گی اور انہیں ان کی منزل سے ہٹانے کی کوشش کرے

گی۔ اس امکانی خطرے کے پیش نظروہ اپنی اس آخری طبعی خواہش کو پورا نہ کر سکے۔ کچھ دیر تک سدھارتھ وہیں کھڑے رہے۔۔۔۔ ایک مجسّمے کی طرح۔ اس مختصروقت میں بہت سے باہمی طور پر متضاد جذبات بیدار ہوئے اور سو گئے۔ آخرکار انہوں نے زبردست ارادی قوت سے کام لے کر اپنے قدم دوبارہ باہر جانے والے راستے پر بڑھا دیئے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے۔ باپ۔۔۔۔ بیوی۔۔۔۔ بیٹا۔۔۔۔ سلطنت۔۔۔۔ کوئی بھی زنجیر اب ان کے پاؤں میں نہیں تھی۔ انہوں نے یہ سب زنجیریں توڑ دی تھیں۔ سدھارتھ نہیں چاہتے تھے کہ یہ زنجیریں دوبارہ ان کے پاؤں پکڑ لیں۔۔۔۔ اس لئے دیوانہ وار چلتے جا رہے تھے۔ باہر آ کر وہ نہایت بے قراری سے چھندک کا انتظار کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد چھندک آ گیا۔ کنتھک نامی برق رفتار گھوڑا بھی ساتھ تھا۔ سدھارتھ فوراً" گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اس ڈر سے کہ شہر کے دروازے پر سینکڑوں پہرے والے جاگ رہے ہیں' انہوں نے گھوڑے کو فصیل کی طرف بڑھا دیا۔ چھندک بھی چپ چاپ ایک دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پیچھے ہو لیا۔ شہزادے کا طاقتور گھوڑا ایک ہی چھلانگ میں اونچی فصیل عبور کر گیا۔ اب سدھارتھ شہر سے باہر تھے۔

شہر کی طرف آخری بار دیکھنے کے لئے سدھارتھ نے گھوڑا روک لیا۔ اس شہر میں ان کا شفیق باپ' جانثار بیوی اور چاند جیسا بیٹا تھا۔ اسی شہر میں وہ مقامات تھے' جہاں سدھارتھ نے بچپن کے کھیل کھیلے اور جوانی کے کچھ سال گزارے۔ یہی وہ شہر تھا جس کے شاہی محلات میں زندگی کی ہر آسائش ہاتھ پھیلائے سدھارتھ سے اب بھی کہہ رہی تھی کہ واپس چلے آؤ۔۔۔۔ یہی وہ لمحات تھے جن میں حرص اور ہوس کے سانپوں نے ایک بار پھر سدھارتھ کو ڈسنا چاہا۔ ان کے دل میں سلطنت کی جاہ و حشمت اور آرام و آسائش بھری زندگی کا خیال ابھرا۔ یہ خیال بڑا پرکشش اور گمراہ کن تھا۔۔۔۔ لیکن فوراً" ہی سدھارتھ نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ انہوں نے دل ہی دل میں نہایت پختہ ارادے اور غیر متزلزل یقین کے ساتھ کہا:

"جب تک میں ضعف سے پاک' غیر فانی اور زندگی بخش
اعلیٰ فکری مرتبہ نہ پاؤں گا' تب تک کپل وستو میں واپس نہ آؤں
گا۔ اپنے مقصد کے حصول تک کھانا' پینا' سونا' پہننا اور سیر کرنا
میں حرام تصور کروں گا۔ جب تک ہمیشہ قائم رہنے والی ذات کو
حاصل نہ کر لوں' تب تک اس شہر میں داخل ہونا مجھ پر حرام
ہے۔"

سدھارتھ کی اس باطنی کشمکش کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو خود کبھی اس حالت سے گزرے ہوں۔ جن لوگوں نے کسی خاص مقصد کو اپنی زندگی کا اعلیٰ ترین نصب العین بنا کر سب کچھ قربان کر دیا ہو' وہ جانتے ہوں گے کہ اس قسم کا فیصلہ کرتے وقت خود اپنا ہی دل اور دماغ مختلف اور متضاد مشورے دیتا ہے۔ حرص اور دنیا کی کشش انسان کو دھرم (27) کے راستے سے واپس لے جانا چاہتی ہے۔ دانا لوگ ایسے موقعوں پر اپنے عہد اور ارادے کی عظمت ذہن میں لا کر تمام فضول خیالات کو جھٹک دیا کرتے تھے۔ اسی طرح سدھارتھ نے بھی غیر معمولی قوت ارادی سے ان باطل ترغیبات پر فتح حاصل کر لی' جو اسے واپس کھینچ رہی تھیں۔ سدھارتھ تو بچپن سے ہی عرفان و ادراک کے چشمے کے پانی سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے' اس لئے بہت جلد حرص و ہوا کے جال توڑ کر نکل گئے۔ لیکن افسوس کہ اس دنیا میں کتنے ہی کمزور دل انسان ایسے بھی ہیں کہ جب وہ نیکی کی طرف ایک قدم بھی آگے بڑھاتے ہیں تو شر کی قوتیں ان کا راستہ روک کھڑی ہوتی ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ وہ شر کی ان طاقتوں کے زیر اثر اپنے راستے سے بھٹک کر پھر اسی پستی میں جا گرتے ہیں جس سے نکل کر خیر کی طرف چلے تھے۔

سدھارتھ کا گھوڑا کنتھک انتہائی برق رفتاری کے ساتھ لحہ بہ لحہ کپل وستو سے دور ہو رہا تھا۔ پیچھے پیچھے چھندک بھی محو سفر تھا۔ شاکیہ خاندان کے جنگجو پہریدار معرفت کے آسمان پر اڑنے کے لئے جانے والے پرندے کو نہیں روک پائے تھے۔ ہر

رکاوٹ ختم ہو رہی تھی---- سفر جاری تھا---- شاکیہ سلطنت کی حد پار کر کے وہ کروڈیہ سلطنت میں داخل ہوئے---- سفر جاری رہا---- مشکلات نے سدھارتھ کے عزم کی مضبوطی سے خائف ہو کر راستہ چھوڑ دیا---- کروڈیہ سلطنت کی زمین بھی تمام ہوئی اب مل سلطنت کا علاقہ کنتھک کے سموں تلے تھے۔ لاتعداد دیہات اور بے شمار شہروں سے گزر کر آخرکار صبح کے وقت وہ انما ندی کے کنارے جا پہنچے۔ ندی کو عبور کر کے سدھارتھ گھوڑے سے اترے۔ کچھ دیر بعد چھندک بھی ان سے آملا۔ سدھارتھ نے وفادار کوچوان سے کہا:

"چھندک میرے زیورات اور گھوڑا لے کر تم واپس چلے جاؤ۔ میں سنیاسی بن کر جہاں چاہوں گا' چلا جاؤں گا۔"

"اے آقا! میں بھی فقیر بن کر آپ کی پیروی کروں گا۔" چھندک نے نہایت عاجزی اور لجاجت سے کہا۔ لیکن سدھارتھ نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور اپنے زیورات اتار کر اس کے حوالے کر دیئے۔ چھندک چپ چاپ کھڑا بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ یہ دل سوز نظارہ دیکھتا رہا۔ سدھارتھ نے اپنے لمبے' سیاہ اور خوبصورت بال تلوار سے کاٹ کر کہا: "ایسے بال سنیاسیوں کو زیب نہیں دیتے۔" پھر جواہرات سے مرصع قیمتی پوشاک کی طرف دیکھ کر کہا: "ایسا بیش قیمت لباس بھکاریوں کے بدن پر اچھا نہیں لگتا' اس سے بھی جان چھڑانا ہو گی۔" یہ کہہ کر انہوں نے اردگرد نگاہ دوڑائی۔ ندی کے کنارے ایک شکاری بوسیدہ لباس میں کھڑا شکار کا منتظر تھا۔ سدھارتھ نے اسے بلایا اور اس کے کپڑوں کے ساتھ اپنا لباس تبدیل کر لیا۔ شکاری نہایت خوش ہوا اور سب کچھ بھول کر شہر کو چل دیا تاکہ اس بیش قیمت لباس کو فروخت کر سکے۔

ایک سدھارتھ' شہزادہ تھا جس کا جسم اور لباس جواہرات اور قیمتی موتیوں سے سجا رہتا تھا۔ جس کے بالوں کو سنوارنے کے لئے طرح طرح کے خوشبودار تیل اور عطر فراہم کئے جاتے تھے۔ جس کے لئے سینکڑوں خدمت گار دن میں کئی مرتبہ نئی پوشاکیں لئے حاضر ہوتے تھے اور جس نے کبھی طلائی سواری کے بغیر سفر نہیں کیا تھا۔

ایک سدھارتھ' جوگی تھے جن کے جسم پر پھٹا پرانا اور بوسیدہ لباس تھا۔ سر کے بال کٹ چکے تھے۔ زیورات غائب تھے۔ نرم و نازک پاؤں پتھروں کی نوکیلی کنکریوں پر چل رہے تھے۔ کمر میں رسی کا کمربند تھا اور ہاتھ میں کشکول---- یہ وہ سدھارتھ تھے جن کو آرام اور آسائش کی ہر چیز سے نفرت تھی۔ یہ وہ سدھارتھ تھے جن کو ہر جاندار سے پیار تھا۔

اس نئے روپ کے ساتھ نوجوان ولی عہد' سنیاسی ہو گئے۔

اے قادر مطلق! کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تو اس دنیا میں کس شخص کو کس چیز سے نوازے گا۔ جس نے یہ سوچا تھا کہ میں ہمیشہ سلطنت و حکومت کی خوشیوں میں رہوں گا' تو نے اس کے ہاتھ میں کشکول دے کر اسے محل سے باہر نکال دیا۔ جو یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ اب زندگی کی کشتی صرف سکھ کے سمندر میں تیرتی رہے گی۔ اس کو تم نے غم کے بحر بے کراں میں غرق کر دیا۔ جس نے مصیبت کے گہرے کنوئیں میں پڑے ہوئے یہ یقین کر لیا تھا کہ اب آسانیوں کا چاند طلوع نہیں ہو سکتا۔ اسے تو نے خوشی کے مینار کی سب سے اونچی منزل پر بٹھا دیا۔ یہ تیری قدرت کے عجیب نشیب و فراز ہیں۔ کبھی بادشاہ کو فقیر کر دیتا ہے اور کبھی فقیروں کو خاک سے اٹھا کر تخت تک لے آتا ہے۔ اے قادر مطلق! یہ تمہاری رضا اور مصلحت کے انتہائی گہرے بھید' ہم کیا جانیں؟

باپ کی دولت' دلکش محل' سلطنت' حکومت' اپنی نیک سیرت نوجوان بیوی اور نومولود بیٹے کو چھوڑ کر سدھارتھ انتیس (29) برس کی عمر میں فقیر ہو گئے۔

چھندک ولی عہد کو سنیاسی کے بھیس میں دیکھ کر کپڑے سے اپنا منہ ڈھانپ کر آہ و زاری کرنے لگا۔ کنتھک گھوڑا بھی شہزادے کو اس نئی حالت میں دیکھ کر اداس اور آبدیدہ ہو گیا۔ لمبی مسافت کے بعد' اس دورافتادہ ندی کے کنارے شہزادے سے فقیر بن جانے کے بعد سدھارتھ بولے:

"چھندک! یہ زیورات میرے والد محترم تک پہنچا دینا۔ سب سے کہہ دینا کہ

میرے لئے اداس نہ ہوں۔ میرے محترم باپ سے کہنا کہ میں ناشکر گزار نہیں ہوں اور نہ ہی میں کسی دنیاوی دکھ سے گھبرا کر سنیاسی بنا ہوں۔ میں تو دکھوں کو دور کرنے کا ذریعہ تلاش کرنے اور لوگوں کی انتہائی خراب حالت کو سنوارنے کے لئے جوگی بنا ہوں۔ جب میری مراد پوری ہو جائے گی' تب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ میرا وعدہ ہے کہ جب بھی ایسا کوئی وقت آیا میں سب کے آنسو خود اپنے ہاتھوں سے آکر صاف کروں گا۔ چھندک! تم جلدی واپس جاؤ اور میرے گھبرائے ہوئے باپ کو میری نسبت خبر دے کر تسلی دو۔ اگر تم نے یہاں زیادہ دیر کی تو ممکن ہے وہ میری جدائی کی تاب نہ لا کر چل بسیں۔ اگر وہ نہ رہے تو میرے ننھے بچے کی حفاظت اور پرورش کون کرے گا۔ چھندک زیادہ دیر نہ کرو۔ میرے لئے پریشان ہونے کی بجائے تم جلد از جلد گھر جانے کی فکر کرو۔"

چھندک گھوڑے لے کر اداس دل کے ساتھ واپس ہوا۔ حد نگاہ تک وہ پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا رہا——— اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک سدھارتھ اسے نظر آتے رہے۔ جیسے ہی سدھارتھ آنکھ سے اوجھل ہوئے وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ وہ ایسی کیفیت میں کپل وستو کی طرف بڑھ رہا تھا جیسے کسی عزیز کو شمشان کی آگ کی نظر کر کے آیا ہو۔ کنتھک نامی گھوڑا بھی سدھارتھ کی جدائی سے ایسا بیکل ہوا کہ راستے میں ہی دم توڑ گیا۔

ولی عہد کے چلے جانے کے بعد اندرونی محل میں رہنے والی خواتین راج کمار (شہزادے) کو موجود نہ پا کر کمرہ بہ کمرہ انہیں تلاش کرنے لگیں۔ انہوں نے سارا محل چھان مارا مگر سدھارتھ ہوتے تو ملتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ناامید ہو کر وہ رونے پیٹنے پر اتر آئیں۔ صبح کاذب کی مہیب خاموشی میں ان کے بین کرنے کی آوازیں گونجیں تو گرد و نواح بھی پوری طرح بیدار ہو گیا۔ لوگ حیران ہو کر دریافت حال کے لئے جمع ہونے لگے۔ راجہ شدھودن کو کمار کی گمشدگی کی خبر ملی تو اس کے ہوش ہی اڑ گئے۔ اس نے اسی حالت میں شہزادے کو تلاش کرنے کے احکامات دیئے اور ملازمین حرکت میں آ

گئے۔ پورے شہر کو گھیر کر آبادی کا ہر کونا دیکھا گیا۔۔۔۔ لیکن سدھارتھ نہیں تھے۔ سدھارتھ شہر میں نہ ملے تو پوری شاکیہ سلطنت میں گھڑ سوار دوڑا دیئے گئے۔ ان گھڑ سوار دستوں نے جنگل' پہاڑ اور میدان سب چھان مارے لیکن ناکام رہے۔ تلاش البتہ جاری رکھی گئی۔ اسی دوران گھڑ سواروں کے ایک گروہ نے دیکھا کہ چھندک روتا ہوا آ رہا ہے اور اس کے پاس سدھارتھ کے زیورات بھی ہیں۔ جب چھندک نے بتایا کہ ولی عہد سنیاسی ہو گئے ہیں اور اب محل میں نہیں لوٹیں گے تو تلاش کرنے والے افسردہ خاطر ہو کر چھندک کے ساتھ ہی شہر کی طرف واپس ہو لئے۔

پیارے لخت جگر کی جدائی سے بے حال راجہ شدھودن محل میں بیٹھا تھا۔ اسے کسی پہلو قرار نہ تھا۔ چھندک متلاشی ٹولیوں کے چند سرکردہ افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ مختصر الفاظ میں ساری کتھا بیان کی اور زیورات پیش کئے۔ چھندک کا بیان سنتے اور سدھارتھ کے زیورات دیکھتے ہی شدھودن نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔ گوتمی کی بھی یہی حالت تھی۔ اس کے دلخراش بین سن کر شدھودن کئی مرتبہ شدت غم سے بے ہوش ہوا اور پھر ہوش میں لایا گیا۔ راجہ کی آہ و زاری بھی پتھروں کو پگھلا رہی تھی۔ وہ روتا جاتا تھا اور پکارتا جاتا تھا۔

"ہائے' اے اندھے کی لاٹھی! بوڑھے کے سہارے! مجھ کو چھوڑ کر تو کہاں چلا گیا۔ ہائے بیٹے! میرا اور کوئی نہیں ہے۔ اب تیری جدائی کی تکلیف مجھ سے نہیں سہی جاتی۔ میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔"

شاکیہ خاندان کے بہت سے سرکردہ افراد جمع ہو چکے تھے۔ سب کی آنکھیں اس صدمہ کے باعث ساون کے بادلوں کی طرح برس رہی تھیں۔ بات اب محل سے باہر بھی پھیل چکی تھی۔ رعایا بھی راجہ شدھودن کے غم اور دکھ میں برابر کی شریک تھی۔ ہر طرف سے نالہ و زاری اور آہ و فغاں کے آوازے بلند ہو کر ڈوب جاتے اور پھر ابھرتے تھے۔۔۔۔ پورا شہر ماتم کر رہا تھا۔۔۔۔ پوری ریاست اداس اور سوگوار تھی۔ محل کے مکین ابھی تک سسکیاں لے رہے تھے۔ آخر کار راجہ شدھودن نے دل کو

مضبوط کیا اور بولا:

"مہا رشی کال دیو نے فرمایا تھا کہ تمہارا لڑکا مشہور زمانہ عاقل اور عالم ہو کر دنیا کے دکھوں کو دور کرنے کا اہتمام کرے گا۔ میرے بیٹے نے دنیا کے دکھ دور کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ اس سے بڑھ کر عظیم اور اچھا کام اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لئے اب سدھارتھ کے لئے کوئی دکھی نہ ہو۔ سب یہی دعا کرو کہ اس کا عہد بطریق احسن پورا ہو۔"

گوتمی بھی من میں برپا درد اور کرب کے طوفان کو دبا کر وہاں سے اٹھی اور چپ چاپ سدھارتھ کے تمام زیورات کو جا کر ایک تالاب میں پھینک آئی۔ کیونکہ ان زیورات کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ یوں اس نے ولی عہد کی مادی یادگار کو تو گہرے پانی میں غرق کر دیا تھا لیکن اپنے دل کو کہاں ڈبوتی جس کی ہر دھڑکن "سدھارتھ' سدھارتھ' میرے بچے' میرے بچے۔" پکارتی تھی۔

گوپا کا حال ناقابل بیان تھا۔ یہ خبر سنتے ہی کہ ولی عہد چلے گئے ہیں' اس کے سر پر جیسے آسمانی بجلی گر پڑی۔ وہ چیخی نہ چلائی' فقط آنسو بہاتی رہی۔ لیکن جیسے ہی چھندک سامنے آیا گوپا اسے دیکھ کر چلائی بھی' چیخی بھی اور بین بھی کرتی رہی۔ دل میں بھرا لاوا پھوٹ پھوٹ کر بہہ گیا۔ گوپا نے اپنے گھنے' لمبے اور خوبصورت بال کاٹ ڈالے کیونکہ اس کے خاوند نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ گوپا نے ایک ایک کر کے تمام زیورات اتار پھینکے کیونکہ اس کے مجازی خدا نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ گوپا نے بھی سدھارتھ کی تقلید میں شاہی پوشاک اتار کر معمولی لباس زیب تن کر لیا۔ زمین پر سونا اور وقت بے وقت تھوڑا بہت کھانا اس کا معمول بن گیا۔ کبھی وہ طویل مدت تک کسی چیز کو منہ نہ لگاتی تھی۔۔۔۔ ایک طرح سے وہ اپنے خاوند کے جیتے جی ہی بیوہ ہو گئی۔ اس کے خاوند سنیاسی بن گئے تھے۔۔۔۔ وہ بھی قیامت خیز جوانی کا لحاظ نہ کرتے ہوئے اپنے جوگی کی جوگن بن گئی۔ اس نے اپنے آپ کو اپنے پیارے کے رنگ میں رنگ لیا اور وفا کی پتلی ہونے کا بھرپور ثبوت فراہم کیا۔ تمام عزیز و اقارب گوپا کو اس حالت میں دیکھ کر

افسوس کرتے لیکن سمجھانے کی کوشش کوئی نہ کرتا کیونکہ سمجھانا بے کار تھا۔ گوپا خاوند کی محبت میں وہاں تک جا چکی تھی جہاں سے واپسی ممکن نہ تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر زمین روتی اور آسمان چیختا تھا' عام انسانوں پر دکھ کی اس مورتی کو دیکھ کر کیا گزرتی ہو گی' اس کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔ گوپا کے باپ ونڈ پانی نے کچھ قریبی رشتہ داروں کو ساتھ لے کر اسے بہت تسلی دی' لیکن کسی صورت نہ من کی بے قراری کو قرار آیا۔ ونڈ پانی نے گوپا سے کہا کہ وہ اس کے پاس آ جائے۔ آب و ہوا کی تبدیلی سے اس کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا اور اسے اس صدمہ سے نکلنے میں مدد ملے گی جو اس کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے لیکن گوپا نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا اور کہا کہ میں اپنے خاوند کا گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ وہ اپنے جان سے پیارے خاوند کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی تھی' اس لئے اس نے اپنے آپ کو دکھوں کی بھٹی میں جھونک دیا۔

یہی وہ وقت تھا جب سدھارتھ کی پیاری گوپا کے تمام سکھوں اور خوشیوں کا عملی طور پر ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

چھٹا باب

عبادت اور ریاضت کا نتیجہ

سدھارتھ نے دنیاوی عیش و آرام ہمیشہ کے لئے ترک کر کے "انما" ندی کے کنارے پھیلے "انو پریہ" نامی آم کے باغ میں سات دن گزارے۔ وہ بہت خوش تھے کہ دنیاوی بندھن کاٹنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ سدھارتھ سوچ رہے تھے کہ اب وہ اپنی تمام قلبی و ذہنی قوتیں حصول مقصد کے لئے صرف کر سکیں گے۔ سات دن کے بعد انو پریہ جنگل کو چھوڑ کر وہ جنوب مشرق کی طرف آگے بڑھنے لگے۔ راستے میں شاکی' پدما اور برمہ رشی ریوت کے آشرم میں مہمان رہے۔ ان سب نے اس نئے اور نوجوان سنیاسی کو بہت محبت کے ساتھ اپنے ہاں جگہ دی۔ اسی طرح سفر کرتے ہوئے آخرکار سدھارتھ ویشالی (28) شہر جا پہنچے۔ وہاں "آراڑ کلام" (29) نامی ایک بہت بڑا پنڈت 300 شاگردوں کے ساتھ رہتا تھا۔ آراڑ سدھارتھ کے لاثانی حسن کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے بہت احترام سے انہیں اپنے آشرم میں جگہ دی۔ سدھارتھ ان سے فلسفہ مذہب کے علاوہ علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ نہایت مختصر مدت میں ہی انہوں نے گرو (استاد) کی تمام علمی استعداد سے کامل طور پر استفادہ کر لیا۔ لیکن جس منزل کے لئے انہوں نے دنیا سے منہ موڑا تھا' وہ نہ ملی۔ اس لئے سدھارتھ نے آراڑ کلام کے آشرم کو الوداع کہا اور راج گرہ (30) کی طرف روانہ ہوئے۔ باطنی پیاس کی شدت نے ان کے لئے کٹھن راستے آسان اور لمبے سفر مختصر کر دیئے تھے۔

راج گرہ اس وقت سلطنت مگدھ کا صدر مقام تھا۔ یہاں راجہ بمبی سار (31) کی حکمرانی تھی' جس کی طاقت اور بہادری کا ہر طرف ڈنکا بجتا تھا۔ بندھیاچل کی پانچ

پہاڑیوں نے اس شہر کو گھیر کر اس کی قدرتی خوبصورتی کو مزید بڑھا دیا تھا۔ ان پہاڑوں کی سنسان غاروں میں عابد و زاہد لوگ قادر مطلق کی رضا حاصل کرنے کے لئے شدید قسم کی ریاضتیں کرتے تھے۔ چونکہ یہ غار آبادی سے زیادہ دور نہ تھے' اس لئے ان کے خدا رسیدہ مکینوں کو خلوت کے فوائد کے علاوہ وہ تمام سہولیات بھی میسر تھیں' جو ایک شہر کے قریب رہنے والوں کو حاصل ہو سکتی ہیں۔

سدھارتھ نے شہر کے نزدیک ہی پانڈو (32) نامی پہاڑ کی ایک ویران غار کو اپنے مسکن کے طور پر منتخب کر لیا۔ وہ صبح سویرے کشکول ہاتھ میں لے کر راج گرہ شہر کے ہر مکان کے دروازے پر بھیک مانگنے کے لئے جانے لگے۔ شہر کے لوگ اس عجیب و غریب مگر خوبصورت بھکاری کی فریفتہ کر دینے والی وجاہت کو رشک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ عورتیں ان کے دیدار سے سیر نہ ہوتی تھیں' وہ بار بار ان کو دیکھنے کے لئے روزمرہ کا گھریلو کام کاج چھوڑ کر دریچوں اور دروازوں میں آ جاتیں۔ راستہ چلنے والے انہیں دیکھ کر قدم اٹھانا بھول جاتے۔ کسی بازار سے سدھارتھ کا گزر ہوتا تو کیا گاہک' کیا دکاندار سب آنکھیں جھپکنا بھول جایا کرتے۔

شہر کے محافظوں نے راجہ کے پاس جا کر خبر دی کہ ایک غیر معمولی طور پر حسین و جمیل شخص شہر میں آ کر بھیک مانگتا ہے۔ اس کے حسن کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے خدا خود مجسم ہو گیا ہے یا چاند راہو (33) کے ڈر سے بھاگ کر اس شہر میں اتر آیا ہے۔ راجہ بمبی سار نے بھی اپنے محل کی کھڑکی سے ایک روز اس نوجوان بھکاری کے درشن کئے اور اشتیاق اتنا بڑھا کہ نوکروں کو ان کے پیچھے جا کر حقیقت حال معلوم کرنے کا حکم دے دیا۔ (34)

سدھارتھ نے اپنے ٹھکانے پانڈوشیل کے پاس جا کر بھیک میں ملی مختلف چیزیں کھانی شروع کیں۔ بچپن سے ہی شاہی کھانوں سے لطف اندوز ہوتے چلے آئے تھے اس لئے انہوں نے نہایت تکلیف کے ساتھ وہ بدمزا کھانا حلق سے اتارا جو عام گھروں سے مانگ کر لائے تھے۔ کئی دفعہ قے بھی آئی۔ لیکن آہستہ آہستہ ان کے معدے نے

وہ اشیائے خورد و نوش قبول کرنی شروع کر دیں، جو اس سے پہلے کبھی اس میں نہ گئی تھیں۔ کپل وستو کے ولی عہد ایسی بھدی اور بدمزہ خوراک کھا کر اپنی بھوک مٹا رہے تھے، جسے شاید غریب سے غریب شخص بھی بخوشی نہ کھا سکے۔ لیکن ایسی تکالیف برداشت کئے بغیر کیا سدھارتھ کبھی "بدھ" کا خطاب پا سکتے تھے؟ سکھ کی سیج پر سونے والوں کو وہ اعلیٰ مرتبہ نہیں ملا کرتا، جس کی تلاش میں سدھارتھ سرگرداں تھے۔

راجہ کے ملازمین نے سدھارتھ کو پانڈو شیل کی غار میں کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر راجہ کو اطلاع کر دی۔ راجہ کچھ پنڈتوں اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر ان کے پاس گیا اور ایک پتھر پر بیٹھ کر پوچھنے لگا:

"اے الوہی خوبصورتی کے حامل عظیم انسان! آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟"

سدھارتھ نے صرف یہ جواب دیا:

"مہاراج! میں شاکیہ سلطنت کے صدر مقام کپل وستو سے آیا ہوں۔" لیکن اس کے بعد ہونے والی بات چیت کے ذریعے راجہ کو معلوم ہو گیا کہ یہ بھکاری دراصل راجہ شدھودن کے بیٹے سدھارتھ ہیں۔

اگرچہ اس سے پہلے بمبی سار کے ساتھ سدھارتھ کی ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی، لیکن چونکہ بچپن کے زمانہ سے ہی دونوں ولی عہد آپس میں اظہار دوستی کے لئے طرح طرح کی اشیاء تحفہ کے طور پر ایک دوسرے کو بھیجا کرتے تھے۔ اس لئے بمبی سار اپنے پرانے دوست کو، جن سے ملاقات کا اس کو خیال تک نہ تھا، مل کر نہایت خوش ہوا۔

بمبی سار نے یہ خیال کر کے کہ شاید گھر میں کسی قسم کا جھگڑا ہونے کے سبب سدھارتھ سلطنت کو چھوڑ کر سنیاسی ہوئے ہیں، کہا:

"پیارے بھائی! آپ کیوں سنیاسی ہوئے ہیں؟ آپ سلطنت کے امور میں میری مدد کریں۔ میں آپ کی ہر خواہش کی تکمیل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا۔ آپ جنگل کے پہاڑ کی اس ویران غار میں نہ رہیں۔ گھاس کا بستر زمین پر بچھا کر سونا چھوڑ

دیں۔ آپ کا نازک جسم ان روحانی مشقتوں کے لئے نہیں ہے۔ آپ میری سلطنت میں رہ کر ہر طرح کے آرام و عیش سے استفادہ کریں۔"

سدھارتھ نے کہا:

"اے بادشاہ! تمہارا اقبال بلند ہو۔ میں خواہش کی پیروی نہیں کرتا۔ کیونکہ خواہش زہر اور بے شمار برائیوں کی جڑ ہے۔ یہ جانداروں کو دوزخ میں لے جاتی اور انسانوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ خواہش نفرت کے قابل ہے۔ دانشور لوگ اسے برا خیال کرتے ہیں۔ میں نے اسے سڑے ہوئے حیوانی گوشت کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ خواہش کا غلبہ ساون کے بادل اور تیز رفتار ہوا کی طرح ناپائیدار ہے۔ یہ تمام اچھائیوں کو برباد کر ڈالتا ہے۔ ہوس خیز چیزوں کے حصول میں ناکامی سے دل جلتا ہے اور انھیں حاصل کر کے طلب اور بھی بڑھتی ہے۔ خواہش جب اختیار سے باہر ہوتی ہے تو بہت دکھ ہوتا ہے۔ پس خواہش بہت ہی خطرناک چیز ہے۔ اس کے کئی روپ ہیں۔ دنیا میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ملتا' جسے خواہش کی تسکین کے تمام سامان میسر ہوں۔ بالفرض اگر کسی کو جملہ سامان عیش و راحت مل بھی جائیں تو ان سے اس کا سیر ہونا ممکن نہیں ہے۔

"اے راجا! جن کو اپنی خواہشات پر اختیار ہوتا ہے۔ جو دانشور اور عالم ہوتے ہیں' وہ حقیقی تسکین سے مستفید ہوتے ہیں۔ خواہشوں میں ڈوب کر تسکین کا حاصل ہونا محال ہے۔ عالم لوگ بھی اگر خواہشات کے نرغے میں آ جائیں تو بے اختیار اور جاہل ہو جاتے ہیں۔ جس طرح نمک ملا پانی پینے سے پیاس بجھنے کی بجائے مزید بھڑکتی ہے' اسی طرح خواہشات کا دامن تھامنے سے بھی تسکین نہیں ملتی بلکہ بے چینی فروغ پاتی ہے۔

"اے دھرتی کے کفیل! غور کر کے دیکھو! یہ جسم کتنا ناپائیدار اور دکھ کا گھر ہے۔ اس کے نو رستوں (35) سے ہمیشہ غلاظت خارج ہوتی رہتی ہے۔ جسمانی خوشیاں میرے لئے کوئی کشش نہیں رکھتیں۔ میں عیش و راحت کے بے شمار سامان اور ہزاروں حسین و جمیل عورتوں کو چھوڑ کر حقیقی دنیا کی تلاش' نجات کی منزل کے حصول اور اعلیٰ

علم کی تحصیل کی خواہش لے کر گھر سے نکلا ہوں۔"

بمبی سار پر یہ باتیں سنتے ہوئے واضح ہو گیا کہ سدھارتھ دنیاوی آسائشات کے بھوکے نہیں ہیں۔ اس نے درخواست کی:

"آپ وعدہ کریں کہ الوہی علوم کی تحصیل کرنے کے بعد میرے گھر کو ضرور رونق بخشیں گے تاکہ میں بھی فیض یاب کہلا سکوں۔" سدھارتھ نے راجہ کی اس درخواست کو قبول و منظور کیا اور کوہ بہ کوہ پھرنے لگے۔

ایک پہاڑ کی غار میں رام پتر رودرک (36) نامی ایک رشی رہتے تھے۔ وہ سات سو شاگردوں کو شاستر (37) پڑھاتے تھے۔ سدھارتھ نے بھی ان کی شاگردی اختیار کر لی اور تھوڑے ہی دنوں میں علم و فضل کے اعتبار سے استاد کے ہم پلہ ہو گئے۔ یہ دیکھتے ہوئے رودرک نے کہا کہ ہم دونوں مل کر شاگردوں کو تعلیم دیں۔ لیکن سدھارتھ نے یہ تجویز قبول نہ کی اور کہا:

"میں الوہی اطمینان حاصل کرنے کے لئے ان راہوں میں نکلا ہوں۔ آپ کے پاس رہ کر اس منزل کا حصول مشکل ہے۔ اس لئے میرا ارادہ یہاں زیادہ دیر ٹھہرنے کا نہیں ہے۔"

سدھارتھ نے آراڑ اور رودرک نامی رشیوں سے ہندو شاستر پڑھے، جوگ اور سنیاس کے طریقہ کی تعلیم حاصل کی اور مندرجہ ذیل سات قسم کے مراقبے کرنے کے بارے میں جملہ معلومات حاصل کیں:

(i) ایسا مراقبہ جس سے دل کی صفائی اور فروتنی حاصل ہو۔

(ii) تمام شکوک سے بالا جا کر سکون حاصل ہو۔

(iii) سکھ اور دکھ کی تقسیم سے بالاتر ہونا ممکن ہو۔

(iv) دنیا کے معمولی قواعد و ضوابط سے بلند ہو جائیں۔

(v) لامحدودیت کا یقین ہو۔

(vi) روح کا لافانی تصور حاصل ہو۔

(vii) ہر قسم کے دنیاوی سامان حقیر محسوس ہوں۔

لیکن یہ رشی اس قسم کا کوئی مراقبہ نہیں سکھا سکتے تھے جس سے عدم اور وجود کے ادراک کی تمیز ہی ختم ہو کر رہ جائے' اس لئے سدھارتھ کا دلی مقصد ان کی صحبت میں رہ کر بھی پورا نہ ہوا۔

انہوں نے خیال کیا کہ آراڑ اور رودرک رشیوں نے عیش و آرام کے سامان سے اپنے آپ کو تو الگ کر لیا ہے لیکن دل کو الگ نہیں کر پائے۔ اس لئے وہ باطنی طور پر اب بھی حرص کی پیروی کر رہے ہیں۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو صرف ایسا فعل کرنے سے روکے رکھا' جو گناہ کہلاتا ہے تو کیا فائدہ۔ کمال تو یہ ہے کہ باطن سے وہ خواہش ہی مٹا دی جائے جو گناہ پر اکساتی ہے۔ جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہو' ہر ریاضت بے معنی اور ہر عبادت لاحاصل ہے۔ اس لئے میں صرف شاستروں کی تعلیم پا کر اور اپنے آپ کو گناہ سے بچا کر الوہی تسکین نہیں پا سکتا۔ میں اب اپنے جسم اور دل کو ایسی کیفیت میں لے جاؤں گا کہ گناہ کی خواہش کا پیدا ہونا ہی ناممکن ہو جائے۔ میں سخت ریاضت کر کے اپنے باطن کو پاک کروں گا کیونکہ جب تک ہیرے کو تراش تراش کر خوبصورت نہ بنایا جائے' اس کا بے ڈھنگا پن ختم نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب تک جسم اور دل کو سخت ترین ریاضتوں میں نہ جھونک دیا جائے' تب تک باطنی پاکیزگی حاصل اور خواہش کی غلامی سے نجات نصیب نہیں ہوتی۔

سدھارتھ اسی قسم کی سوچوں میں ڈوبے گھومتے رہے۔ ایک دن وہ اروبلو (38) نامی گاؤں میں پہنچے۔ اس گاؤں کے نواح میں نئی رنجن (39) ندی بہتی تھی۔ ندی کے آس پاس کا جنگل ہرے بھرے درختوں اور خوشبودار پھولوں کی بیلوں سے مالا مال تھا۔ انواع و اقسام کے پرندے درختوں کی شاخوں پر چہکتے پھرتے تھے۔ درختوں کے بعض جھنڈ پھولدار بیلوں سے اس طرح ڈھکے ہوئے تھے کہ قدرتی جھونپڑیوں کی شکل اختیار کر گئے تھے۔ ندی کے کنارے کے ساتھ ساتھ سایہ دار مقامات پر پتھروں کے بڑے بڑے ٹکڑے گویا آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے۔ غرضیکہ تمام علاقہ پاکیزگی کا سرچشمہ اور

امن و سکون کا گہوارہ معلوم ہوتا تھا۔

اس ویران جگہ کی خوبصورتی کو دیکھ کر سدھارتھ کے دل میں بے اختیار فطرت کے لئے ایک لامحدود پیار بیدار ہو گیا۔ اپنے ملک کی ناگفتہ بہ حالت کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ لوگ نجات کے حقیقی رستوں کو فراموش کر کے فقط کھیل تماشوں میں محو ہیں۔ لیکن یہ جان کر انہیں اور بھی دکھ ہوتا تھا کہ جن لوگوں نے بھٹکے ہوئے مسافروں کو راہ راست پر لانا ہے' وہ خود ایسے رستوں کا انتخاب کر چکے ہیں' جنہیں درست ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ ایسے لوگوں کا ایک گروہ محض منتروں کا جاپ' فاقہ کشی اور جنگلی پھلوں پر گزر اوقات کر کے خیال کرتا ہے کہ اس نے سیدھا راستہ پا لیا۔ دوسرا طبقہ انسانوں سے ہمکلام نہ ہونے' بہت کم کھانے یا بالکل بھوکا رہنے ہی میں نجات ملنے کا یقین رکھتا ہے۔ تیسرا دھڑا کشا کی نشست یا ہرن کی کھال پر آنکھیں بند کر کے بیٹھے رہنے اور عقیدت مندوں سے ٹانگیں دبوانے کو روحانیت کی انتہا سمجھتا ہے۔ کوئی چیتھڑے پہنے رہتا ہے' کوئی سرتاپا برہنہ رہنے کو ترجیح دیتا ہے' کوئی جسم پر راکھ ڈال کر نہال ہے' کوئی حقہ نوشی (40) کرتا ہے' کوئی پنچ اگنی (41) تاپتا ہے' کوئی ایک ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے بیٹھا رہتا ہے' کوئی ایک پاؤں پر کھڑا رہنے کو ریاضت جانتا ہے' کوئی انواع و اقسام کی جوگیانہ مشقوں میں مہارت حاصل کر رہا ہے' کوئی شانگنی (42) کرتا ہے' کوئی ہوم (43) کرتا ہے' کوئی شیطان کا پجاری بن بیٹھا ہے' کوئی چاند اور سورج کو مسلسل گھور کر اپنی روحانی طاقتوں کے جوہر دکھا رہا ہے' کوئی برہما (44)' وشنو(45)' رودر (46) اور اندر (47) کی پوجا میں غرق ہے اور کوئی پہاڑوں یا آبی ذرائع (48) کو مسجود گردانتا ہے لیکن دل کو پاکیزہ بنانے والا راستہ کون سا ہے؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ سدھارتھ نے سوچا:

"حقیقی ضابطہ حیات' خالص ریاضت اور صحیح مراقبہ کی نسبت نہ جاننے کی وجہ سے انسان تکلیف میں مبتلا ہیں۔ میں عظیم ریاضت میں مشغول ہو کر حقیقی ضابطہ حیات دریافت کروں گا اور پھر اسے لوگوں پر ظاہر کروں گا تاکہ وہ نجات کی منزل سے سرفراز

ہو سکیں۔"

اروبلو کے نواح کو ریاضت کے لئے موزوں سمجھ کر سدھارتھ نے روحانی جنگ کا آغاز کر دیا۔ وہ حواسوں پر فتح حاصل کرنے' گناہ کی باطنی ترغیبات کو فنا کرنے' استقلال کے حصول اور ارتکاز توجہ کے لئے مختلف قسم کے مراقبوں میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

اس دوران کونڈانیہ نامی جوگی اور ان کے چار دیگر برہمن ساتھی (49) سدھارتھ سے آ ملے' یہ سب تارک الدنیا تھے۔ اپنے حقیقی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے سدھارتھ سخت ریاضت میں کھو گئے۔ وہ ان تمام مشکلوں اور جان لیوا مرحلوں سے گزرے جو خواہشات کی نفی کرنے کے لئے درکار غیر معمولی طاقت کے حصول کی راہ میں پیش آیا کرتے ہیں۔ سدھارتھ نے وہ سب کچھ کیا جو ریاضت اور معرفت کی راہوں کا ایک مخلص مسافر کر سکتا ہے۔ پہلے وہ زمین پر براجمان ہو کر اسپھانک (50) نامی عظیم مراقبے میں محو ہوئے۔ انہوں نے قوت ارادی سے کام لے کر سانس روکنے کی مشق شروع کر دی اور جیسے جیسے اس مشق میں کامیاب ہوتے گئے' ویسے ویسے پھیپھڑے ساتھ چھوڑنے لگے۔ گرمی کا تو ذکر ہی کیا' اس مشق کے دوران سردی میں بھی وہ پسینے سے نہا جاتے۔ وہ جسم میں ہوا کی آمدورفت طویل دورانیوں کے لئے معطل کر لیتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے کانوں سے زور دار آوازیں خارج ہو رہی ہیں۔ یہ ایسی تکلیف دہ اور کربناک کیفیت ہے جس کی شدت لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس حالت میں بھی سدھارتھ نے اپنے استقلال میں فرق نہ آنے دیا اور پہلے سے بھی زیادہ قوت ارادی کے ساتھ ان مشقوں کو جاری رکھا۔ اس کا نتیجہ سر کے شدید درد اور پھیپھڑوں کی ناقابل برداشت تکلیف کی صورت میں برآمد ہوا۔ یہ سب کچھ وہ ایک ایسی لگن کے ساتھ کر رہے تھے جسے کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ یہ لگن اسی جنون کی ایک صورت تھی' جس کے تحت انسانیت کے لاتعداد محسنوں نے ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ دنیا ان کے احسانات کے بوجھ تلے دب گئی۔ انسانیت کے یہ

محسن یعنی سدھارتھ بھی اسی لگن اور جنون کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن تھے۔ اس سفر میں وہ انسانیت کی نجات اور بقاء کے لئے اپنے آپ کو مٹا رہے تھے۔ وہ یہ سب کچھ کرنے پر آخر کیوں آمادہ ہوئے؟ اس سوال کا جواب دینا عقل پرستوں کے بس کی بات نہیں۔

عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوق جنوں
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

پوری انسانیت سے عشق کی خاطر ہر طرح کے مادی اور جذباتی خزانے لٹا دینے والے سدھارتھ دو چار ماہ نہیں بلکہ چھ برس تک انتہائی سخت ریاضت میں مصروف رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دوران کبھی انہوں نے ایک بیر' کبھی تل اور کبھی چاول کا ایک دانہ کھا کر زندگی سے اپنا تعلق برقرار رکھا۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ ریاضت میں محویت کے باعث کئی کئی دن تک کھانے پینے کا خیال بھی پاس نہیں پھٹکتا تھا۔ وہ پیٹ کے تقاضوں سے اوپر اٹھنے کے ساتھ ساتھ موسموں کے مطالبوں سے بھی بے نیاز ہو چکے تھے۔ گرمی آئی اور آگ برسا کر چلی گئی۔۔۔۔ سردی آئی اور کپکپی بانٹ کر چلتی بنی۔۔۔ برسات کا موسم وارد ہوا اور رو دھو کر چلا گیا۔۔۔ موسم یونہی آتے اور جاتے رہے لیکن سدھارتھ کے باطن میں ایک ہی موسم کی حکمرانی رہی۔۔۔ وہ موسم بنی نوع انسان سے ہمدردی کا موسم تھا۔ سدھارتھ کی ریاضت کو جاری رہنا تھا' اس لئے جاری رہی۔

اروبلو نامی گاؤں کے پاس بہنے والی نئی رنجن ندی کے کناروں کا جنگل مارے سردی کے سمٹ کر رہ جاتا۔ برفیلی ہوا کی خوفناک سرگوشیاں سن کر ٹھٹھرے ہوئے درختوں کے پتے تھر تھر کانپنے لگتے۔ پرندے گھونسلوں میں دبک جاتے اور درندے غاروں میں۔ سردی جنگل بھر میں دندناتی پھرتی لیکن ایک سدھارتھ تھے کہ اس سے خائف نہ تھے۔ وہ ننگے بدن اپنی ریاضت میں محو رہتے۔ حشرات الارض کے کاٹنے سے جنگلی جانور بھی

کراہ اٹھتے لیکن سدھارتھ کو ان کی طرف سے کوئی تشویش لاحق نہ تھی۔ ناقابل تصور ریاضت کے ان چھ برسوں میں سدھارتھ نے ایک دن کے لئے بھی اپنی ٹانگیں پھیلائیں نہ نشست کی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ اس استقامت اور استقلال کی مثال ملنا مشکل ہے۔

اس جان لیوا ریاضت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماضی کے شہزادے اور حال کے جوگی کا بدن سوکھ کر کانٹا بن گیا۔ آنکھیں اندر دھنس گئیں۔ ہڈیاں اور رگیں نمایاں ہو گئیں۔ جسم اتنا کمزور ہو گیا کہ سدھارتھ کی ہیئت ہی بدل گئی۔ یہاں تک کہ ایک جیتے جاگتے انسان کے طور پر انہیں دیکھنا اور پہچان لینا مشکل ہو گیا۔ روایت ہے کہ اکثر اوقات جنگل میں لکڑیاں کاٹنے آنے والے لکڑہارے انجانے میں ان پر کوڑا کرکٹ اور طرح طرح کی غلاظتیں پھینک جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ اس قدر نحیف ہو گئے کہ ان کے شاگردوں کے لئے بھی یہ جاننا مشکل ہو گیا کہ وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔

اگرچہ سدھارتھ نے اپنی کٹھن ریاضت کے چھ سال گزار لئے اور اس دوران اچھا کھانا کھانے، عمدہ لباس زیب تن کرنے، کسی سے ملاقات کرنے، آنکھ بھر کر سونے، پیٹ بھر کر کھانے اور اسی نوعیت کی دوسری تمام خواہشات کا خیال تک بھی دل میں نہ لائے مگر پھر بھی ان کی امید پوری نہ ہو سکی۔ وہ اس مشکل ریاضت کے بعد بھی اپنا مقصد نہ پا سکے۔ ان دشوار ترین مرحلوں سے گزر کر بھی جب انہیں منزل کا نشان نہ ملا تو جان گئے کہ اس طرح جسم و جاں سے دشمنی کر کے کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔ اس نتیجہ پر پہنچ کر آخرکار ایک دن سدھارتھ اپنی ریاضتی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے اور نئی رونجن ندی کے کنارے کی طرف چہل قدمی کے لئے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن برسوں کی نقاہت آڑے آئی، چنانچہ لڑکھڑائے اور غش کھا کر زمین پر آ رہے۔ اسی حالت میں ان کا سانس بھی رک گیا۔ یہ دیکھ کر ان کے شاگرد سمجھے کہ سدھارتھ کی روح ان کے جسم کا ساتھ چھوڑ چکی ہے---- لیکن چراغ جل رہا تھا---- وہ ابھی زندہ تھے۔

سدھارتھ کا نظام تنفس بحال ہونے کے بعد شاگردوں کو ان کے زندہ ہونے کا یقین ہوا تو وہ منتشر دماغی‘ بے قراری اور خوشگوار حیرت کے ساتھ ان کی دیکھ بھال اور خدمت میں مصروف ہو گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے استاد آنکھیں کھولیں اور ان سے ہمکلام ہوں لیکن اس کا فوری امکان نظر نہیں آتا تھا۔

کافی دیر کے بعد سدھارتھ کی پلکوں میں ارتعاش پیدا ہوا اور پھر انسانیت کے محسن نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر گرد و پیش کو دیکھا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان کی حالت بہتر ہو رہی ہے۔

اس واقعہ کے بعد سدھارتھ پر عیاں ہو گیا کہ اعتدال سے گزر کر جسم کو تکلیف دینا غلط‘ بے فائدہ اور فضول طرز عمل ہے۔ ابتداء میں وہ سمجھتے تھے کہ جوگی بن کر‘ گیروے رنگ کا لباس زیب تن کر کے شدید مشقتوں اور ریاضت کے ذریعے وہ نہ صرف اپنے جملہ حواس پر فتح پا لیں گے بلکہ معرفت کے حصول میں بھی کامیاب و کامران ٹھہریں گے۔ لیکن اب عملی تجربے کے بعد معلوم ہوا کہ اعلیٰ مقاصد کے حصول کی تمام تر ریاضتوں میں جسم کی مناسب حفاظت اور دیکھ بھال بھی معرفت کی راہ کے مسافر کا اولین فرض قرار پاتی ہے۔ یہ سوچ کر سدھارتھ نے باقاعدگی سے مگر بتدریج غذا کا مناسب استعمال شروع کر دیا۔ برسوں کی کٹھن ریاضت کے دوران ان کا جوگیانہ لبادہ بوسیدہ ہو کر چیتھڑوں کی صورت اختیار کر چکا تھا‘ اس لئے ایک دن ندی کے کنارے واقع شمشان گھاٹ پر گئے۔ وہاں پر رادھا نامی کسی غریب عورت کی لاش پر ڈالا جانے والا کپڑا پڑا تھا۔ سدھارتھ نے یہ کپڑا اٹھایا اور دھو کر بدن پر سجا لیا۔ خوراک کے باقاعدہ استعمال سے رفتہ رفتہ ان کی جسمانی طاقت لوٹنے لگی تھی۔

سدھارتھ کے پانچوں شاگرد بھی روائتی طور پر یہی یقین رکھتے تھے کہ جسم کو تکلیف دیئے بغیر روحانی فتح حاصل کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا جب انہوں نے دیکھا کہ سدھارتھ جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کے لئے دوبارہ غذا کی طرف راغب ہو گئے ہیں اور بدن کو مناسب کپڑے سے چھپائے رکھتے ہیں تو انہیں بہت مایوسی ہوئی۔ ان کے

دل میں سدھارتھ کی بے لوث خدمت اور بے پناہ عقیدت کا جو جذبہ اب تک موجود تھا وہ یکایک سرد ہو گیا۔ وہ سمجھے کہ گرو جی (سدھارتھ) دوبارہ دنیا کی طرف مائل ہو کر معرفت کے حصول کی راہ سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ سدھارتھ پر ان کا اعتماد متزلزل ہو گیا اور وہ پانچوں ان سے الگ ہو کر کانشی (51) کے قریب ایک رشی کے آشرم میں چلے گئے تاکہ جلد از جلد روحانیت کی اعلیٰ منزلوں تک "رسائی" حاصل کر سکیں۔

کٹھن ریاضت کی جن جان لیوا مشقوں کو سدھارتھ نے اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ سمجھا تھا وہ بیکار ثابت ہوئی تھیں' حالانکہ انہوں نے ان مشقوں اور مراقبوں میں گم ہو کر کئی برسوں تک اپنی خبر بھی نہ رکھی تھی۔ یہ یقیناً مایوس کر دینے والی صورتحال تھی۔ لیکن اب بھی سدھارتھ کے دل میں یہی کشمکش جاری تھی کہ وہ اس دولت کو کیسے حاصل کریں' جس کا حصول ہی ان کی پہلی اور آخری خواہش ہے۔ معرفت کے حصول اور نجات کی منزل سے اب تک محروم رہنے کے باعث ان کا دماغ طرح طرح کے خیالوں سے بوجھل اور باطنی حالت مختلف شکوک و شبہات کی وجہ سے ناقابل بیان حد تک منتشر تھی۔ ایسے نازک وقت میں انسان کی کمزور روح کسی تحریک دینے والے یا حوصلہ افزائی کرنے والے ہمدرد کا تقاضا کرتی ہے اور یہ تقاضا بالکل فطری ہوتا ہے۔ کیونکہ مایوس اور ناکام آدمی کو ہمت بندھانے والی باتوں' پرجوش کرنے والے مشوروں اور دل کو ڈھارس دینے والی تسلیوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے' خصوصاً اس وقت جب وہ شدید محنت اور لگن کے باوجود بھی ناکام رہا ہو۔ لیکن افسوس کہ جب سدھارتھ اس صورتحال میں محصور ہوئے تو انہیں حوصلہ دینے والا بھی کوئی نہ تھا۔ ان کے شاگرد بھی انہیں جنگل میں اکیلا چھوڑ کر چلتے بنے۔ اب وہ بالکل اکیلے رہ گئے تھے۔ کوئی سہارا پاس نہیں تھا۔ کوئی ایسا ہمدرد یا غم گسار نہ تھا جو اس سنگین ذہنی کشمکش میں ان کا ساتھ دیتا۔ اس بے بسی اور بے کسی کی حالت میں وہ جدھر بھی دیکھتے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کے بدن میں موجود بدی کی قوتیں پھر سے متحرک

ہو کر اپنا رنگ دکھانا چاہتی ہیں۔ جو ان نازک لمحوں میں اپنے راستے پر چلتا رہتا ہے' جیت اسی کی ہوتی ہے۔ جو لڑکھڑا جائے وہ کہیں کا نہیں رہتا۔

سچائی پر انسان کا اعتماد جب تک مضبوط رہتا ہے تب تک نفسانی خواہشات پاس سے بھی نہیں گزرتیں لیکن جب انسان اعتماد اور یقین کھو دیتا ہے' تب یہی خواہشات آن واحد میں یوں حملہ آور ہوتی ہیں کہ سنبھلنے کا موقع بھی نہیں دیتیں۔ جب تک گناہ کی خوفناک اور کرب انگیز تصویر انسان کی نگاہ میں رہتی ہے' تب تک انسان گناہ کی دلدل میں گرنے کے لئے آسانی سے رضامند نہیں ہوتا۔--- یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات گناہ غلط دلیل کے بھیس یا بظاہر مقدس نظر آنے والے لبادے کی آڑ میں حملہ آور ہوتا ہے اور انسان کی باطنی سلطنت کو فتح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بہت مشکل صورتحال ہوتی ہے۔ سدھارتھ کے سر پر بھی یہی کڑا وقت آ کھڑا ہوا تھا۔ یہ ان کی آزمائش کا وقت تھا۔ چنانچہ امتحان شروع ہوا۔ نفسانی خواہشات کی ہلاکت خیزی (52) خیر خواہ دوست اور نہایت فیاض انسان کا بھیس بدل کر سدھارتھ کے پاس آئی اور اپنی شیریں کلامی کے جوہر دکھاتی ہوئی بولی:

"اے شاکیہ خاندان کے چشم و چراغ! اے کپل وستو کی خوشحال ریاست کے ولی عہد! اٹھو! اپنے خوبصورت جسم کو کیوں بے فائدہ تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہو؟ جسم کی حفاظت کئے بغیر الوہی قواعد و ضوابط کی پابندی کیسے ممکن ہے؟ میں تمہیں اس حالت میں دیکھ کر نہایت رنجیدہ اور دکھی ہوں۔ تمہارا جسم سوکھ کر کانٹا بن گیا ہے۔ تمہارا بے مثل حسن اور لاجواب رنگت خواب و خیال ہو کر رہ گئی ہے۔ تم کیا تھے اور کیا بن چکے ہو۔ اس راستہ کو چھوڑ دے اور واپس جا کر حکومت سنبھال۔ جا کر اپنی دولت عابدوں اور جوگیوں میں بانٹ۔ یہ بڑے ہی ثواب کا کام ہے۔"

نفسانی خواہشات کی ہلاکت خیزی کا تحریص اور ترغیب سے لتھڑا ہوا خطاب سن کر سدھارتھ کے مایوس باطن میں امید نے پھر کروٹ لی اور وہ جوش میں آ کر نہایت تند لہجے میں بولے:

"تو کون ہے' میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ مجھ کو ورغلانے اور بہلانے پھسلانے سے تجھے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ کم عقل' جاہل' نیک و بد کی تمیز سے بے بہرہ اور گناہ کی لذت کے طلبگار ہی تیرے رنگین لفظوں میں کھو کر گمراہ ہوتے ہیں۔ جسمانی اور نفسانی خواہشات کی تسکین' شہوت پرستی' نفرت' خواہش کی غلامی' خود پسندی' غرور' شک اور ناشکرا پن تیرے سپہ سالار ہیں۔ لیکن تیرے یہ سپہ سالار دنیاوی خواہشات کی حرص اور جسمانی تقاضوں کی ہوس میں گرفتار لوگوں کو ہی شکست دے سکتے ہیں' مجھے ہرگز فتح نہیں کر سکتے۔

"میں موت کی پروا نہیں کرتا۔ موت میں ہی میری زندگی ہے۔ میں عالم کی آفاقی زندگی کے روپ میں زندہ رہوں گا اور اپنے اس عہد کو کبھی نہ توڑوں گا۔ جس طرح ہوا ندی کے پانی کو خشک کرتی ہے' اسی طرح موت ایک دن جسم میں بھاگ دوڑ کرنے والے خون کو خشک کرے گی' مجھے اس امر کو جان کر کچھ بھی حیرت نہیں ہوتی۔ مجھے ریاضت میں اپنا جسم گھل جانے اور خون جل جانے پر بیحد خوشی ہے۔ اسی جذبے کے باعث مجھے مراقبہ میں استقامت برقرار رکھنے کی طاقت' باطنی آزادی اور حواسی خود مختاری حاصل ہو گی۔ تب افضل ترین حقائق مجھ پر منکشف ہو جائیں گے۔

"جس کا دل گداز اور لطیف ہے' اسے جسم کی کیا ضرورت

ہے۔ بہادری، دانائی اور ہمت کا مجھ میں کوئی فقدان نہیں۔ نہ ہی دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے جو مجھ کو میرے مصمم ارادے سے باز رکھ سکے۔

"گھٹیا زندگی سے موت بہتر ہے۔ حواسوں اور خواہشات کی غلامی میں رہ کر زندگی بسر کرنے سے مر جانا ہی اچھا ہے۔ اے نفسانی اور جسمانی خواہشات کی ہلاکت آفرینی آئندہ میرے پاس نہ آنا۔ مجھ سے تمہیں کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔"

سدھارتھ کے ان سچ میں بھیگے ہوئے لفظوں نے گناہ کی خواہش کے سارے کس بل نکال دیئے۔ بدی کی ترغیب اس نیک سیرت انسان کے ہاتھوں شکست کھا گئی۔

سدھارتھ نے اپنے دلی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے استدلال سے متجاوز شدید ریاضت کا جو ذریعہ اختیار کیا تھا وہ ناکام ہو چکا تھا۔ نتیجہ کے طور پر شاگرد بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ایسی حالت میں وہ ہر طرف سے مایوس تھے۔ ان کی دماغی اور قلبی حالت اتنی دگرگوں تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ اب کیا کریں؟ انتہائی مایوسی کے ان لمحوں میں وہ سوچتے :

"کیا میری امید پوری نہیں ہو گی؟ کیا کوئی ایسا طریقہ یا ذریعہ نہیں ہے جس کی مدد سے باطن کو ظاہری وجودوں کے احساس سے ماورا کر لیا جائے؟" یونہی ساعت بساعت طرح طرح کے شکوک ان کے دل و دماغ میں سر اٹھانے لگے۔ جن علوم ظاہری پر وہ مدت سے یقین کرتے چلے آئے تھے، ان کی سچائی کے سورج کو شک کا گہن لگ گیا۔ جسمانی ریاضت کو انہوں نے نجات کے حصول کا ذریعہ خیال کیا لیکن اس سے نجات تو کیا قرار تک نہ ملا۔

اگرچہ وہ سالہا سال سے دنیا اور اس کی آسائشات کو فانی اور غیر حقیقی محسوس کرتے چلے آئے تھے اور ان کو پختہ یقین تھا کہ دنیا میں گناہ کا جو بیج بویا جا چکا ہے، اس سے جلد یا بدیر زہریلے اور مہلک پھل ضرور پیدا ہوں گے لیکن موجودہ مایوس لمحوں

میں وہی بے حقیقت دنیا ایک نئی صورت میں ان کے سامنے جلوہ گر ہو گئی۔ کپل وستو کی سلطنت' شاکیہ خاندان کی عظمت' دولت کی فراوانی' جاہ و حشمت کی تابانی' نسلی مرتبہ' شاہی دبدبہ' گھر کی راحت اور عزیز و اقارب کی محبت——— وغیرہ وغیرہ——— یہ سب تصویریں ایک ایک کر کے ان کی نگاہوں سے گزرنے لگیں۔ ان نظاروں کو دیکھ کر مایوس سدھارتھ کا دل پگھل کر رہ گیا۔ اسی کیفیت کے زیر اثر انہوں نے سوچا:

"کیا مجھے گھر واپس لوٹ جانا چاہئے؟ مجھے دیکھے بغیر میرے والد کو جو ناقابل بیان تکلیف ہو رہی ہو گی' اس کا اندازہ کرنا محال ہے۔ میری ماں گوتمی نے میرے فراق میں کھانا پینا تک چھوڑ دیا ہو گا۔ میری جدائی کے باعث گوپا ایک بیوہ سے بھی بدتر زندگی گزار رہی ہو گی۔ میرا بیٹا خود کو باپ کے زندہ ہوتے ہوئے بھی یتیم ہی تصور کرتا ہو گا۔ دوست غمگین' احباب پریشان اور رشتہ دار اداس ہوں گے۔" ان لمحوں میں وہ سنجیدگی سے گھر لوٹ جانے کے بارے میں سوچنے لگے لیکن پھر یکایک اندھیری سمتیں روشن ہو گئیں اور انہوں نے سوچا:

"میں نے باپ کو جیتے جی مار دیا' بیوی کو اپنے ہاتھوں سے بیوہ کر دیا' بیٹے کو یتیم کر کے چلا آیا' شاہی محل کو شمشان گھاٹ تصور کر کے جوگی ہو گیا اور اپنے آپ کو اس قدر مصائب میں ڈال لیا کہ حلیہ بگڑ کر رہ گیا۔ یہ سب کچھ میں نے کیوں کیا؟ جس اعلیٰ و ارفع مقصد کی خاطر میں نے یہ سب تکالیف برداشت کیں کیا اسے بھول جاؤں؟ اگر ایسا کروں تو کیا میں اپنے آپ کو کبھی معاف کر سکوں گا؟ کیا انسان کی فکری استقامت کا کوئی متعین مقام نہیں ہے؟ اگر مجھے نجات کا راستہ ہی نہ ملا تو یہ فانی اور ناپائیدار جسم سنبھال سنبھال کر رکھنے سے کیا حاصل؟ اگر میں جانداروں کے دکھوں کا بوجھ ہلکا نہ کر سکا تو پھر آرام و آسائش میں مزید کچھ دیر زندہ رہ کر کیا تیر مار لوں گا؟ عام لوگوں کی دنیا میں واپس جانے سے کیا میرا اداس اور بے قرار دل طمانیت سے ہمکنار ہو جائے گا؟ جس دولت کے لئے میرا باطن بے تاب ہے وہ دنیا میں رہ کر تو حاصل ہی نہیں کی جا سکتی۔ دنیا میں میرے لئے کوئی سکھ نہیں ہے' اس لئے اب میں گھر واپس نہیں جاؤں

گا۔"

یہ فیصلہ کر کے بے شک سدھارتھ نے اپنے آپ کو ایک بار پھر بھٹکنے سے بچا لیا تھا اور خواہشات کے شدید حملے سے بچ نکلے تھے لیکن فیصلہ وہ اب بھی نہیں کر پا رہے تھے کہ جو اب تک لاحاصل ہے اس کی جستجو کس انداز میں کی جائے کہ مراد بر آئے۔ سابقہ ریاضتیں خاک ہو چکی تھیں۔ ساتھی ساتھ چھوڑ کر نئی منزلوں کی طرف گامزن ہو گئے تھے۔ اب جنگل کی ویرانیاں' زمین کا فرش اور آسمان کی چھت تھی یا پھر مایوس سدھارتھ۔ یہ ایسا وقت تھا جس کی تلخی' گھٹن اور مایوسی کو بیان کرنا مشکل ہے۔

ناامیدی سے معمور ان ایام میں بھی سدھارتھ مسلسل غور و فکر میں مصروف رہتے تھے۔ وہ اکثر سوچتے رہتے کہ "اب کیا ہو گا" یا "اب کیا کرنا چاہیئے" لیکن کوئی حل بھائی نہ دیتا' چنانچہ پریشان ہو جاتے۔ ایک دن اسی کیفیت میں انہوں نے اپنی ناکامی کو اس شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ صدمہ کے سبب لڑکھڑا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ بیہوشی کے دوران انہوں نے خواب میں دیکھا کہ دیو راج اندر ہاتھ میں سہ تارہ (ستار) لئے آ موجود ہوئے۔ وہ سہ تارہ بجانے لگے۔ سہ تارہ کی ایک تار بہت تنی ہوئی تھی' اس لئے اس سے نہایت کرخت آواز نکلی اور سمع خراشی کرنے لگی۔ دوسری تار ضرورت سے زیادہ ڈھیلی تھی' لہٰذا اس کو چھیڑنے سے کسی بھی طرح کی کوئی آواز نہ نکلی۔ لیکن تیسری تار ڈھیلی تھی نہ بہت زیادہ تنی ہوئی' چنانچہ اس سے نہایت سریلی اور مسحور کن آواز خارج ہوئی۔ اس غیر معمولی طور پر متاثر کن آواز نے گویا گرد و پیش کو اپنے طلسمی حصار میں لے لیا۔ متناسب' متوازن اور معتدل تار سے نکلنے والی اس الوہی آواز کی اثر آفرینی اور سحر انگیزی بے مثال تھی۔

اس خواب کا دیکھنا تھا کہ سدھارتھ کی تمام تر ناامیدی ختم ہو گئی۔ دل کے وسیع و عریض افق پر منڈلاتے مایوسی کے سیاہ بادل چھٹ گئے اور امید کا آفتاب اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو گیا۔ یاسیت کی باطنی تاریکی آس کی دھیمی دھیمی مگر نہایت مقدس روشنی سے بدل گئی۔ ذہن پر لگے ہوئے تفکرات اور تردد کے تمام دھبے

ثانیہ بھر میں محو ہو گئے۔ طمانیت نے پھر سے باطن کی سلطنت کو زیر نگیں کر لیا اور انتشار طبع شکست کھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اب سدھارتھ کا اعتماد بحال ہو کر دوبارہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے بے قرار تھا۔ وہ اس حتمی نتیجہ پر پہنچ گئے کہ ایک طرف جسم کو حد سے بڑھ کر تکلیف دینا اور دوسری طرف سب کچھ فراموش کر کے دنیا داری میں کھو جانا---- یہ دونوں ہی غلط راستے ہیں۔ اعتدال یا میانہ روی کا راستہ ہی وہ راستہ ہے جو میری منزل کی طرف جاتا ہے۔ اب انہیں اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے حد اعتدال میں رہنے کا پختہ عزم کیا اور پھر سے ریاضت میں ڈوب گئے۔

سینانی نام کا گاؤں بھی اروبلو کی طرح اس جنگل کے قریب ہی آباد تھا' جس میں سدھارتھ مقیم تھے۔ اس گاؤں کے ایک دولت مند شخص کی بیٹی سجاتا (53) نہایت ہی نیک سیرت' پاکباز اور خوش خصائل تھی۔ سجاتا نے نو عمری میں نیگرودھ (54) درخت کے دیوتا کی منت مانی تھی کہ اگر مجھے حسب دل خواہ خاوند نصیب ہو اور میرے گھر پہلی اولاد لڑکا ہو تو میں ہر سال ماہ چیت کی پورنماشی کے دن اس درخت کے دیوتا کو اس کی مرضی کے مطابق نذر دیا کروں گی---- اب اس عہد کو پورا کرنے کا وقت تھا' جو سجاتا نے نو عمری میں کیا تھا۔ چنانچہ اس نیک دل لڑکی نے اس غرض کے لئے ایک ہزار گائیں منتخب کیں' ان کا عمدہ دودھ پانچ سو گائیں پی گئیں---- پھر ان کا دودھ اڑھائی سو نے پیا۔ اسی طرح آخرکار آٹھ گائیں (55) باقی رہ گئیں۔ سب کی سب نہایت شیریں اور توانائی بخش دودھ دینے لگیں۔ سجاتا نے ان کے دودھ سے کھیر بنا کر اپنی نوکرانی پورنا کو حکم دیا:

"اے پورنا جاؤ! نیگرودھ کے درخت کے نیچے جھاڑو دو اور اس جگہ کو اچھی طرح صاف ستھرا بنا دو۔" یہ صبح کا واقعہ ہے' گزشتہ رات کے آخری پہر میں سدھارتھ اس درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنی عبادت و ریاضت میں مگن ہو چکے تھے۔ جب پورنا مالکہ کے حکم پر جھاڑو دینے آئی تو اس نے درخت کے نیچے ایک عجیب و غریب مورتی (یعنی

سدھارتھ) دیکھی۔ وہ الٹے پاؤں بھاگی اور جا کر سجاتا کو خبر دی۔ سجاتا یہ خبر پا کر اس قدر خوش ہوئی کہ اس نے پورنا کو نوکرانی کی بجائے اپنی بیٹی قرار دیا اور آئندہ اس سے بیٹیوں جیسا سلوک روا رکھنے کا عہد کیا۔ بعد ازاں وہ سج سنور کر' تیار شدہ کھیر ایک طلائی برتن میں ڈال کر اور دوسرے طلائی برتن سے اسے ڈھانپ کر درخت کے نیچے آ پہنچی۔ سجاتا نے دیکھا کہ پورنا کا کہا سچ تھا۔ اس نے درخت کے نیچے عجیب و غریب حلیے کے سدھارتھ کو دیکھ کر خیال کیا کہ مجھ پر خوش ہو کر درخت کے دیوتا اس صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس نے خوشبودار روغن سدھارتھ کے سر پر لگایا اور نہایت احترام کے ساتھ کھیر ان کے سامنے رکھ دی۔ اس کے ساتھ ہی بے حس و حرکت سدھارتھ کے ہونٹوں میں جنبش پیدا ہوئی اور انہوں نے یہ کہتے ہوئے کھیر کی نذر قبول کی: "تمہاری خواہش پوری ہو۔" سجاتا درخت کے دیوتا (سدھارتھ) کی خوشنودی کے تصور سے سرتاپا خوشی میں ڈوب کر گھر کو لوٹ گئی۔

سجاتا کے جانے کے بعد سدھارتھ نئی رنجن ندی کے کنارے پر پہنچے۔ چھ سال کی طویل مدت کے بعد ٹھنڈے پانی میں غسل کر کے جسم کو راحت پہنچائی اور پھر سجاتا کی لائی کھیر کھا کر طلائی برتن ندی میں پھینک دیئے۔ سدھارتھ نے غسل اور شکم سیری کے بعد جنگل کے پھولوں سے مہکی ہوئی ایک ویران جگہ پر سارا دن گزارا اور شام کو وہاں سے اٹھ کر جنگل کے اندر چلے گئے۔۔۔۔ گھنے جنگل میں پہنچ کر انہیں کچھ دور بڑ کا ایک بہت بڑا درخت نظر آیا' چنانچہ اس کی طرف بڑھے۔ راستے میں سوستک نامی ایک گھسیارے سے نہایت نرم اور سبز جنگلی گھاس لی اور بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھ کر ریاضت کرنے کے لئے ایک نشست تیار کی۔۔۔۔ اس رات سدھارتھ بیر آسن (56) لگا کر بیٹھ گئے۔ اس دفعہ مراقبہ میں ڈوبنے سے پہلے انہوں نے اپنے آپ کے ساتھ یہ مضبوط عہد کیا تھا کہ:

"اس مراقبہ کے دوران چاہے میرا رہا سہا گوشت بھی ختم ہو
جائے اور ہڈیوں کا نشان تک نہ رہے لیکن جب تک میں مشکل

الحصول "اعلیٰ علم" حاصل نہ کر لوں' تب تک میرا جسم ہرگز
حرکت نہ کرے گا۔"

حقیقی معرفت کا حصول بچوں کا کھیل نہیں کہ الٹی سیدھی حرکتوں اور بے ترتیب اچھل کود سے منزل مل جائے بلکہ یہ سالک کے لئے جان لیوا مرحلے کا درجہ رکھتا ہے۔ آفاقی ادراک اور دائمی وجدان کی دولت کو پانے کے لئے ان شیش ناگوں سے لڑنا پڑتا ہے جو اس خزانے تک رسائی کو روکنے کے لئے متحرک رہتے ہیں۔ یہ ناگ ہماری اپنی ہی خواہشات کے مختلف عکس ہوتے ہیں اور کسی نہ کسی روپ میں اپنی زہریلی فطرت سے تارک الدنیا لوگوں کو گزند پہنچانے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے اور فاتح ٹھہرنے کے لئے ضروری ہے کہ "اعلیٰ علم" کے مقام کو حاصل کرنے کے خواہشمند ہر لمحہ ہوشیار رہیں۔ اگر غفلت' سستی اور تن آسانی پل بھر کو بھی غلبہ پا لے تو برسوں کی ریاضت کا سرمایہ خاک میں مل کر خاک ہو جاتا ہے۔ منفی قوتیں ثانیہ بھر کو بھی غالب آ جائیں تو طویل عبادت اور مراقبے لاحاصل ہو جاتے ہیں۔ اس مقدس مگر کٹھن سفر میں مسافر کی منزل نجات کی سلطنت قرار پاتی ہے۔ اس منزل تک پہنچ جانے کا تصور یقیناً بہت نشاط انگیز اور روحانی حوالوں سے پر کیف ہوتا ہے' لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ راستے کی دشواریاں بعض اوقات مسافر کی جان لے کر ہی جان چھوڑتی ہیں۔ نجات کی سلطنت کی طرف بڑھنے والے مسافر کو ہر قدم پر ایک نئی آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان آزمائشوں میں ثابت قدم رہنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ ان راہوں پر چلنے والوں کی رگوں کا خون جل جاتا ہے' تب کہیں جا کر آگاہی کا سراغ ملتا ہے۔ منزل جیسے جیسے قریب آتی جاتی ہے' ترغیبات نفسانی کا دباؤ ویسے ویسے بڑھتا جاتا ہے۔ اس دباؤ کو برداشت کرنے کے لئے مسافر کے اعصاب کا فولادی ہونا ضروری ہے۔ یہ تمام امتحانات اور شدائد اس وقت تک راستہ روکتے رہتے ہیں جب تک کلی خیر کا جذبہ باطن میں موجود گناہ کی بنیاد کو ختم نہیں کر دیتا۔ جب انسانی قلب میں اگا گناہ کا درخت اپنی جڑوں سمیت نیست و نابود ہو جاتا ہے تو پھر نجات کی منزل کا حصول ممکن

ہو جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو سکے تو مسافر کو "خواہشات کے راہزن" کی طرف سے ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا ہے۔

جب سدھارتھ مصمم ارادے اور پختہ عہد کے بعد بیر آسن پر براجمان ہوئے تو نفسانی اور جسمانی خواہشات کی ہلاکت خیزی نے اپنی "بیٹیوں" محبت' رغبت اور ہوس کو ان کی عبادت و ریاضت میں خلل اندازی کے لئے بھیجا۔ یہ "لڑکیاں" خوبصورت اداؤں اور دلفریب حرکات سے سدھارتھ کو خود پر فریفتہ کرنے کے لئے تگ و دو کرنے لگیں۔ سدھارتھ نے ان سے کہا:

"نمکین پانی پینے سے کس کی پیاس دور ہوتی ہے؟ حباب کی طرح لحہ بھر میں ختم ہو جانے والی خوبصورتی میں کھو کر کس کی تسکین ہوتی ہے؟ کون اس زہر کو اپنے ہاتھ سے پیتا ہے جو اس دنیا اور اگلی دنیا کے تمام دکھوں کی جڑ ہے۔" اتنا کہہ کر سدھارتھ نے گویا جلتی آگ پر پانی انڈیل دیا۔ تینوں "حسینائیں" ناکام ہو کر بھاگ گئیں۔ اس ناکامی کے بعد مشتعل مگر مسلح ہو کر خواہشات کی ہلاکت خیزی خود میدان میں اتری۔ یہ سدھارتھ کی باطنی سلطنت کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتی تھی' لہٰذا یوں گویا ہوئی:

"اے سدھارتھ' سن! میں تمام دنیاؤں میں موجود ہوں۔
ادنیٰ مخلوقات سے لے کر اعلیٰ مخلوقات تک میں میرا بسیرا ہے۔
بھوتوں سے لے کر شیاطین تک اور دیویوں سے لے کر دیوتاؤں
تک میری سلطنت کی حدود پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر کوئی میرا ماتحت
ہے۔ تو بھی اٹھ اور میرے قدموں پر قدم رکھ کر چل۔"

سدھارتھ چونکہ اپنے مراقبہ میں نہایت ارتکاز توجہ کے ساتھ محو تھے لہٰذا خواہشات کی ہلاکت خیزی کی مذکورہ بالا باتیں نہ سن سکے۔ اس پر ہلاکت خیزی مزید بھڑک اٹھی اور بولی:

"اے شرمن! (57) شہوت' حرص' لالچ' دنیاوی محبت' حب
جاہ اور غرور کے سارے تیر میرے ترکش میں ہیں۔ تو اکیلا

میرے ساتھ کیسے جنگ کر سکتا ہے؟ تو جس چیز کو پانے کا خواہشمند ہے وہ بہت مشکل مرحلوں سے گزر کر ملتی ہے۔ بھرگو (58) اور انگرا (59) بھی باوجود انتہائی سخت عبادت و ریاضت کے اس اعلیٰ مقام کو نہیں پا سکے تھے' جس کی خواہش تو رکھتا ہے۔ تو ایک کمزور انسان ہو کر اعلیٰ مقام کو پانے کی خواہش کیسے کر بیٹھا ہے؟ یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔ میری پیروی کر' اسی میں تیری بھلائی ہے۔"

اب کی بار سدھارتھ کا دھیان مراقبہ سے ہٹ گیا۔ وہ نہایت جوش اور جلال کے ساتھ انتہائی بارعب لہجہ میں جواباً" بولے:

"جن کی عقل جلد بازی اور غصے کی وجہ سے ختم ہو چکی ہے' جن کے باطن کی روشنی ظاہر داری کے اندھیروں سے شکست کھا گئی ہے یا جو جنت کے حصول کی خواہش رکھتے ہیں---- ایسے لوگ رشی ہوں یا عام انسان' ہمیشہ غلط طریقے سے ریاضت کرتے آئے ہیں۔ ایسے لوگوں کی روح کو صرف محدود اور لامحدود سے متعلق علم حاصل ہوتا ہے۔ وہ کسی نامعلوم دنیا میں چلے جانے کو ہی نجات خیال کرتے ہیں۔ حقیقی اور سچا علم حاصل کرنے میں ناکام ہو کر کبھی انہوں نے "روح اعلیٰ" کا ذکر کیا' کبھی "محدود" کے دائرے میں قید ہو گئے اور کبھی "لامحدود" کی وسعتوں میں کھو کر اپنا آپ تک فراموش کر بیٹھے۔ کبھی "مجسم" کے قائل ہوئے اور کبھی "غیر مجسم" کو مانتے رہے۔ کبھی "بہ ہمہ صفت موصوف" میں ان کو کشش محسوس ہوئی اور کبھی "بے صفت" کی جانب راغب ہوئے۔ کبھی وہ "خالق" کا اقرار کرتے رہے اور کبھی انکار۔ لیکن میں ان میں سے نہیں ہوں۔

میں اس راستے کا سب سے منفرد مسافر ہوں۔ میں اپنی ریاضت اور مراقبوں سے پاکیزہ اور ارفع علم حاصل کروں گا۔ اے خواہشات کی ہلاکت خیزی! میرا یہ پاکیزہ اور اعلیٰ علم تجھ کو تیری تمام طاقتوں سمیت مٹا ڈالے گا۔ میں دنیا سے جنم اور موت کا چکر ختم کر کے اس کی جگہ اثبات ذات اور دکھ کو تباہ کرنے والی نجات کے اعلیٰ مقام کو ظاہر اور مستحکم کروں گا۔ نیکی کا علم حاصل کرنے کے لئے میں باپ' ماں' بیوی' بیٹے' دولت' آسائش اور ہر نوعیت کے عیش و آرام سے دستبردار ہوا ہوں۔ طرح طرح کی ناقابل برداشت تکالیف اور اذیتیں اٹھائی ہیں۔ یہ سب کچھ کر گزرنے کے بعد بھی کیا میں تیری ترغیبات میں آ سکتا ہوں؟ نہیں! ایسا کبھی نہیں ہو گا۔"

یہ کہہ کر سدھارتھ نے گویا اپنی قوت ارادی کے سپاہی کو ایک عظیم عہد کی زرہ بکتر پہنا دی' جو مضبوط بھی تھی اور ناقابل شکست بھی۔

سدھارتھ کے ان تصورات کی روشنی نے دنیاوی خواہشات کی آنکھیں چندھیا دیں۔ ترغیبات نفسانی کی ہلاکت خیزی کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بدی کی قوتوں کی شرانگیز اور گمراہ کن مداخلت دم توڑ گئی۔ اگلے دن کا سورج غروب ہونے تک سدھارتھ کے باطن میں موجود نیکی کا جذبہ فاتح بن چکا تھا۔ جب انہوں نے بدی کی خواہش کو زیر کر لیا تو ان کا من آفاقی خیر کے حصول کے لئے یکسو ہو گیا۔ اب انہیں معلوم ہوا کہ حواس اور ان کی ضروریات کے سامان کے علاوہ ہر قسم کے سکھ بھی محدود اور فانی ہیں۔

جس شخص کو واضح یقین ہو کہ دنیا کے تمام تر لوازمات راحت اور معاملات حیات غیر حقیقی ہیں' وہ حواس کی غلامی میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔

سدھارتھ زبان کو قابو کر کے اپنے عظیم عہد کے کڑے حصار میں لے آئے' اب زبان سچ کو بھول کر جھوٹ بولنے کے قابل نہ رہی۔ دل کو مہربانی' پیار اور پاکیزگی

سے معمور کر لیا' اب بدی کی اندرونی طاقتوں کا متحرک ہونا ناممکن ہو گیا۔ جب حواس اور باطن تصرف میں آ گئے تب سدھارتھ سکھ' دکھ' الفت' نفرت' تعریف اور تنقید کی حدود سے بالا ہو گئے۔ خیر اور نیکی کے حصول کے لئے انسانی باطن کو جس کیفیت کی ضرورت ہوتی ہے' وہ طاری ہو گئی۔ گناہ کا خیال تک آنا محال ہو گیا۔ اب سدھارتھ نے نیکی کا علم حاصل کرنے کے لئے مراقبوں کا عظیم سلسلہ شروع کیا۔

اول : سچ کیا ہے؟ جھوٹ کیا ہے؟ محدود کیا ہے؟ اور لامحدود کیا ہے؟ ان امور کی جانچ اور تجزیہ کرنے کے لئے انہوں نے "سبھی ترک سادھی" (60) شروع کی۔ اس کے بعد "سبھی چار سادھی" (61) میں مصروف ہوئے تاکہ محدود اور لامحدود کے ساتھ اپنی ذات کے تعلق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ محدود اور لامحدود میں موجود فرق کا علم ملتے ہی ان کا دل ایک بے مثال اور غیر معمولی مسرت سے معمور ہو گیا۔

دوم : جب انہیں یہ ادراک ہوا کہ دنیا میں ایک ہی چیز لامحدود ہے اور باقی سب کچھ سائے کی طرح ہے تو تجزیہ اور فکر کو ترک کر دیا اور اسی لامحدود چیز کے تصور میں نر بترک (62) اور نر بچار (63) سادھیاں اختیار کر کے اعلیٰ درجہ کا سکون اور طمانیت حاصل کرنے لگے۔

سوم : نش پر تیک دھیان (64) سے الفت اور نفرت دونوں جذبوں کے لئے ان کے دل میں لاپرواہی پیدا ہوئی۔ لیکن اب بھی سکھ اور دکھ کی یاد ضرور آتی تھی۔ جسم بھی ابھی تک دنیاوی دکھوں اور سکھوں کو محسوس کرنے کے قابل تھا۔

چہارم : جب نر بیج سادھی (65) سے سدھارتھ دکھ اور سکھ کی حدود سے بالا ہو گئے تو ان کے باطن میں نہ خوشی کا کیف رہا نہ رنج کی کلفت۔ حسی سطح پر وہ سکھ اور دکھ کی کیفیات سے کٹ گئے۔ یہاں تک کہ ان دو متضاد حالتوں کی یاد تک حافظہ سے محو ہو گئی۔ اس حالت میں وہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے اور اپنے الگ وجود کے احساس کو بھی فراموش کر بیٹھے۔ سدھارتھ یہ جان چکے تھے کہ ایک چیز ہی لامحدود ہے باقی سب کچھ غیر حقیقی' مصنوعی اور تغیر و تبدل پذیر ہے۔ انہوں نے اپنا سب کچھ اسی

لامحدود چیز پر قربان کر دیا جو ان کے لئے کامل طمانیت بن گئی تھی۔ اب انہیں اس لامحدود شئے کے علاوہ اور کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ رات کے ابتدائی حصے میں جب سدھارتھ پر یہ کیفیت طاری ہوئی تب انہوں نے حقیقی علم اعلیٰ حاصل کر لیا۔ بے خبری کے اندھیرے دور ہو گئے---- پاکیزہ علم کا چشمہ بہہ نکلا اور سدھارتھ نے باطنی یا روحانی آنکھ سے جانداروں کو دیکھا۔

ریاضت کے چشمہ میں بہتے ہوئے' رات کے درمیانی حصے میں ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ ان کی کوئی جائے پیدائش' نام' خاندانی نسبت' ذات' طبقہ' زندگی اور عمر نہیں اور وہ بودھی ستوؤں کے خاندان سے ہیں۔

رات کے آخری حصے کے بعد سدھارتھ پر یہ بنیادی عقدہ کھلا کہ بڑھاپا اور موت شخصیت کی ہستی کے معلوم ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ جان گئے کہ موت اور پیدائش کی بنیاد شخصی ہستی کے علم پر ہے' ہستی کا علم دنیا کے علم سے ہوتا ہے' دنیا مادے کا نتیجہ ہے اور مادہ خواہش کا نتیجہ ہے۔ خواہش دکھ کا نتیجہ ہے' دکھ لمس کا نتیجہ ہے' لمس من اور پانچ اندریوں (66) کا نتیجہ ہے' من اور پانچ اندریاں حواسوں کے سامان سے پیدا ہوتی ہیں' حواسوں کا سامان خودی کا نتیجہ ہے' خودی روزمرہ رسومات اور رغبت سے پیدا ہوتی ہے اور رسوم و رغبت جہالت (محدود کو لامحدود اور نفی کو اثبات سمجھنا) کا نتیجہ ہیں۔ پس اگر جہالت دور کی جائے تو پیدائش اور موت کا طویل چکر نہ رہے گا۔ صبح صادق کے وقت سدھارتھ کو یہ علم حاصل ہوا اور ان کی دیرینہ مراد بر آئی---- ایک طویل مدت کے بعد ان کی باطنی تسکین کا عمل مکمل ہوا۔

جس اعلیٰ علم کے حصول کے لئے کپل وستو کے ولی عہد نے کوہ بہ کوہ اور جنگل بہ جنگل خاک چھانی تھی' وہ حاصل ہو چکا تھا۔ جس گوہر مراد کو پانے کے لئے وہ غیر معمولی طور پر مشکل عبادت اور سخت ریاضت کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے تھے' وہ اب ان کے دامن میں تھا۔ جان لیوا مراقبوں اور انتہائی دشوار مراحل سے گزر کر وہ موت اور بڑھاپے سے ماوراء کر دینے والا ادراک حاصل کر چکے تھے---- یہی موت

اور بڑھاپا تھا جسے جوانی میں دیکھ کر سدھارتھ خوفزدہ ہو گئے تھے۔

لیکن ابھی تک سدھارتھ سدھ (67) نہیں ہوئے تھے کیونکہ محض علم حاصل کر لینے والا ہی سدھ نہیں ہو جاتا بلکہ اس مقام کو پانے کے لئے محدود اور لامحدود کے چکر سے دائمی طور پر بے نیاز ہونا پڑتا ہے اور دوبارہ اس غیر حقیقی احساس کے پنجہ میں آنے کا امکان تک ختم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سدھارتھ کا اگلا پڑاؤ بھی محدود اور لامحدود کے چکر سے نکلنا اور جہالت کا مکمل خاتمہ تھا۔ اس لئے وہ اس نئی منزل کے حصول کے لئے پہلے سے بھی زیادہ جوش اور رغبت کے ساتھ مراقبہ کرنے لگے۔ آخرکار ان کے باطن سے آتم گیان (68) اور وستو گیان (69) دور ہو گیا۔ وہ ان دونوں میں موجود کسی بھی تقابلی' امتیازی اور تخصیصی عنصر سے فکری طور پر بالا ہو گئے۔ ان کے تمام شکوک رفع ہو گئے اور نتیجہ کے طور پر غلط مذہبی عقاید کا دامن ہمیشہ کے لئے ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔۔۔۔ یوں سدھارتھ سدھ کے مرتبہ کو پہنچے۔ اب آخری منزل کچھ ہی دور تھی چنانچہ مراقبوں میں مشغول رہے۔۔۔۔ یہاں تک کہ باطن کے پاتال میں بھی اگر کوئی منفی رجحان موجود تھا تو وہ فنا ہو گیا۔ معتدل مراقبوں اور ریاضت کی بدولت ان کا باطن پاکیزہ اور شفاف ہو گیا' گناہ کی طرف مائل کرنے والی قوتوں کو آخری اور فیصلہ کن شکست ہوئی اور باطن کے تمام منفی میلانات نیست و نابود ہو گئے۔

اس دوران سدھارتھ نے گویا مر کر زندگی پائی' کیونکہ ان کا جسم مردے کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا اور وہ درخت کی کٹی ہوئی شاخ کی طرح پڑے رہے۔ اب ان کے دل میں شوخی' امید' یاس' حرص' الفت' نفرت' خواہش' لاپرواہی اور غفلت وغیرہ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ وہ انتہائی اعلیٰ درجہ کے باطنی کیف اور سرور میں محو تھے۔۔۔۔ اسی مستی اور سرشاری کے عالم میں انہیں ان کی حقیقی منزل مل گئی۔ وہ نروان (70) کی منزل تک پہنچ گئے اور پیدائش و موت کے چکروں سے بے نیاز ہو گئے۔۔۔۔ اب وہ سدھارتھ نہیں' بدھ (71) تھے۔

جس کے نیچے انہوں نے نروان پایا' وہ خوش قسمت درخت "بودھی درم" (72) کے نام سے مشہور ہوا۔ نروان حاصل کرنے کے بعد پہلا ہفتہ بدھ دیو نے بودھی درخت کے نیچے اپنی ریاضت اور مراقبوں کے عظیم نتائج کی مسرت انگیز کیفیات میں گزارا۔ دوسرا ہفتہ انہوں نے اس بودھی منڈپ (73) کی طرف والہانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے گزار دیا' جس پر بیٹھ کر ان کی تمام امیدیں پوری ہوئی تھیں۔ تیسرا ہفتہ بودھی درخت تلے ٹہلتے ہوئے تمام ہوا۔ چوتھا ہفتہ انہوں نے اپنی فکری دریافتوں پر غور و خوض کرتے ہوئے گزارا۔ پانچواں ہفتہ موچو کنڈ (74) کے درخت تلے بسر کیا۔ چھٹا ہفتہ اجپالک کے نیگرودھ درخت کے سائے میں غور و فکر اور نجات کی کیف آگیں ساعتوں کو شمار کرتے ہوئے گزار دیا جبکہ ساتواں ہفتہ انہوں نے تاڑ کے ایک درخت تلے بسر کیا۔ نروان حاصل کرنے کے بعد بدھ نے سات ہفتے بودھی درخت کے آس پاس گزارے لیکن انہیں کسی بھی قسم کی ضرورت یا خواہش محسوس نہ ہوئی۔ اس دوران ایک لمحہ کے لئے بھی بھوک' پیاس یا دیگر ضروریات ان کی توجہ کے ارتکاز میں خلل انداز نہ ہو سکیں۔

جب بدھ تاڑ کے درخت کے نیچے قیام پذیر تھے تو اڑیسہ کے رہنے والے دو بھائی تریپوشن اور بھلک اشیائے خوردنی کی ایک گاڑی لے کر اروبلو کے جنگل سے گزرے۔ ایک جگہ ان کی گاڑی کے پہیے نرم ریت میں دھنس گئے۔ باوجود دونوں بھائیوں کی پوری کوشش کے' گاڑی اپنی جگہ سے نہ ہل سکی۔ کسی شکاری یا لکڑہارے کی امداد حاصل کرنے کے لئے وہ جنگل میں ادھر ادھر پھرنے لگے۔ اسی دوران انہوں نے تاڑ کے درخت کے نیچے بیٹھے بدھ کا نورانی اور پرسکون چہرہ دیکھا۔ درشن کرتے ہی ان کے دل میں عقیدت اور خدمت کا جذبہ بیدار ہو گیا۔ انہوں نے انواع و اقسام کی اشیائے خوردنی بدھ کی خدمت میں پیش کیں۔ لمبے عرصہ تک بھوکا رہنے کے بعد بدھ نے اچھے کھانے سے استفادہ کیا۔ شکم سیری کے بعد وہ پھر تاڑ کے درخت کے نیچے اپنی فکری دنیا کی سیر کو نکل گئے۔

سدھارتھ بدھ بن چکے تھے اور اب اس سے اگلا مرحلہ درپیش تھا۔

☆ ☆ ☆

ساتواں باب

رشد و ہدایت

نجات کے کلیدی اصول دریافت کر لینے اور نروان پانے کے بعد بدھ سوچنے لگے کہ میں نے ایک ایسا دھرم پا لیا ہے جس سے پاکیزہ زندگی کے تقاضے مکمل طور پر پورے کئے جا سکتے ہیں۔ یہ سچا دھرم ہے۔ ایسا ہی کوئی سچا دھرم نہ ہونے کے باعث روئے زمین کے تمام جاندار طرح طرح کے مصائب و آلام میں گرفتار ہیں۔ اب جبکہ میں ایک سچے اور اعلیٰ دھرم کا امین ہوں' تو کیا مجھے یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا زیب دیتا ہے۔ اگر میرا دھرم جانداروں کے دکھ دور کر سکتا ہے تو مجھے اس دھرم کی تبلیغ کرنی چاہئے۔

پھر وہ مروجہ دھرم اور اپنے نئے دھرم کے درمیان موجود بہت زیادہ اختلاف کے بارے میں سوچنے لگے۔ انہوں نے من ہی من میں کہا: کیا لوگ میرے دھرم کو قبول کریں گے؟ رائج الوقت دھرم کا دار و مدار' اساس اور زور محض کفارے' قربانی' ظاہری نمود و نمائش' کھوکھلے رسوم و رواج' جادو ٹونے' دیوی دیوتاؤں میں یقین اور برہمنوں کی تقدیس پر ہے۔ لیکن جو دھرم میں نے دریافت کیا ہے' اس کی بنیاد اپنی خواہشات کو مٹانے' جذبات کو دبانے اور جانداروں سے ہمدردی پر استوار ہے۔ معلوم نہیں' اتنے بڑے فرق کے ہوتے ہوئے لوگ نئے دھرم کو قبول کریں گے یا نہیں۔

یہی سوچتے سوچتے وہ بتدریج پریشان ہوتے چلے گئے۔ ایک طرف تو وہ یہ سوچ کر بے چین ہو جاتے کہ عام لوگ میرے دھرم کی خوبی' عظمت اور انفرادیت کو شاید نہ سمجھ سکیں اور دوسری طرف انہیں یہ سوال بے قرار کر دیتا کہ کیا میرے اندر اس نئے

آفاقی ضابطے کی موثر تبلیغ و اشاعت کی قوت کافی حد تک موجود ہے؟

اسی کشمکش میں انہوں نے اپنے باطن میں گونجتی ہوئی ایک بارعب آواز سنی۔ کہنے والا کہہ رہا تھا:

"ہائے! تمام انسان اسی باعث تباہی اور بربادی کی طرف جا رہے ہیں کہ رہنما کامل علم حاصل کر کے بھی غافل اور بے عمل ہے' وہ دھرم کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے کوشاں نہیں ہوتا۔ اے رہنما! دھرم کی تبلیغ اور اشاعت میں محو ہو جا۔ ہاں! اپنے دھرم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کمر باندھ لے۔ اٹھ! باندھ لے کمر اور دیکھ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔"

اس عجیب و غریب اور پراسرار باطنی بشارت کو سن کر بدھ کی ڈھارس بندھی اور انسانوں کی نہایت افسوسناک حالت کے تصور نے انہیں مزید حوصلہ بخشا۔ اس امید افزاء ساعت میں انہوں نے مستحکم لہجے میں خود کلامی کی۔ یہ خود کلامی انسانیت کے اس محسن کا ایک عظیم عہد تھا:

"میں پوری دنیا میں اپنے نئے دھرم کے پہیے کو گردش دوں گا اور مجھے امید ہے کہ نجات کی طرف جانے والے راستوں کی نشاندہی کرنے والے میرے نئے دھرم کو سبھی قبول کریں گے۔"

اب ان کے دل میں امید نے پوری طرح اپنے خیمے گاڑ دیئے۔ اس لمحے انہوں نے اپنے اندر وہ عظیم حوصلہ اور ہمت محسوس کی جسے بڑی سے بڑی مصیبت اور سخت سے سخت مخالفت بھی فرو نہ کر سکتی تھی۔ ان کا باطن سچائی کی ترویج کے لئے غیر معمولی جوش اور ولولے سے بھر گیا۔ اب وہ اپنے سچ کو پھیلانے کے لئے ہر دروازہ کھٹکھٹانے پر آمادہ تھے۔ یہ وہ سچ تھا جو انہوں نے عبادت و ریاضت کی سختیوں سے گزر کر پایا تھا۔ اس منزل کے حصول کی کشمکش کے دوران جو کڑے وقت ان پر آئے تھے

عام انسان ان کے تصور ہی سے کانپ جاتا ہے' لیکن ان کی استقامت نے انہیں کامیاب کیا۔

○

گناہ انسان کا مہلک ترین دشمن ہے۔ دھرم کو ماننے والے سے تو اسے خدا واسطے کا بیر ہے۔ نفسانی خواہشات کی ہلاکت خیزی نے بدھ دیو کو پہلے بھی کئی مرتبہ بھکانے اور بھٹکانے کی پوری کوشش کی تھی' اس مرحلہ پر بھی وہ انہیں فتح کرنے کے لئے میدان میں آ نکلی اور بولی:

"آپ نے نجات کا دھرم پا لیا ہے۔ اب آپ اکیلے ہی اس کی برکتوں اور سعادتوں کے سکون اور طمانیت سے بہرہ ور ہوں۔ آپ کو چاہئے کہ آرام سے زندگی بسر کریں۔ یہی دھرم ہے۔ دھرم کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے نگری نگری گھومنے اور در در رسوا ہونے کی کیا ضرورت ہے بھلا!"

گناہ کی طاقت اور نفسانی خواہشات کی ہلاکت خیزی متعدد حربوں سے باعلم لوگوں کو بے عمل بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ بعض اوقات وہ عبادت اور پاک سیرتی کا غرور اپنی معیت میں لے کر حملہ آور ہوتی ہے اور ایسے حملوں میں بڑے بڑے گیانی بھی چاروں شانے چت ہو جاتے ہیں۔ زہد و تقویٰ کا غرور بڑے بڑے برگزیدہ اشخاص کو انسانیت کی خدمت اور بھلائی کے کاموں سے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس کا شکار ہونے والے بہت بعد میں جان پاتے ہیں کہ یہ ان کا کوئی ذاتی باطنی احساس نہیں بلکہ گناہ کی طاقت کا ایک ہتھیار تھا۔ لیکن تب وقت ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل چکا ہوتا ہے۔ یہ سب صحیح ہے مگر بدھ دیو اس مہلک اور خوفناک ہتھیار کا شکار ہونے والوں میں سے نہیں تھے۔ وہ آرام طلبی' جاہ پسندی' کاہلی اور بے عملی کی زندگی کو بالکل نکما اور غیر حقیقی تصور کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے دھرم کو اختیار کیا اور دھرم کی تبلیغ پر کمر باندھنے کا پختہ عزم کر لیا۔ انہوں نے گناہ کی دلکش ترغیب کو

14960

اپنے باطن سے نیست و نابود کر دیا اور نفسانی خواہشات کی ہلاکت خیزی کو اپنے لاؤ لشکر سمیت پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ دنیا میں دھرم کی تحریک چلانے کے لئے بدھ دیو جی کا عزم اور ارادہ پختہ تر ہو گیا۔ وہ روئے زمین کے دکھی جانداروں کے لئے نجات کے حصول کی ضمانت دینے والے دھرم کا پرچم سربلند کرنے کے لئے دیوانہ وار اٹھ کھڑے ہوئے اب انہیں اس عظیم سفر سے کوئی منفی طاقت نہ روک سکتی تھی۔

بڑے کاموں کی تکمیل کے دوران دشواریاں اور مایوسیاں بھی غیر معمولی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ بدھ کی طرف سے نئے دھرم کی تبلیغ و اشاعت کا ارادہ' ایک عظیم عزم تھا' جب وہ اپنے اس تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے تو ابتداء میں ہی انہیں کچھ مایوس کن اطلاعات ملیں لیکن آخرکار سفر جاری رہا اور منزل قریب سے قریب تر آتی گئی۔

سب سے پہلے بدھ نے اپنے پرانے گرو رودرک کو اس نئے دھرم کے اسرار و رموز میں شریک کرنے کا ارادہ کیا' لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ رودرک کچھ عرصہ قبل یہ دنیا چھوڑ کر دوسری دنیا میں بسیرا کر چکے ہیں تو بہت مغموم ہوئے۔ اب ان کا ذہن آراڑ کالام کی طرف منتقل ہوا اور انہوں نے سوچا کہ ان کے پاس جا کر اپنے دھرم کی سچائی کی تبلیغ کرنا سودمند ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ جان کر بدھ دیو کو دوسرا صدمہ سہنا پڑا کہ اب آراڑ کالام بھی زندہ نہیں ہیں۔ بدھ دیو نے کافی غور و فکر کے بعد اپنے انہی پانچ شاگردوں سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا' جو ان سے برگشتہ ہو کر جنگل سے چلے گئے تھے۔ پانچوں ناراض شاگرد مرگ واؤ میں مقیم تھے' (75) اس لئے بدھ نے بھی مرگ واؤ کی طرف سفر کا آغاز کر دیا۔

دوران سفر دھوپ کی تمازت اور تھکن سے نڈھال ہو کر بدھ دیو گیا کے نزدیک ایک درخت کی راحت بخش چھاؤں میں کچھ دیر آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ اتفاق سے اجیوک (76) نامی ایک برہمن بھی اس طرف آ نکلا۔ وہ بدھ کو نہایت طمانیت اور سرور کے عالم میں بیٹھا دیکھ کر متعجب ہوا اور پھر انہیں مخاطب کر کے بولا:

"ایسا دھرم کون سا ہے جس کو حاصل کر کے انسان آپ کی

مانند سکون اور سرشاری حاصل کر سکے۔"

بدھ نے جواب دیا کہ مجھے یہ کیفیت جہالت، گناہ اور دنیا کی حرص سے دامن بچا لینے کے باعث نصیب ہوئی ہے۔

برہمن نے پوچھا: "آپ کا کیا مقصد ہے اور آپ کہاں جا رہے ہیں۔"

انہوں نے جواب دیا:

"جو لوگ گہری روحانی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں میں ان تک گیان کی روشنی پہنچانے جا رہا ہوں، میں دنیا میں آب حیات کا چشمہ جاری کرنے کے لئے عازم سفر ہوا ہوں اور دھرم کی بادشاہت قائم کرنے کے لئے بنارس کی طرف جا رہا ہوں۔" یہ جذباتی اور غیر متوقع جواب سن کر برہمن غصہ سے بھڑک اٹھا اور ماتھے پر بل ڈال کر بولا: "تمہارا راستہ وہ ہے اور میرا یہ۔" یہ کہہ کر برہمن جنوب کی طرف چلا گیا۔ بدھ دیو برہمن کی تلخ گوئی سے بالکل دل شکستہ نہ ہوئے اور شمال کی طرف روانہ ہو گئے۔

چلتے چلتے بدھ دیو گنگا کے کنارے جا پہنچے۔ دریا کو پار کرنے کا مرحلہ آیا تو ایک ملاح کو دیکھا اور اس سے کہنے لگے:

"مہربانی کر کے مجھے دریا کے پار اتار دو۔"

"مزدوری دو ابھی پہنچا دیتا ہوں۔" ملاح بولا۔

"میں کرایہ کہاں سے لاؤں" بدھ گویا ہوئے۔ "میرے پاس روپیہ پیسہ کچھ نہیں۔ میں بہت غریب ہوں۔ میں تو اس قابل بھی نہیں کہ ایک ٹوٹا ہوا برتن قیمت ادا کر کے خرید سکوں۔ پھر بھلا میرے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئیں گے کہ میں کرایہ دے کر دریا پار کروں۔"

یہ سن کر ملاح نے کہا:

"کرایہ سے ہی میرے گھر کا خرچ چلتا ہے۔ یہی میرا اور میرے خاندان کا ذریعہ معاش ہے۔ اس لئے میں پیسے لئے بغیر آپ کو پار نہیں لے جا سکتا۔" ملاح نے بدھ کو دریا پار کروانے سے صاف انکار کر دیا۔ عین اسی وقت آبی پرندوں کی ایک ڈار اڑتی

ہوئی دریا کے دوسرے کنارے کی طرف جا رہی تھی۔ بدھ نے ان پرندوں کی طرف اشارہ کر کے ملاح کو یوں مخاطب کیا:

"دیکھو! یہ (آبی پرندے) کس طرح محض اپنی طاقت کے بل پر دوسری طرف جا رہے ہیں۔ یہ کسی کو دریا پار کرنے کا کرایہ ادا نہیں کرتے کیونکہ یہ اس مقصد کے لئے قدرت کی ودیعت کردہ صلاحیتیں استعمال کرتے ہیں۔ اگر قدرت نے میری مدد کی تو میں بھی کسی نہ کسی طرح دوسری طرف پہنچ ہی جاؤں گا۔ میں بھی مسلسل سفر کرنے والا پرندہ ہوں۔"

گنگا پار کر کے بدھ دیو مرگ واؤ پہنچے۔ یہیں ان کے منحرف شاگرد قیام پذیر تھے۔ شاگردوں نے جب دور سے ان کو آتے دیکھا تو آپس میں مشورہ کرنے لگے:

"جس شخص نے اپنے عہد کو توڑا' اس کی تعظیم اور تقدس کا خیال رکھنا اب ہمارا فرض نہیں ہے لیکن چونکہ یہ (بدھ) شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں' اس لئے انہیں بیٹھنے کے لئے کشا کی نشست فراہم کر دینی چاہئے۔ تاہم انہیں مخاطب کرتے وقت کوئی تعظیمی سابقہ لاحقہ استعمال کرنا ہرگز ضروری نہیں۔" بدھ کے چار سابقہ شاگردوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا جبکہ پانچویں شاگرد کونڈانیہ نے برملا کہا کہ سابقہ استاد کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں۔

جب بدھ ان کے پاس پہنچے تو کونڈانیہ کے علاوہ بقیہ چاروں سابقہ شاگرد نہایت بے نیازانہ اور لاتعلقانہ طریقے سے پیش آئے۔ ان کے اس نامعقول رویّہ کو دیکھ کر بدھ نے نئے دھرم کا پہلا وعظ شروع کر دیا۔ الفاظ موتی بن کر بدھ دیو جی کی زبان سے پھسلے اور پھر ان انمول موتیوں کی گویا جھڑی لگ گئی۔ (77)

بدھ کا بنارس میں پہلا اپدیش (وعظ)

> "اگر میں نجات کو اذیت پسندی' نفس کشی اور ریاضت کی جسمانی سختیوں میں تلاش نہیں کرتا تو تم اس سے یہ خیال نہ کرنا

کہ میں عیش پرست یا جاہ پسند ہو گیا ہوں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کا راستہ اپنانے والے عابد اعتدال کا اصول اپنا لیتے ہیں اور یہی اصول حصول منزل کا ضامن ہے۔

"اگر ایک شخص جب دنیا کے مہلک بندھن سے آزاد نہیں ہوا تو اس کا گوشت یا مچھلی سے پرہیز کرنا' ننگے بدن آوارہ گردی کرنا' لمبی لمبی جٹائیں رکھنا' بوریا زیب تن کرنا' بدن پر راکھ ملنا اور آگ کے دیوتا کے حضور انواع و اقسام کی مذہبی رسوم ادا کرنا بے معنی ہے۔ یہ سب سرگرمیاں اسے باطن کی طہارت نہیں دے سکتیں۔

"ایسے شخص کو ویدوں (78) کی رٹ' پروہتوں کی خدمت' دیوتاؤں کی عبادت' پنج اگنی کا تاپنا' پانی میں کھڑے رہنا اور اسی نوعیت کی دیگر شعبدہ بازیاں پاک نہیں کر سکتیں۔ ایسا شخص کبھی اپنے مقصد یعنی غیرفانی زندگی کے حصول میں کامیاب نہیں ہوتا۔

"گوشت کا کھانا انسان کو ناپاک نہیں بناتا بلکہ غصہ' شراب نوشی' ضد' تعصب' دغا بازی' حسد' خود ستائی' غیبت' خود بینی' تکبر اور بدنیتی ہی وہ خباثت ہیں جو آدمی کو ناپاکی کی دلدل میں گردن تک دھنسا دیتے ہیں۔

"اے بھکشوؤ! (79) میں تم کو اعتدال کی تعلیم دینا چاہتا ہوں تاکہ تم کبھی بھی اعتدال کی حدود کی خلاف ورزی نہ کر سکو۔"

بدھ کا پہلا اپدیش جاری تھا---- وہ بول رہے تھے اور پانچوں سابقہ شاگرد سن رہے تھے۔ یہ بالکل نئے فکری نتائج تھے جو بدھ دیو اپنی ریاضت میں کامیاب ہونے کے بعد پیش کر رہے تھے۔ ایسی نئی اور سچی باتیں انہوں نے پہلے کبھی نہ سنی تھیں---- بدھ کا پہلا اپدیش جاری تھا:

"زاہد جسمانی تکالیف کا شکار ہو کر کمزور ہو جاتا ہے اور نتیجہ کے طور پر اس کے دل میں انتشار اور دماغ میں گندے خیالات جگہ پا جاتے ہیں۔ دنیاوی علوم کے حصول کے لئے اپنے آپ کو جسمانی مصائب کے حوالے نہ کرنا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے فائدے کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔ خواہشات اور جذبات پر فتح پانے کے سفر میں تو ایسا ہرگز نہ کرنا چاہئے' اس سفر میں خود اذیتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ حد سے تجاوز کرنا ناکامی ہے۔

"جس طرح تیل کی بجائے چراغ کو پانی سے بھرنے والا کبھی روشنی پھیلا کر اندھیرا دور نہیں کر سکتا اور کھوکھلی یا گیلی لکڑیوں سے آگ جلانے کا خواہشمند ہمیشہ ناکام رہتا ہے۔ اسی طرح جو شخص محض خود اختیار کردہ جسمانی مصائب و آلام کے ذریعے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے' وہ فقط تکلیف اور اذیت برداشت کرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ریاضت سے خواہشات کا الاؤ سرد کرنے میں کامیاب نہیں ہوا وہ شکستہ اور خراب و خستہ زندگی بسر کر کے کیسے اپنے آپ کو "خودی" یا "میں" کے چنگل سے چھڑوا سکتا ہے۔

"جب تک انسان میں خودی باقی ہے اور وہ اس کا غلام بن کر دنیاوی راحتوں کے تعاقب میں سرگرداں ہے' تب تک ہر قسم کی جسمانی مشقت اور تکلیف برداشت کرنا فضول اور لاحاصل ہے۔ لیکن خودی اور حرص سے آزاد ہو کر دنیاوی آسائشوں کو غیر حقیقی سمجھنے والا انسان اگر اپنی قدرتی ضروریات کو پورا کرتا ہے تو اس کا یہ فعل ہرگز ناپاکی کا باعث نہیں ہے۔ وہ اپنی ضروریات کے مطابق کھا سکتا ہے' پی سکتا ہے اور اپنے جسم کا خیال رکھ

سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے نہ اس کا عہد ٹوٹے گا اور نہ ہی وہ ناپاک ٹھہرے گا کیونکہ گدلا پانی کنول کے پھول کے چاروں طرف موجود ہوتا ہے' لیکن اس کی پنکھڑیوں کو آلودہ نہیں کرپاتا۔ لہٰذا جان لو کہ اعتدال ہی تمہاری منزل کو جانے والا واحد راستہ ہے۔"

بدھ دیو نے اپنے پانچوں سابقہ شاگردوں کو بتایا کہ ضرورت کی حد عبور کر کے آسائش کی طرف جانے سے نقاہت اور کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ عیش پسندی کا دلدادہ انسان اپنی خواہشات کے ہاتھوں میں کھلونا بن جاتا ہے۔ یوں' عیش پسندی انسان کو پستی کی کھائی میں گرا کر ذلیل اور گھٹیا بنا دیتی ہے۔ لیکن زندگی کی جائز اور ناگزیر ضروریات کو پورا کرنا برائی میں داخل نہیں۔ بلکہ جسم کو صحت مند حالت میں رکھنا ایک ضروری فرض ہے۔ اگر ہم اس فرض کی ادائیگی سے غافل ہو جائیں تو علم کا چراغ کبھی روشنی نہ دے سکے اور نہ ہی ہم اپنے دماغ کو قوی اور فعال رکھنے کے قابل ہوں۔ بدھ بار بار اعتدال پر زور دیتے رہے:

"اے بھکشوؤ! یہ اعتدال کا راستہ ہے' جو انسان کو بے اعتدالی کی گمراہی کی طرف جانے سے روکتا ہے۔"

بدھ نے اعلیٰ دھرم کا چکر چلایا' پانچوں بھکشوؤں کے سامنے لافانی زندگی کا دروازہ کھولا' تفصیل سے نجات کی برکات ان پر ظاہر کیں اور بعدازاں اپنے دھرم کے پہیے کی وضاحت کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے:

"نیک چلنی کے آفاقی ضابطے اس چکر کے آرے ہیں۔ انصاف ان کی لمبائی کی مساوات ہے۔ گیان اس چکر کی اصل ہے۔ حیاء اور غور و فکر اس چکر کا وہ اہم جزو ہیں جن میں راستی کا غیر متحرک دھرا لگا ہوا ہے۔"

بدھ نے انہیں بتایا کہ جس شخص نے دکھ' اس کے بواعث' تدارک اور انجام کو

دریافت کیا' اس نے گویا چار بنیادی صداقتوں کا علم حاصل کیا۔ جس نے یہ علم حاصل کر لیا وہ ہمیشہ راہ راست پر چلا۔ ایسے شخص کی نسبت بدھ دیو جی نے بھکشوؤں سے مندرجہ ذیل باتیں بیان کیں:

(i) صحیح علم اس کے لئے راستہ دکھانے والی مشعل کی طرح ہے۔

(ii) راست اور سچا مقصد اس کا راہنما ہے۔

(iii) درست بیانی اس کا مسکن ہے۔

(iv) نیک چلنی اس کے لئے طمانیت کا کھلا دروازہ ہے۔

(v) ایمانداری سے روزی کمانا اس کے لئے زاد راہ کا درجہ رکھتا ہے۔

(vi) درست سمت میں کوشش اس کا سفر ہے۔

(vii) راست اور اعلیٰ خیالات اس کا پڑاؤ ہیں۔

(viii) طمانیت ایسے شخص کے متعاقب آتی ہے۔

اس کے بعد بدھ دیو نے "میں" یا "خودی" یا "انا" کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ پیدا ہوا ہے' فانی ہے۔ اس لئے نفسانی خواہشات کی پیروی میں ذلیل و رسوا ہونا بے فائدہ ہے۔ "میں" سراب کی طرح ہے۔ وجود کو لاحق تمام تکالیف اور اذیتیں ایک دن ختم ہو جائیں گی۔ جب تمہاری آنکھ کھلے گی تو تمہاری "انا" خواب کی کریہہ المنظر اشکال طرح غائب ہو جائے گی۔

جس کا باطن انگڑائی لے کر بیدار ہو گیا ہے' وہ خوف سے آزاد ہو کر عارف بن گیا ہے۔ کیونکہ وہ اس بھید کو پا گیا ہے کہ اس کے تمام تفکرات' ہوس اور دکھ ایک باطل خیال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے' جس کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب نہاتے ہوئے کسی شخص کا پاؤں بھیگی ہوئی رسی پر پڑتا ہے تو وہ فوری طور پر یہی خیال کرتا ہے کہ یہ سانپ ہے جو اس کے پاؤں تلے موجود ہے۔ ان لمحات میں وہ حقیقتاً دہشت زدہ ہو جاتا ہے اور خوف سے تھر تھر کانپنے لگتا ہے۔ یہ وہ عذاب ناک ساعت ہوتی ہے' جب وہ اس خیالی کرب سے گزرتا ہے' جو

سانپ کے ڈسے افراد کو موت سے قبل برداشت کرنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ لیکن جب وہ غور و فکر اور مشاہدہ کے باعث جان جاتا ہے کہ اس کا پاؤں سانپ پر نہیں بلکہ بے ضرر رسی پر پڑا ہے تو کس قدر طمانیت اور سکون محسوس کرتا ہے' اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے' جو اس قسم کی صورتحال سے کبھی دوچار ہوا ہو۔۔۔۔۔ اسی قسم کی حالت اس شخص کے دل کی ہوتی ہے' جس نے اس صداقت کو دریافت کر لیا ہے کہ اس کائنات میں "میں" یا "انا" کا کوئی وجود نہیں اور اس کی تکالیف' تفکرات اور گھمنڈ سراب' سائے اور خواب ہیں۔ سکھی ہے وہ' جس نے اپنی تمام نفسانی خواہشات کو مغلوب کر لیا ہے۔ سکھی ہے وہ' جس نے طمانیت کی منزل پا لی ہے۔ سکھی ہے وہ' جس نے راست بازی اور سچائی کا علم حاصل کر لیا ہے۔

راستی اعلیٰ ہے۔ راستی شیریں ہے۔ راستی ہی برائی سے بچاتی ہے۔ سوائے راستی کے کوئی نجات دہندہ نہیں۔ اگر تم اس اعلیٰ راستے یعنی راستی کو مکمل طور پر نہ سمجھ سکو' اس کی شیرینی کو تلخی خیال کرو اور اس سے تم کو جھجک بھی معلوم ہو تب بھی تم راستی پر ہی یقین اور ایمان رکھو۔

راستی اس لئے اعلیٰ ہے کہ کوئی اس کو متغیر نہیں کر سکتا اور کوئی اس کی خصوصیات بدلنے پر قادر نہیں۔ اس لئے راستی پر بھروسہ رکھو اور اس کی پیروی کرو۔

جھوٹ گمراہ کرتا ہے۔ عدم طمانیت دکھ کا باعث ہے۔ دونوں ہی زود اثر نشہ کی طرح انسان کو ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیتے ہیں۔ جب یہ نشہ ہرن ہوتا ہے تو انسان مریض بن چکا ہوتا ہے۔ ان دونوں دشمنوں کو وار کرنے سے پہلے ہی پہچان لو ورنہ یہ تمہیں قابل نفرت بنا کر کسی کام کا نہ چھوڑیں گے۔

خودی بخار کی طرح ہے' یہ ایک ناپائیدار منظر اور خوفناک خواب ہے۔ البتہ راستی دکھوں کا مداوا ہے۔ راستی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ راستی کے علاوہ کوئی ابدی زندگی نہیں کیونکہ اس کو فنا نہیں ہے۔

جب اس اعلیٰ دھرم کی تشریح مکمل ہو گئی تو پانچوں بھکشوؤں میں سب سے بڑے

یعنی کونڈانیہ نے اپنی قلبی آنکھوں سے اس کی سچائی کو ملاحظہ کیا اور بے اختیار پکار اٹھا :

"اے پربھو! اے بدھ! تم نے واقعی حقیقت اور سچائی کے تمام راز دریافت کر لئے ہیں۔" یہی کونڈانیہ وہ پہلا شخص ہے، جس نے اس موقع پر بدھ سے نئے دھرم کے اسرار و رموز کے متعلق گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت کونڈانیہ کو یوں محسوس ہوا جیسے بدھ کی مسرور اور مطمئن کیفیت اور زندگی بخش اپدیش کے غیر معمولی اثر کی وجہ سے اس کے باطن میں دھرم سے آگاہی کا ایک نیا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔

○

دن ختم ہونے کے قریب ہے۔ کونڈانیہ کا باطن دھرم کے جذبے سے معمور ہے اور وہ اپنے عظیم استاد کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ شام آہستہ آہستہ اپنے سائے گہرے کر رہی ہے ـــــ اس شام کی خوبصورتی اور کشش بھی بدھ کے پہلے اپدیش کی طرح غیر معمولی ہے ـــــ آج کی سندر شام نے گویا گلے میں بے شمار ستاروں کی دلفریب مالا پہن لی ہے..... یوں وہ شام سے رات ہوتی جا رہی ہے ـــــ یا یوں کہہ لیں کہ وہ بتدریج بچپن سے جوانی کی طرف عبور کر رہی ہے ـــــ اس شام کی پشت پر گہرے سیاہ بادلوں کے بال بھی کہیں کہیں بکھرے نظر آتے ہیں ـــــ لامحدود آسمان اس کا لباس ہے اور کائنات اس کا جسم۔ شام کی حکمرانی قائم ہوتے ہی ہر طرف خاموشی چھا گئی ہے ـــــ دن بھر کا شور و غل تھک ہار کر محو خواب ہو گیا ہے..... تمام جنگل میں ہو کا عالم ہے..... شاید جنگلی حیات بھی بدھ کی باتوں کے نشے میں چور ہو چکی ہے..... یہ خوبصورت اور خاموش شام بڑی تاریخی اور آفاقی اہمیت کی حامل ہے۔

اسی شام بدھ کے بقیہ چاروں شاگرد بھی کونڈانیہ کی طرح ان کے پاس آ موجود ہوئے ـــــ اسی شام، بدھ کا دل دھرم کے جذبات سے اس قدر معمور ہوا کہ ان کے جسم پر نشاط انگیز کپکپی طاری ہو گئی..... ان کے چہرے سے ایک ایسا روحانی جلال ظاہر

ہونے لگا' جو اثر آفریں بھی تھا اور غیر معمولی بھی۔ انہوں نے رات کا پہلا پہر خاموشی اور مراقبہ میں گزارا۔ دوسرے پہر میں کونڈانیہ اور دیگر شاگردوں کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کرتے رہے۔ لیکن جب رات نے تیسرے پہر میں قدم رکھے اور تمام عالم کو سناٹے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تو بدھ دیو جی دھرم کے بنیادی اصول بیان کرنے لگے:

"اے بھکشوؤ! ایک طرف تو ملک کے باسی نفسانی اور فانی خواہشوں کے غلام بن کر غیر حقیقی آسائشوں میں گرفتار ہیں اور دوسری طرف غیر مفید' فضول' مضر' افسوسناک' خود غرضانہ اور مفاد پرستانہ مذہبی تعلیمات پھیلائی جا رہی ہیں۔ اس عمل میں مذہب کو آڑ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ اصل میں یہ سب کچھ کسی اور مقصد کے لئے ہوتا ہے۔ یہ کام غیر حقیقی خواہشات کے غلام کر رہے ہیں اور لاتعداد لوگ ان کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

بدھ دیو جی نے اس کے بعد مزید کہا کہ خواہشات کی غلامی اور مذہب کے نام پر پھیلائی جانے والی باتیں..... یہ دونوں راستے ہی درست نہیں۔ سچے دھرم کے طالبوں کو یہ راستے کبھی اختیار نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ یہ دونوں راستے ہلاکت اور تباہی کی طرف جاتے ہیں۔ میں نے اعتدال اور میانہ روی کا راستہ دریافت کیا ہے جس کو اختیار کر کے انسان کا باطن گمراہی سے بچ جاتا ہے۔ میرے راستے پر چلنے سے حقیقی معرفت' سچی طمانیت اور نجات کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ میرا دریافت کردہ راستہ آٹھ اصولوں (80) پر مشتمل ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

i- سچا یقین

یعنی علت و معلول کے قانون کا صحیح علم۔

ii- سچا مقصد

یعنی رحم' قربانی اور درست آدرش۔ (81)

iii- سچا بیان

یعنی تنقید و تنقیص' یاوہ گوئی' جھوٹ اور تلخ کلامی سے پرہیز۔

iv- سچا کام

یعنی نیک چلنی اختیار کرنا' جانداروں کو اذیت نہ دینا' بے ایمانی نہ کرنا اور خواہشات کی غلامی سے پرہیز۔

v- سچی زندگی

یعنی جائز طریقے سے روزی کمانا اور ناپاک پیشوں (82) کے اختیار کرنے سے اجتناب کرنا۔

vi- سچی محنت

یعنی برائی کو چھوڑنا اور خیال' کلام اور عمل میں اچھائی اختیار کرنا۔

vii- سچی طبع

یعنی اپنی انا' تمام مظاہر اور قوائے ظاہری و باطنی کی ناپائیداری پر غور و فکر۔

viii- سچا دھیان

یعنی من کی حقیقی طمانیت کا حصول جو زندگی کو پاکیزہ بنانے سے ملتی ہے۔

یہ آٹھ مشہور تعلیمات دینے' پانچ شاگردوں کو نئے دھرم کے بنیادی خدوخال سے آگاہ کرنے اور دھرم کے پہیے کو حرکت میں لانے کے بعد بدھ دیو بھکشوؤں سے یوں گویا ہوئے:

"یہ اشٹانگ مارگ میں نے دریافت کیا ہے۔ یہ راستہ

ذیل کی چار اعلیٰ ترین صداقتوں کا ترجمان ہے:

"(i) دکھ (ii) دکھ کی علت (iii) دکھ سے نجات اور (iv) دکھ سے نجات پانے کا طریقہ۔

"اس دنیا میں آکر انسان کو طرح طرح کے دکھ اور مصائب جھیلنا پڑتے ہیں۔ بڑھاپا' بیماری اور موت دکھ ہیں۔ جس شخص یا چیز کو ہم پیار نہیں کرتے اس کا حصول دکھ ہے اور جس شخص یا چیز کو ہم پیار کرتے ہیں اس کا نہ ملنا دکھ ہے۔ اس دنیا سے وابستہ رہنے کے نتیجہ میں پانچ قسم کا دکھ پیدا ہوتا ہے:

"(i) روپ (ii) خارجی اشیاء کا گیان (iii) اپنی ہستی کا علم (iv) دنیا میں شدید رغبت اور (v) خودی کا علم۔ یہی دکھ کی پانچ اقسام ہیں۔

"حواسوں کو ذریعہ بنا کر سکھ کی خواہش کرنا دکھ کی علت ہے۔ اس خواہش کو نیست و نابود کر دینے سے ہی دکھ دور ہو سکتا ہے۔

"اے بھکشوؤ! مذکورہ بالا اشٹانگ مارگ ہی دکھ دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

"میں نے یہ صداقت پرانی مذہبی کتب کے مطالعہ یا کسی استاد کے وعظوں سے نہیں پائی۔ بلکہ میں نے نیا علم' نئی آنکھ' نئی تعلیم' نئی دانائی' نئی روشنی اور یہ نئی صداقت خود ملاحظہ اور دریافت کی ہے۔ اس صداقت کو میں نے درست اور پاک جان کر اختیار کیا ہے۔ میں بتدریج حاصل ہونے والے علم اور فکری قوت سے اس صداقت کو اپنی زندگی میں عملی صورت دے کر دکھ کے چنگل سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گیا ہوں۔ میری نجات

لازوال ہے۔"

بدھ دیو جی کے اس وعظ کو سن کر سب سے پہلے کونڈانیہ ہی کی باطنی آنکھ کھلی۔ انہوں نے بدھ کی پیش کردہ صداقت کو سمجھا اور دل و جان سے قبول کیا۔ نئے دھرم سے متعلق ان کے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے تو وہ دوبارہ بدھ کے شاگرد ہوئے۔ یوں کونڈانیہ کو اس نئے دھرم کے تبلیغی سفر میں بدھ کے پہلے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

دوسرے دن منحرف شاگردوں میں سے بلپا' تیسرے دن بھدریہ' چوتھے دن مہانام اور پانچویں دن آشوجیت نے بھی بدھ کی پیش کردہ صداقتوں کو قبول کر لیا۔ اس طرح کونڈانیہ سمیت یہ پانچوں ایک بار پھر بدھ کی شاگردی میں آ گئے۔ (83)

اب برسات کا موسم آ پہنچا تھا۔ چنانچہ بدھ نے برسات کے تین مہینے مرگ داؤ میں ہی قیام کیا۔ اس دوران جو لوگ بھی وہاں آتے بدھ دیو جی انہیں نہایت جوش اور ولولے کے ساتھ دھرم اپدیش دیا کرتے تھے۔

○

بنارس شہر میں یش نامی ایک بہت عیاش اور دولت مند نوجوان رہا کرتا تھا۔ وہ خواہشات نفسانی کی پیروی کو ہی زندگی کا مقصد خیال کر کے دن رات راگ رنگ کی محفلوں اور عیش و نشاط کے ہنگاموں میں مشغول رہتا۔ اس وقت یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتی تھی کہ یہی یش مستقبل قریب میں بالکل سادھو بن جائے گا۔

ہوا یوں کہ ایک دن یش عیش و نشاط اور شراب و شباب کی ایک تقریب کے دوران بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے پر اسے ایک عجیب سی باطنی بے کیفی اور ویرانی نے اپنے حصار میں لے لیا۔ اسی کیفیت میں وہ اپنے معمولات کے برعکس' گھر سے روانہ ہوا اور سیدھا اس رشی آشرم میں جا پہنچا' جہاں بدھ دیو جی مقیم تھے۔ اس پرسکون جگہ کو دیکھ کر یش حسرت سے بولا:

"افسوس دنیا میں کس قدر مصیبت اور دکھ ہے۔"

یہ سن کر بدھ نے کہا:

"نہ یہاں مصیبت ہے اور نہ دکھ ہے۔ تم میرے پاس آؤ۔ میں تم کو راستی کی تعلیم دوں گا۔ راستی تمہارے تمام دکھوں کو دور کرے گی۔"

بدھ کی یہ بشارت سن کر لیش کے باطن کی تشنگی کچھ کم ہوئی۔ بدھ نے اسے اخلاق اور فیاضی کے بارے میں اپدیش دیا' خواہشات کے فانی ہونے کے بارے میں بتایا' ہوا و ہوس کے گناہ آمیز نتائج سے آگاہ کیا اور برائی کی تشریح کی۔ بدھ دیو جی نے اسے نجات کا راستہ بتلایا۔ لیش نے اس مقدس علم کی اہمیت اور غیر معمولیت کو واضح طور پر محسوس کیا۔ اب سچائی کی حامل پاکیزہ آنکھیں اسے حاصل ہو چکی تھیں——— اس نے اپنے جسم اور لباس کی طرف دیکھا' جو بیش قیمت موتیوں اور جواہرات سے آراستہ تھا——— اپنی یہ حالت دیکھ کر لیش بہت شرمندہ ہوا۔

لیش کی یہ شرمندگی اور ندامت بدھ دیو جی سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔ انہوں نے اس کی دلی حالت فوراً" معلوم کر لی اور کہنے لگے:

> "یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ظاہری طور پر بیش قیمت لباس اور قیمتی جواہرات سے سجا سنورا ہوا ہو لیکن اس نے حواسوں اور خواہشات پر فتح پا لی ہو۔ اس طرح یہ بھی ناممکن نہیں کہ ایک بزدل بظاہر جوگیانہ لباس پہنے ہوئے ہو لیکن اس کا باطن دنیاوی خواہشات کے حصول کی خواہش کے نشے میں غرق ہو۔ پس ثابت ہوا کہ دھرم ظاہری حلیے اور لباس وغیرہ میں نہیں ہے اور نہ ہی ان اشیاء کا ذہن اور دل پر اثر ہوتا ہے۔"

لیش کے چار دوست تھے: .مل' سباہو' پن جیت اور گوا مپتی۔ چاروں بنارس کے امیر گھرانوں کے چشم و چراغ تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لیش بھکشو ہو گیا ہے تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ لیش جیسے ذہین اور عقلمند آدمی نے جس دھرم کو قبول کیا ہے' وہ یقیناً بہت اعلیٰ' سچا اور قربانی کے جذبہ کا درس دینے والا ہو گا۔ انہوں نے خیال

کیا کہ ایک عام اور معمولی دھرم کی خاطر یش جیسا ذہین اور ہوشیار آدمی کبھی بھی دنیاوی عیش و آرام ترک کر کے جوگیانہ بھیس نہیں بنا سکتا تھا۔ اس سوچ نے ان کے ذہنوں پر بدھ دھرم کی سچائی' برتری اور رفعت کا بھرپور تاثر چھوڑا---- اس تاثر نے ان کی دنیا بھی بدل دی۔

یش کے مذکورہ چاروں دوست اس کے پاس گئے۔ انہیں دیکھ کر یش نے بدھ دیو جی سے کہا:

"آپ میرے ان چاروں دوستوں کو بھی اپدیش دیجئے۔"

بدھ دیو نے ان کو اپدیش دیا' انہوں نے بھی یش کی طرح اس نئے دھرم کی صداقت کو دل و جان سے تسلیم کیا اور "سنگھ" (84) کی پناہ میں آ گئے۔

یش کے ماں باپ اور بیوی نے بھی کچھ عرصہ بدھ دیو جی سے تعلیم و تربیت لی لیکن وہ گھرہست آشرم (85) میں رہ کر ہی دھرم کی زندگی بسر کرتے رہے۔

بدھ دیو جی "دنیا میں منہمک سنیاسی" کے مقابلہ میں "خواہشات میں مبتلا نہ رہنے والے دنیادار" کی زیادہ قدر اور عزت کرتے تھے۔ چنانچہ بے شمار دنیا داروں نے ان کے دھرم کو قبول کر کے دیوتاؤں کی عبادت چھوڑ دی۔

یہ خبر سن کر کہ ایک غیر معمولی عابد و زاہد مرگ داؤ میں آئے ہوئے ہیں' لوگ گروہ در گروہ ان کے پاس پہنچنے لگے۔ لاتعداد لوگوں نے ان کی امرت بانی (86) کو سن کر اپنے پرانے دھرم کو چھوڑ دیا اور راستی کی پناہ میں آ گئے۔

ایک دن بدھ دیو اسی آشرم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اجیوک ان کے پاس آیا۔ وہ بہت غمگین اور ملول نظر آ رہا تھا۔ یہ وہی اجیوک ہے جو "گیا" کے راستے میں بدھ سے برگشتہ ہو کر بھنگو نامی گاؤں کی طرف چلا گیا تھا۔ اس عجیب و غریب کردار کا مزید تعارف یہ ہے کہ بھنگو نامی گاؤں کا ایک شکاری اسے عابد و زاہد اور پرہیزگار سمجھ کر اس کے کھانے اور کپڑے وغیرہ کا انتظام کر دیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ شکاری کسی دور کے سفر پر روانہ ہوا۔ شکاری کی عدم موجودگی میں اس

کی لڑکی اجیوک کے لئے کھانا لے کر اس کی جھونپڑی میں گئی۔ برہمن نے اس سولہ سالہ خوبصورت "قیامت" کو دیکھ کر عہد کیا کہ "یا تو اس لڑکی کے ساتھ بیاہ کروں گا ورنہ کھانا پینا چھوڑ کر جان دے دوں گا۔"

شکاری ہنوز لمبے سفر سے واپس نہ لوٹا تھا۔ اس کا انتظار کرنے کی بجائے اجیوک نے فاقہ کشی شروع کر دی۔۔۔۔ اور یہ سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔

انہی ایام میں شکاری واپس پلٹا۔ اپنے گاؤں کی حدود میں داخل ہو کر جب اس نے بھوکے برہمن کی جاں کنی کا ماجرا اور اس کا مطالبہ لوگوں کی زبانی سنا تو بخوشی اپنی بیٹی اسے سونپنے کے لئے تیار ہو گیا۔ برہمن کی مراد بر آئی۔ کچھ عرصہ بعد وہ ایک خوبصورت بیٹے کا باپ بھی بن گیا۔

بظاہر شکاری کی بیٹی اور اجیوک کی زندگی خوشگوار رہی تھی لیکن اندر ہی اندر ایک ایسا لاوا کھول رہا تھا' جو انہیں جلا کر راکھ کر سکتا تھا۔ دراصل اجیوک برہمن ایک طرف تو ست الوجود اور دوسری طرف نہانے دھونے سے کچھ خاص رغبت نہ رکھتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ خوشگوار ہوا کے جھونکے بھی اس کے فربہ بدن کو چھو کر بدبو کے بھبھکے بن جاتے۔ وہ ہمہ وقت میل' پسینے اور تیل سے لتھڑا رہتا۔۔۔۔ لڑکی اچھے گھرانے کی پلی بڑھی' جوان' خوبصورت اور خوبصورتی پسند تھی۔ اس لئے وہ اجیوک سے ہمیشہ ناراض رہتی۔ وہ چاہتی تھی کہ کم از کم "برہمن جی" صاف ستھرے تو رہیں۔ لیکن اس کی ناراضگی اجیوک کی بدبو پسند طبیعت کو مائل بہ طہارت نہ کر سکی۔ اب لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ وہ سختی کے ساتھ برہمن کو جھڑکتی اور ڈانٹتی رہتی تھی۔ اس کا یہ ذلت افزاء رویّہ اس حد تک ناقابل برداشت ہو گیا کہ اجیوک کو بھاگتے ہی بنی۔ اب اس پر دنیا اور اس کی بے ثباتی' حسن اور اس کی حقیقت اور عشق اور اس کا نتیجہ سب کچھ واضح ہو چکا تھا۔۔۔۔ اسے بدھ دیو کی وہ باتیں یاد آ رہی تھیں جو انہوں نے اس کے سوالات کے جوابات میں "گیا" کے راستے میں کہی تھیں۔۔۔۔ اچانک دنیا کی طرف سے اجیوک کا دل اچاٹ ہو گیا۔ ایک گہری اداسی اس کے باطن کے محاصرہ پر کمربستہ ہو

گئی۔ پھر آہستہ آہستہ حقیقت کا نور جہالت کے اندھیرے کو نقب لگانے لگا۔ آرام و آسائش کی طلب سے اس کا باطن بتدریج خالی ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں وہ بدھ کے پاس آیا تھا۔ بدھ دیو نے اسے اپدیش دیا اور نئے دھرم کی پیروکار جماعت کا رکن بنایا۔

غرض برسات کے تین ماہ کا عرصہ' جو بدھ نے مرگ واؤ میں گزارا' ان کے دھرم کی ابتدائی کامیابیاں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے آیا۔ ان تین مہینوں میں بدھ دیو جی کے خاص شاگردوں کی تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی تھی۔

درویشوں کو دھرم کی تبلیغ کے لئے روانہ کرنا

موسم برسات کے بعد تو گویا لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ یہ سب بدھ کا وعظ سننے اور نئے دھرم کی تعلیمات اپنانے کے خواہشمند تھے۔ ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ بدھ دیو جی کے لئے ممکن نہ رہا کہ ہر طالب حق کو انفرادی طور پر مخاطب کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے دھرم کی تبلیغ و اشاعت کی قابلیت رکھنے والے افراد منتخب کر کے انہیں بیرونی دوروں پر روانہ کرتے ہوئے کہا:

"اے بھکشوؤ! پیار کے جذبے سے متحرک ہو کر بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے باہر جاؤ۔ یہاں سے نکل کر تم اس دھرم کا پرچار کرو جو ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی ـــــ اپنی ابتداء' اوسط اور عروج میں عالی شان اور پر جلال ہے۔ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ابھی اندھے نہیں ہوئے' ابھی ان کی آنکھیں ان کے پاس ہیں' اگر ایسے لوگوں تک دھرم نہ پہنچا تو وہ نجات حاصل نہیں کر سکیں گے' ان کے پاس پاکیزہ زندگی کی خوشخبری پہنچاؤ' وہ یقیناً اس دھرم کو سمجھیں گے اور قبول کریں گے۔

"دھرم اور اس کے وہ اصول' جن کا میں اعلان کرتا ہوں'

اس وقت زیادہ روشن ہوتے ہیں جب ظاہر کیے جاتے ہیں نہ کہ اس وقت جب چھپائے جائیں۔ لیکن سچائی سے معمور اس اعلیٰ ترین دھرم کو نالائق لوگوں کے ہاتھ میں نہ جانے جانا۔ اس دھرم کو وہاں نہ لے جانا جہاں اس کی توہین ہو' اس سے نفرت کی جائے' اس کے ساتھ شرمناک سلوک ہو اور اس کا مذاق اڑایا جائے۔ اس دھرم کو کبھی ایسی جگہ نہ لے کر جانا' جو اس کے شایان شان نہ ہو۔ اب میں تم کو آج سے مختلف ملکوں میں جا کر' ان لوگوں کو' جن کو تم اہل سمجھو اور جو سچائی کے طالب ہوں' نئے دھرم میں داخل کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔"

بدھ دیو نے کہا کہ تم نے جو سچ حاصل کیا ہے' اسے الوہی طمانیت کے ساتھ اپنی زندگی کا حصہ بناؤ۔ یہ سچ حاصل کرنے کی وجہ سے تمہاری ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ نجات کی خوش خبری لوگوں کے پاس جا کر سناؤ۔ ہر دروازے پر دستک دو۔ اب تم تمام ممالک میں ہر طرف پھیل کر دھرم کی تبلیغ میں مشغول ہو جاؤ۔ دھرم کی سلطنت کے قیام اور دھرم کی حکمرانی کی منادی سن کر بے شمار لوگوں کو حواسوں اور خواہشات کے چنگل سے آزادی ملے گی اور اس آزادی کا ذریعہ تم بنو گے۔ جو لوگ یہ آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں' وہ دھرم اور نجات کے لئے بے قرار ہیں۔ تم جوش' جذبے اور ولولے کے ساتھ دھرم کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جاؤ۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں اور تبلیغ کے لئے اوربلو علاقے کے بینانی گاؤں کو روانہ ہو رہا ہوں۔

یوں نئے دھرم کے چند بے یار و مددگار حامیوں نے کروڑوں لوگوں کے دھرم (یعنی ہندو ازم) کے خلاف جدوجہد شروع کر دی۔ چند بھکاری ہندو دھرم کی عظیم اور زبردست طاقت کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مختلف سمتوں میں روانہ ہوئے۔۔۔۔۔

یہ ان ابتدائی بدھ مبلغین کے خلوص اور وابستگی ہی کا نتیجہ تھا کہ نہایت قلیل مدت میں نئے دھرم نے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنا لی' چہار اطراف سے نئے دھرم کی تحسین

ہوئی اور ایسی ہوئی کہ مذاہب کی دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔

بدھ دیو نے اروبلو کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں کلپاشیہ جنگل میں تیس امیر اور بدچلن لڑکوں کو اپنا شاگرد بنایا۔ بدھ کی تعلیم سے ان امیرزادوں کی کایا ہی پلٹ گئی۔ اب بلوریں جام کی بجائے ان کے ہاتھوں میں کاسہ ہائے گدائی تھے' اب ان کے بدن پر قیمتی پوشاکوں کی بجائے جوگیانہ لباس تھا اور اب یہ حرص و ہوا کی شاہراہ کی بجائے فقر اور درویشی کے اونچے نیچے راستوں پر محو سفر تھے۔ یہ سب امیرزادے بھی دھرم کی تبلیغ و اشاعت کے جذبہ سے سرشار ہو کر مختلف سمتوں میں پھیل گئے اور شہر بہ شہر۔۔۔۔ نگر بہ نگر بدھ کا پیغام پھیلانے لگے۔

اروبلو (87) کے جنگل میں کاشیپ نامی زاہد اور اس کے دو بھائی مقیم تھے۔ تینوں بھائی اعلیٰ درجہ کے عالم' ہندو دھرم کی قدیم کتب کے فاضل اور اگنی کے مستقل عابد اور مشتاق تھے۔ ان کے بے شمار شاگرد بھی تھے جو ان سے مذہبی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ بدھ ان کے پاس پہنچے۔ کاشیپ نے ان کا حلیہ دیکھ کر احترام سے انہیں اپنے ہاں رکھا۔ رفتہ رفتہ بدھ کے ساتھ کاشیپ کو حد درجہ محبت اور عقیدت ہو گئی۔ اس نے اپنے پرانے دھرم کو ترک کر کے بدھ دھرم قبول کر لیا۔ (88) ساتھ ہی اس کے دونوں بھائی اور تمام شاگرد بھی بدھ کے پیرو بن گئے۔ کیونکہ وہ بھی کاشیپ کی طرح بدھ کے غیر معمولی روحانی جلال کے قائل ہو چکے تھے۔۔۔۔ علم و فضل' دانش و لیاقت' بصیرت و وجدان اور اخلاق و کردار کے حوالے سے کاشیپ اپنے علاقہ میں مشہور ترین اور محترم شخص تھا۔ اس نے بدھ کا شاگرد بننے کا رتبہ حاصل کر لیا تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ ہندو مت کا ایک عظیم عالم اور استاد نئے دھرم کی پناہ میں آ گیا تھا۔ اس خبر نے قریہ بہ قریہ سنسنی پھیلا دی اور چارسو تہلکہ مچا دیا۔ اس واقعہ سے بدھ کے دیگر شاگردوں کو بے پناہ اخلاقی قوت حاصل ہوئی اور ان کے حوصلے کئی گنا بڑھ گئے۔

○

ایک دن بدھ دیو جی اپنے شاگردوں کے ہمراہ "گیا" کے قریب گند ھستی (گندھ ہستی) نامی پہاڑ پر تشریف فرما تھے۔ راج گرہ کی پرفضا' خوبصورت' دلکش اور دل فریب وادی ان کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ بلند قامت کوہسار سر اٹھائے کھڑے تھے اور ان کی فلک بوس چوٹیاں عجیب روح پرور منظر پیش کر رہی تھیں۔ اس وقت راج گرہ کی اس وادی کا ماحول کچھ ایسا جمالی تھا کہ اسے جنت نظیر کہنا چاہیئے---- لیکن پھر اچانک اس جنت پر دوزخ کا سایہ پڑا۔ وادی کے ایک پہاڑ پر آگ سلگ اٹھی اور تیزی سے گرد و پیش کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی۔ بدھ نے جلتے پہاڑ کو دیکھا اور آگ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"انسان جب تک جہالت میں گرفتار رہتے ہیں' حواس اور ان کے ذریعہ سے حاصل ہونے والی لذت کے جوش سے ان کی خواہشات اور حرص مزید بڑھتی رہتی ہے۔ مثلاً آنکھ کے ذریعہ اس دنیا کی اشیاء دیکھی جاتی ہیں' یوں درشن یا دیدار کا سکھ ملتا ہے۔ اسی طرح دیگر حواسوں کے علم کے باطن میں موجود رہنے سے شہوت پرستی' نفرت' لالچ' جذبات' بڑھاپا' بیماری اور موت کا خوف وغیرہ آ کر انسانی قلب کو غمزدہ اور طرح طرح کے تفکرات کا شکار کرتے ہیں۔ اے کاشیپ! خشک لکڑیوں کی وجہ سے جیسے آگ بہت زیادہ شدت سے بھڑک اٹھتی ہے اور جنگل کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے' ویسے ہی حواسوں کا علم باطن میں موجود رہنے سے نفسانی خواہشات اور شہوانی جذبات کی آگ بھی پوری شدت سے بھڑکتی ہے اور اپنے شعلوں سے انسانی دلوں کو چاٹتی اور جلاتی رہتی ہے۔ میرے دھرم میں داخل ہونے کے لئے دل کی پاکیزگی دروازہ کا درجہ رکھتی ہے اور پیار اس سفر کی آخری منزل ہے۔ جو میرے دھرم کی پیروی اور اس کے حصول کی خواہش

> کرتے ہیں، وہ ہر طرح کی جہالت سے رہائی پاتے ہیں۔ وہ خواہشات کے غلام نہیں ہوتے بلکہ خواہشات ان کی تابع ہوتی ہیں۔ وہ اپنی نفسانی ترغیبات اور تحریصات پر فتح حاصل کر لیتے ہیں، اس طرح حواس کا علم خواہشات کو جوش میں لانے کے قابل نہیں رہتا۔ ان کے دل سے پاپ کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ حقیقی نجات کے طالب نجات حاصل کرنے کے بعد نہ صرف یہ کہ خواہشات کے مہلک الاؤ میں نہیں کودتے بلکہ ذات پات کے تفرقوں اور مذموم مذہبی رسوم و رواج کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔"

اس اپدیش میں بدھ دیو نے جو صداقت ظاہر کی ہے، اس کے پس منظر میں کار فرما جذبہ نہایت اعلیٰ و ارفع ہے۔ جو سچائی ان کے اس وعظ کے لفظوں سے نور کے دھارے کی طرح پھوٹ رہی ہے، اس کی حقیقت اور اصلیت نہایت عمیق ہے۔ حواس کے بارے میں ہم جس قدر غور و فکر کرتے ہیں، اسی قدر شدت سے ہمارے اندر حسی لذائذ سے مستفید ہونے کی بھوک بڑھتی چلی جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم حسی ادراک اور جذبات کو قابو کر لیں تو ان سے متعلقہ خواہشات پر فتح پانا بھی ناممکن نہیں رہے گا۔ جب انسان خواہشات پر فتح پا لیتا ہے تو اس کے باطن کی تمام منفی قوتیں مفلوج بلکہ نابود ہو جاتی ہیں۔ اس اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے بعد طالب حق کا باطن پاکیزہ ہو جاتا ہے اور اسی پاکیزگی سے روح کی تمام تر کثافت لطافت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس منزل پر پہنچنے والے کے حواس ناپاک خواہشات کی بجائے پاکیزگی اور اعلیٰ ظرفی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، دل میں تمام بنی نوع انسان کے لئے پیار امڈ آتا ہے، دل کی یہ حالت ہو تو دنیا کا ہر آدمی دوست نظر آتا ہے، زمین پر کوئی بھی دشمن نہیں رہتا، اس کیفیت میں سب اپنے ہوتے ہیں اور کوئی بیگانہ نہیں لگتا۔ جب حق اور سچ کے طالب کو یہ باطنی کیفیات نصیب ہو جائیں تو پھر اس کے اندر نفرت اور منفی خواہشات کے سانپ

پرورش ہی نہیں پا سکتے۔ عظیم ہیں وہ لوگ' جنہیں یہ رتبہ بلند عطا ہوا۔

○

اب بدھ دیو جی اپنے ارادہ اور عہد کے مطابق بمعہ اپنے شاگردوں کے راج گرہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ یہ مقام اس وقت گنگا کے کنارے سے پچاس کوس جنوب اور سون ندی سے پچاس کوس مشرق کی طرف پھیلا ہوا تھا۔

بدھ کے آنے کی خبر پا کر مہاراجہ بمبی سار ان کا استقبال اور دیدار کرنے کے لئے شہر سے باہر آیا۔ جب راجہ کے اشتیاق کا یہ عالم تھا تو رعایا کی وارفتگی کیسے ڈھکی چھپی رہ سکتی تھی' چنانچہ شہر میں آنے والے راستے کے دونوں طرف بچوں' عورتوں' جوانوں اور بوڑھوں کا ایک سمندر تھا کہ جس کی ہر لہر بدھ دیو کی جھلک دیکھنے کے لئے بے قرار اور مضطرب تھی۔ تاحد نظر انسانی سر دکھائی دیتے تھے اور..... بس۔ انسانوں یہ سمندر اس وقت اچانک گونگا ہو گیا جب بدھ دیو جی نے کاشیپ سے یہ سوال کیا:

"اے کاشیپ! تم نے اگنی کی عبادت کیوں ترک کی۔" لوگوں کا انبوہ کثیر عقیدت آمیز خاموشی سے کاشیپ کے جواب کا منتظر تھا۔ کاشیپ بولا:

"مہاراج! دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو حسن' خوشبو' لمس' آواز اور حواس کی خدمت گزاری ہی میں سکھ محسوس کرتے ہیں..... اور کچھ لوگ ظاہری اور مصنوعی ترک دنیا اور خارجی کھیل تماشوں مثلاً ہوم' جگ' بلی دان وغیرہ میں طمانیت پاتے ہیں..... مگر جب مجھے یہ عرفان ملا کہ مذکورہ بالا دونوں گروہ ہی گمراہ ہیں تو میں نے اپنے دھرم کو چھوڑ کر آپ کا دھرم اختیار کر لیا کیونکہ حواس اور خواہشات کا غلام حقیقی طمانیت حاصل نہیں کر سکتا اور اس طرح ظاہری کھیل تماشوں اور عباداتی کرتبوں کا قیدی نجات کا خواہشمند نہیں ہو سکتا..... اب میں نے یہ جان لیا ہے کہ صرف مثبت باطنی طاقتوں کو بڑھا کر ہی انسان وہ حقیقی طمانیت پا سکتا ہے' جسے نجات کہتے ہیں۔"

کاشیپ نے جب مذکورہ بالا بیان ختم کیا تو بدھ دیو جی نے چار اعلیٰ صداقتوں کی تشریح کی۔ بعدازاں انہوں نے راجہ بمبی سار کو مخاطب کرتے ہوئے "میں" یا "انا"

یا "خودی" سے متعلق وہ اپدیش دیا' جو آج بھی مغرور انسانوں کی تنی ہوئی گردنیں جھکا دینے اور انہیں حقیقت انسان کی منزل تک پہنچا دینے کی عظیم فکری طاقت کا حامل ہے۔

"میں" یا "خودی" کی ہستی سے متعلق اپدیش

بدھ دیو نے کہا کہ تمام دنیا "انا" میں گرفتار ہے لیکن جو اپنی ہستی کی اصلیت اور حواس کے متحرک ہونے کے پیچھے کارفرما اصول و ضوابط کو سمجھتا ہے' وہ اپنے باطن میں "انا" یا "خودی" کو کبھی بھی داخل نہیں ہونے دیتا۔ جو اس مقصد کو حاصل کر کے "میں" سے نجات پالیتا ہے وہی لامحدود اور حقیقی طمانیت کو حاصل کرتا ہے۔ بدھ نے کہا

> "دنیا انا پرستی میں گرفتار ہے' حالانکہ اس سے جھوٹا خوف پیدا ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "انا" موت کے بعد بھی باقی رہے گی اور کچھ کا خیال ہے کہ یہ باقی رہنے کی بجائے فنا ہو جائے گی۔ یہ دونوں خیال ہی باطن ہیں۔ ان خیالات پر یقین کرنے والے غلط ہیں اور ان کی غلطی انتہائی دردناک ہے کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ "میں" یا "انا" فانی ہے تو انسانوں کے نیک اعمال اور ان کا اجر بھی فانی تسلیم کرنا پڑے گا' اس طرح آئندہ جنم ممکن نہیں ہو گا اور گناہوں سے نجات یا آزادی بھی بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ دوسری طرف اگر یہ مان لیں کہ "میں" فنا نہیں ہو گی تو موت و حیات کی تمام ترکیفیات میں اس کی ہستی کی ایک یکساں اور غیر متبدل حالت ماننی پڑے گی' جو نہ کبھی مرتی ہے اور نہ ہی کبھی پیدا ہوتی ہے۔ اگر "میں" کی یہی تعریف ہے تو اس کو کامل کہا جا سکتا ہے۔ اب سوچو کہ جو کامل ہے کیا ہم اپنی کاوشوں سے اسے مزید کامل اور کامل تر بنا سکتے ہیں---- ایسا

ممکن نہیں ہے۔ مزید یہ کہ ایسی صورت میں غیر فانی "انا" تغیر پذیر کبھی نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ سب درست ہے تو پھر "میں" یا "انا" ہی ہماری مالک اور خدا ہو گی۔ اس تعریف کی رو سے تو کامل کو مزید کامل اور کامل تر بنانے کا کام ایک لا حاصل کوشش قرار پائے گا۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ اس صورت میں انسان کے اخلاقی مقاصد اور نجات کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی---- لیکن جس ہم دنیا میں کبھی راحت اور کبھی تکلیف دیکھتے اور سہتے ہیں تو پھر دوام اور قیام کس کو ہے۔ اگر یہ "میں" نہیں کہ جس کے ذریعہ سے ہمارے تمام کام انجام پاتے ہیں تو "میں" کا کوئی وجود ہی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے کام کے پیچھے کوئی کام کرنے والا' ہمارے جاننے کے پیچھے کوئی جاننے والا اور ہمارے وجود کے پیچھے کوئی مالک موجود نہیں ہے---- اب تم توجہ سے سنو! ہمارے حواس بیرونی چیزوں کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ ان کے تعلق سے ہمارے دماغ میں ایک نقش پیدا ہوتا ہے' جس کا نتیجہ قوت حافظہ ہے' جس طرح آتشی شیشہ میں سورج کی شعاعیں مرتکز ہونے سے آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ ویسے ہی حواسوں اور ان کے افعال کے علم سے تمہارا وہ مالک جسے تم "میں" کہتے ہو' جنم لیتا ہے۔ بیج سے پودا پیدا ہوتا ہے لیکن بیج پودا نہیں ہوتا۔ گو وہ دونوں ایک ہی چیز نہیں ہیں' لیکن ایک دوسرے سے جدا بھی نہیں ہیں۔ یہ ہے جانداروں کی پیدائش کا اصول۔"

اس کے بعد بدھ نے مزید صراحت اور سادگی سے "میں" یا "انا" کی تشریح کرتے ہوئے کہا: "اے لوگو! تم "میں" کے غلام ہو۔ صبح سے شام تک "میں" کی تسکین کے

لئے مشقت کرنا تمہارا مقدر بن چکا ہے۔ تم اسی "میں" کے سبب ہمیشہ موت' بیماری اور بڑھاپے کے خوف میں گرفتار رہتے ہو۔ لیکن میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تمہارے اس بے رحم مالک اور آقا یعنی "میں" کا کوئی وجود نہیں۔ خودی کی ہستی کا یقین غلطی' دھوکہ اور خواب ہے۔ اے لوگو! آنکھیں کھولو اور جاگو۔ چیزوں کو ان کی اصل صورت میں دیکھو گے تو طمانیت پاؤ گے۔ جو جاگتا ہے' وہ خواب کے بھیانک مناظر سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ جس نے رسی کی حقیقت کو معلوم کر لیا ہے' وہ اسے سانپ سمجھ کر خوفزدہ نہیں ہوتا۔ جس نے اس سچائی کو دریافت کر لیا ہے کہ دنیا میں "انا" یا "خودی" کا کوئی وجود نہیں' وہ خودی کی تمام خواہشات اور حرص و ہوس کو ترک کر دے گا۔ اشیائے آسائش کی گرویدگی اور خواہشات کی تکمیل کرنا دکھ کا باعث ہے۔ یہ جذبات انسان نے اپنے ہی سابقہ جنموں کے اعمال سے بطور وراثت حاصل کئے ہیں اور یہی دنیا میں مصائب و آلام اور خود پسندی کے فروغ کی بڑی وجہ ہیں۔ بدھ نے کہا کہ اپنی حریصانہ خود غرضی کو چھوڑ دینے سے تم وہ پاکیزہ اور طمانیت بخش حالت پا لو گے جس سے مکمل اطمینان' آسودگی اور باطنی علم حاصل ہوتا ہے۔ اپدیش کے آخر میں بدھ نے کہا:

> "جس طرح ماں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بھی اپنے اکلوتے بیٹے کو بچاتی ہے' اسی طرح اس شخص کو' جس نے راستی کو پہچان لیا ہے' چاہیئے کہ تمام جانداروں کے لئے لامحدود خوشی کے جذبات روشن رکھے۔ اس کو چاہیئے کہ وہ تمام دنیا میں کسی بھی سمت رہنے والے جانداروں کے لئے بلا امتیاز "لامحدود پاکیزہ خوشی" کے جذبات روشن رکھے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ سوتے' جاگتے' اٹھتے' بیٹھتے' چلتے اور کھاتے وقت غرضیکہ ہمیشہ اپنے دل کو اسی حالت میں قائم رکھے۔ دل کی یہ حالت ہی دنیا کی اعلیٰ ترین حالت ہے--- اور یہی نجات ہے۔ ہر قسم کی برائی کو ترک

کرنا' پاکیزہ زندگی بسر کرنا اور باطن کو صاف و شفاف رکھنا ہی تمام عارفوں کا حقیقی دھرم ہے۔"

بدھ کے اس اپدیش نے راجہ بمبی سار پر کچھ ایسا اثر کیا کہ اس نے فوراً" ہی نئے دھرم کی آغوش میں پناہ لے لی۔ کاشیپ پنڈت کے نیا دھرم اختیار کر لینے کی خبر پہلے ہی مشہور ہو چکی تھی اب راجہ بمبی سار بھی بدھ کے دھرم میں داخل ہو گئے تو ہر طرف تہلکہ مچ گیا۔ اگلے ہی روز لاتعداد لوگ بدھ دیو جی کے درشن کرنے اور ان کے وعظوں سے مستفید ہونے کی خواہش لے کر ششٹھی بن میں آئے۔

دوپہر ہونے سے پہلے ہی بھوجن کی خاطر کشکول ہاتھ میں لے کر بدھ دیو جی شہر میں داخل ہوئے۔ بہت سے لوگ انہیں دیکھتے ہی کام کاج چھوڑ کر ساتھ ہو لئے۔ بدھ دیو چہرہ کو جھکائے ہوئے تھے۔ ان کے ہشاش بشاش چہرہ پر سجی پر جلال آنکھیں---- جن میں انتہا درجہ کی رحم دلی بھی براجمان تھی---- مسلسل زمین کو گھور رہی تھیں کہ کہیں کوئی جاندار پاؤں تلے آ کر کچلا نہ جائے۔ در در بھیک مانگتے ہوئے وہ آخرکار ایوان مملکت جا پہنچے۔ راجہ نے انتہائی عقیدت اور احترام کے ساتھ تمام آداب بجا لاتے ہوئے عرض کیا:

"پربھو! ششٹھی بن یہاں سے بہت دور ہے۔ آپ بینو بن میں قیام فرما کر میری چھوٹی سی خواہش کو پورا کریں۔ بینو بن قریب ہی واقع ہے اور آپ کے مقدس پاؤں چومنے کے لئے بے قرار۔" (89)

راجہ کی عرض منظور ہوئی' بدھ نے بینو بن میں ٹھہر کر نئے دھرم کی تبلیغ جاری رکھی اور سینکڑوں لوگوں کے کان ان حیات آفرین جملوں سے آشنا ہوئے جن پر بدھ دھرم کی بنیاد استوار ہے' سینکڑوں بھٹکے ہوئے انسان نجات کی منزل کی طرف محو سفر ہوئے' ہزاروں بے قرار روحوں کو قرار نصیب ہوا اور لاتعداد دنیا داروں نے حقیقی دنیا کی لذتوں کی طرف رجوع کیا---- یہ سب اس وجہ سے ممکن ہوا کہ ہدایت کی طرف بلانے والے خود بدھ تھے۔ آپ نے یہاں دو ماہ قیام کیا۔

راج گرہ میں بھیک مانگتے ہوئے بدھ کے شاگرد اشوجت کو ایک دفعہ اوپ تیشیہ نامی ایک لڑکے نے دیکھ لیا۔ اس کا باپ مشہور پنڈت تھا۔ اوپ تیشیہ اس بھکشو کے درشن کرنے کے بعد بہت بے قرار ہوا۔ برہمن زادے کو یوں محسوس ہوا جیسے خوبصورتی، طمانیت، روشنی، رحم اور پاکیزگی انسانی شکل میں اس کے سامنے موجود ہیں۔ ایک اور نامور برہمن کا بیٹا کالت اس کا دوست تھا۔ اوپ تیشیہ نے اپنے دل کی حالت سے متعلق اسے پوری طرح آگاہ کیا۔ بدھ کے شاگرد اشوجت کی اعلیٰ، پاکیزہ اور طمانیت سے بھرپور زندگی، عمدہ کردار اور بے مثال اخلاق سے دونوں دوستوں کے دل میں عظیم بدھ کا عظیم دھرم اختیار کرنے کی خواہش مضبوط ہو گئی۔ کچھ دن بعد یہ دونوں نوجوان دوست بدھ کے دھرم میں آ گئے۔

دھرم کی نئی زندگی ملنے پر اوپ تیشیہ اور کالت اپنے پہلے نام ترک کر کے بالترتیب ساری پتر اور مود گلیان بن گئے۔

جس دن ساری پتر (اوپ تیشیہ) نے بدھ دھرم اختیار کیا، اس روز بدھ نے بھکشوؤں کی ایک جماعت قائم کر کے اس کا نام "سنگھ" رکھا۔

چونکہ یہ دونوں نوجوان نہایت قابل، جوشیلے، سرگرم، متحرک اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے، اس لئے بدھ نے ان کی قابلیت اور لیاقت کے لحاظ سے ان کو "سنگھ" میں سب سے اعلیٰ مناصب عطا کئے۔ پرانے شاگردوں نے اس فیصلہ کو ناانصافی سمجھا، وہ دونوں نوجوانوں کی تقرری کو اپنی حق تلفی اور بے توقیری سمجھے اور ناراض ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ سنگھ میں حسد کی آگ جلنے لگی۔ بدھ اس صورتحال سے بہت دکھی ہوئے، انہوں نے تمام شاگردوں کو طلب کیا، سب اکٹھے ہو گئے تو بدھ نے انہیں یوں مخاطب کیا:

"بھکشوؤ! گناہ سے نجات، فیاض زندگی کا حصول اور طہارت ذات ہی بھکشوؤں کا دھرم ہے۔ پھر تم کیوں مخالفت اور حسد کی آگ میں جل کر اپنے دھرم کو بھولتے ہو؟"

اگرچہ بدھ کے اپدیش سے ناراض شاگردوں کا بھڑکا ہوا غصہ دوبارہ طمانیت میں

بدل گیا' لیکن مستقبل میں ایسی صورتحال کو دوبارہ پیدا ہونے سے روکنے کے لئے صرف اپدیش ہی کافی نہ تھا' چنانچہ اس موقع پر بدھ نے سنگھ کا تقدس قائم رکھنے کے لئے چند قواعد منضبط کئے' یہ اصول پرتی موکھشہ (90) کہلاتے ہیں۔

بدھ جب راج گرہ میں تشریف لائے تھے تو ہر طرف انہی کے چرچے تھے اور ان کی قیام گاہ پر سینکڑوں لوگوں کی آمدورفت رہتی تھی۔ لیکن جب ساری پتر اور مود گلیان کے بعد بہت دنوں تک ایک بھی شخص بدھ دھرم اختیار کرنے نہ آیا تو یہ دیکھ کر عام لوگوں کے دلوں سے بدھ کی عظمت کے نقوش بتدریج مٹنے لگے۔ اب ان کے دلوں میں وہ جوش' جذبہ اور ولولہ باقی نہ تھا' جو بدھ کی راج گرہ آمد کے وقت انہیں اڑائے پھرتا تھا۔ عوام کے دلوں میں بدھ کی عقیدت کا جو الاؤ اچانک روشن ہوا تھا' اب اس کی جگہ نفرت کا دھواں پیدا ہونے والا تھا۔

کثیف اور بے خبر انسانی باطن عجوبے اور جدت کو زیادہ پسند اور پیار کرتا ہے۔ اسی لئے بدھ کے وعظ بار بار سن کر لوگ اکتا گئے۔ ان جاہلوں کو بدھ کی تعلیمات میں کوئی نئی بات نظر نہ آتی تھی لیکن اس کے برعکس حقیقت یہ تھی کہ جدت کے یہ متلاشی باطنی اندھے تھے' انہیں سچائی کیسے نظر آتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے تو لوگوں کے دلوں سے نئے دھرم کے بارے میں پایا جانے والا جوش اور جذبہ ختم ہوا——— پھر بدھ کی عقیدت کا چاند گہن کی زد میں آیا——— آخرکار بتدریج مخالفت کا جذبہ پیدا ہونے لگا——— اور پھر وہ کڑا وقت بھی آ گیا جو انسانیت کے ہر محسن پر آیا کرتا ہے عام لوگ بدھ اور اس کے پیروؤں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ الزام تراشی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا——— سب کچھ ویسے ہی ہو رہا تھا' جیسے اس سے قبل ہوا تھا اور آئندہ ہونے والا تھا۔ شکاری بھی پرانے تھے اور جال بھی——— لیکن شکار نیا تھا۔ مخالفین بدھ اور اس کے پیروؤں پر مندرجہ ذیل الزام عائد کر رہے تھے :

⊙ انہوں نے والدین کے اکلوتے بچے گھروں سے دور کر کے سنیاسی بنا دیئے ہیں۔

- انہوں نے ہنستے بستے گھروں کو شمشان گھاٹ بنا کر رکھ دیا ہے۔
- یہ مدتوں سے رائج رسم و رواج' معاشرتی اور اخلاقی اصول اور براہمن قوم کی پیدائشی فضیلت ختم کر کے اس کی بجائے ناپاک اچھوتوں اور براہمنوں میں پائی جانے والی مشترکہ انسانی صفات کی بنا پر سماجی مساوات قائم کرتے اور کرنا چاہتے ہیں۔
- یہ بھکشوؤں کی خیالی اور فرضی پاکیزہ زندگی کے دلفریب نقشے اور تصویریں پیش کر کے گھریلو لوگوں کو روایتی دھرم سے دور کرنے کے بعد جنگل جنگل رسوا کرنا چاہتے ہیں۔
- یہ تو سب کو سادھو کر کے انسانی نسل کو ہی ختم کرنے پر تل گئے ہیں۔

یہ الزام قریب قریب وہی ہیں جو ہر مصلح پر عائد ہوتے رہے۔ شہر کے لوگ ان الزامات کی تشہیر کے باعث بدھ اور بھکشوؤں کے حوالہ سے سراپا قہر بنے ہوئے تھے لیکن---- تاریخ مسکرا رہی تھی---- بالکل بدھ کی طرح۔ تاریخ کی اس پراسرار مسکراہٹ میں اس شاندار مستقبل کی جھلک تھی جو عنقریب بدھ دھرم کا مقدر بننے والا تھا لیکن کوئی ایسا دانا نہ تھا جو تاریخ کے اس خاموش اعلان کی ترجمانی کر سکتا---- نئے دھرم کے ماننے والوں پر کڑا وقت آ گیا تھا۔

یہی وہ دن تھے جب بھکشو بھیک مانگنے کے لئے شہر میں جاتے تو عام لوگ نہ صرف ان کی بلکہ بدھ کی بھی بے توقیری کرتے اور طرح طرح سے انہیں اذیتوں کا نشانہ بناتے۔ نئے دھرم کے عاشق سب کچھ صبر اور ہمت کے ساتھ برداشت کرتے رہے لیکن جب لوگوں کی نفرت ان کے صبر کی حدود سے متجاوز ہو گئی تو بھکشوؤں نے اپنی تکالیف اور مشکلات بدھ کے سامنے ظاہر کیں۔ بدھ خود بھی تمام صورتحال سے آگاہ تھے لہٰذا اپنے پروانوں کی حالت زار کا تذکرہ سن کر بولے :

> "لوگ جس امر کو برا خیال کر کے تمہاری مخالفت اور بے عزتی کرتے ہیں اور تمہیں طرح طرح کی تکالیف اور مصائب میں مبتلا کرتے ہیں' اسی میں تمہاری حقیقی اور ابدی بھلائی کا سامان

پوشیدہ ہے۔ تم ان سے کہہ دو: بدھ نے اس دنیا میں نئے دھرم کی سلطنت قائم کرنے کے لئے مضبوط عہد کیا ہے۔ سچ ان کا ہتھیار ہے' جسے کوئی ناکارہ نہیں بنا سکتا۔ یہ ہتھیار مؤثر ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ سچ کے سوا ان (بدھ) کے پاس کوئی حربہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور ہتھیار کو وہ تم پر آزما سکتے ہیں---- اسی سچ کے ہتھیار سے انہوں نے لاتعداد لوگوں کو اپنا ہمنوا بنایا ہے اور اسی سچ کی طاقت سے سچ پرستوں کی تعداد دن بدن زیادہ سے زیادہ ہو گی۔"

یہ بہت نازک وقت تھا۔ بہت تھوڑے لوگ بدھ دیو کے سچے ہمدرد' طرفدار اور عقیدت مند تھے۔ عوام کی اکثریت انہیں نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھتی تھی۔ یہ لوگ انسانیت کے خیر خواہ کے دشمن اور انسانوں کے ہمدرد کے مخالف بن چکے تھے---- لیکن اس دل شکن اور سنگین صورتحال میں بھی بدھ اپنے عہد' ارادے اور سفر کی تکمیل کی خاطر کوشاں رہے۔ نہ ان کے قدم رکے نہ پلٹے بلکہ مسلسل آگے بڑھتے رہے۔ انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ جوش' ولولے اور جذبے سے نئے دھرم کی صداقتوں کے اعلان کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہی حال ان کے دیگر پیروؤں کا تھا۔ حق کی منادی کرنے پر مامور یہ جماعت مشکلات کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر مسلسل آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی---- شاید باد مخالف انہیں اور اونچا اڑانے کے لئے ہی چلی تھی۔

اب کی بار ان سچ پرستوں کی پرواز اتنی بلند اور ہمہ سمت تھی کہ نگر نگر نئے دھرم کا شہرہ اور گاؤں گاؤں بدھ کا چرچا عام ہو گیا۔ بدھ کی شہرت جنگل کی آگ بن گئی۔

○

اب سن رسیدہ راجہ شدھودن کی طرف چلتے ہیں جو اپنے لخت جگر کی دھرمی کامرانیوں اور کامیابیوں سے باخبر ہو چکا ہے۔

شدھودن نے جب تسلسل کے ساتھ اپنے بیٹے کے دریافت کردہ نئے دھرم' اس کی صداقتوں کے ابلاغ اور لاتعداد لوگوں کے بدھ دھرم اختیار کرنے کے متعلق خبریں سنیں تو بے قرار ہو اٹھا۔ بیٹے کی جدائی کا دکھ اب بھی تازہ تھا چنانچہ وہ جلد از جلد اپنے نور نظر کو دیکھنے کا طالب ہوا۔ اس نے بدھ کو کپل وستو میں لانے کے لئے ان کی طرف ایک قاصد بھیجا۔ لیکن قاصد بدھ کے جادوئی پیغام کو سن کر راجہ کا پیغام بھلا کیسے یاد رکھ سکتا تھا۔ وہ بدھ کا وعظ سن کر بھکشو بن گیا اور دنیا کی محبت کو دل سے نکال کر وہیں دھرم کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گیا۔

بہت دن گزر گئے تو بدھ کا جوابی پیغام ملنے کا منتظر راجہ شدھودن قاصد کی طرف سے بھی مایوس ہو گیا۔ نہایت بے کلی اور بے چینی کے عالم میں اس نے ایک اور پیغام بر روانہ کیا۔

بدھ کے اپدیشوں اور کلام میں ایسی عجیب دلکشی اور ان کی مثالی زندگی میں ایسی غیر معمولی کشش تھی کہ جو بھی ان کے تبلیغی حلقہ میں آیا' پھر کہیں جانے کے قابل نہ رہا۔ ان کی ناصحانہ گفتگو اور غیر معمولی طرز زندگی کا دائرہ اثر اتنا غیر معمولی تھا کہ مثال نہیں ملتی۔ جو کوئی بھی ان کی باتیں سنتا اور انہیں دیکھتا انہی کے دھرم کا ہو کر رہ جاتا۔ روایت ہے کہ کپل وستو سے راجہ شدھودن نے یکے بعد دیگرے نو افراد بھیجے' یہ سب بدھ کو اس کے باپ کا سندیسہ پہنچانے آئے تھے کہ "آپ کا بوڑھا باپ آپ کو دیکھنے کا مشتاق ہے۔" مگر بدھ کے پاس جاتے ہی یہ سب نئے دھرم کے قاصد بن کر اطراف و جوانب میں اس حقیقی سچائی کا پرچار کرنے لگے جو کپل وستو کے سابقہ ولی عہد نے دریافت کی تھی۔ ان قاصدوں کے انتظار میں راجہ کا ہر مسام راہ تکتی آنکھ بن گیا' لیکن ان کو واپس لوٹنا تھا نہ لوٹے۔ آخرکار راجہ نے بدھ کے بچپن کے دوست کال اوائن کو طلب کیا۔ بیٹے کے دیدار کی خواہش اب پہلے سے بھی گہرا دکھ اور کرب بن چکی تھی۔ راجہ کو امید تھی کہ جو کام متعدد قاصد نہیں کر سکے وہ کال اوائن کر گزرے گا۔ اوائن نہ صرف سلطنت کے امور میں بہت قابل اور ہوشیار تھا بلکہ راجہ شدھودن

کا حقیقی جانثار اور نسلی وفادار بھی تھا۔ اس کے حاضر ہونے پر راجہ شدھودن کے دل کے سارے داغ گویا آنسو بن گئے۔ کپل وستو کا بوڑھا راجہ اپنے فرزند کے دوست اور اپنے وفادار کارکن کے سامنے ساون کی طرح برس رہا تھا۔ کال ادائن دست بستہ مودب کھڑا تھا مگر راجہ شدھودن گرجدار لہجے میں حکم دینے کی بجائے غیر ہموار سانسوں اور چھوٹی بڑی ہچکیوں کے درمیان جو کہہ رہا تھا اس کا مفہوم صرف یہ تھا:

"میرا جیون اب ختم ہونے کے قریب ہے---- ہاں---- اب میں زیادہ دیر تک جی نہ سکوں گا۔ میں نے چاہا تھا کہ جیتے جی ایک بار---- صرف ایک بار اپنے بچھڑے بیٹے کو دیکھ لوں---- اس طرح میرے جھلسے ہوئے باطن میں کچھ تازگی آسکتی تھی۔ میں نے اس (بدھ) کی طرف بہت قاصد بھیجے لیکن---- لیکن ان میں سے ایک بھی---- ہاں' ایک بھی واپس نہیں لوٹا---- کوئی خبر نہیں آئی---- کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔ اب تم ہی میرے آخری سہارے ہو---- تم اس (بدھ) کے بچپن کے دوست ہو۔ تم پر ہی اب میری آخری امید قائم ہے۔ مجھ بے بس بوڑھے پر رحم کر کے ایک دفعہ---- صرف ایک دفعہ' راج گرہ جاؤ اور میرے بچے سے' میری جان سے کہو: مرنے سے پہلے تمہارے باپ نے تمہیں دیکھنا چاہا ہے---- دیکھنا چاہا ہے----"

بدھ کے ساتھ بیتا بچپن کال ادائن کو بھی اچھی طرح یاد تھا' بعد کے واقعات بھی اس سے پوشیدہ نہ تھے' ایسے میں راجہ کی آہ و زاری اور دردناک فریاد نے اسے پگھلا کر پانی کر دیا۔ اس نے نمناک آنکھوں کے کونے پونچھے اور راجہ شدھودن کو تعمیل ارشاد کا یقین دلا کر فوراً" راج گرہ کی طرف سفر کی تیاری کرنے لگا۔

کال ادائن اس وقت بدھ دیو کی خدمت میں حاضر ہوا جب انہیں اروبلو سے آئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے اور بینو بن میں قیام فرما کر رشد و ہدایت میں مصروف تھے۔ بدھ کی نئی زندگی کی طلسماتی کشش' ان کے کردار کی پاکیزگی اور اخلاق کی غیر معمولی تاثیر سے کال ادائن بھی اتنا ہی متاثر ہوا جتنا کہ دوسرے قاصد ہوئے تھے

اور اس امر کا نتیجہ بھی حسب سابق ہی نکلا' بدھ کے حیات بخش وعظ اور اثر انگیز گفتگو کو سن کر کال ادائن بھی بدھ دھرم کو قبول کیے بغیر نہ رہ سکا۔ کال ادائن بدھ کا شاگرد تو بن گیا تھا لیکن اسے وہ مقصد نہیں بھولا تھا' جس کے تحت وہ یہاں آیا تھا۔ اسے اب بھی راجہ شدھودن کی برستی آنکھیں اچھی طرح یاد تھیں۔ ان آنکھوں میں کال ادائن وہ سوال بھی واضح طور پر پڑھ سکتا تھا جو بدھ کی کپل وستو واپسی سے متعلق تحریر تھا۔

○

کال ادائن کو بدھ کا شاگرد بنے دو مہینے گزر گئے۔ اسی دوران بسنت کا موسم آن پہنچا۔ مست ہوا درختوں کے کومل پتوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی' بحر و بر نکھر گئے' درختوں کی گود ہری ہو گئی' شاخوں پر سبز پتے اپنی تمام تر تازگی سمیت تالیاں بجانے لگے' پرندے فضا میں ایک نئی وارفتگی سے اڑانیں بھرتے دکھائی دینے لگے' آبادیاں سرشار اور جنگل مسحور نظر آنے لگے' ہاتھیوں کی چنگھاڑیں پہلے سے بھرپور ہو گئیں' شیروں کی دھاڑیں نئی طاقت کی نمائندگی کرنے لگیں' زمین گھاس کے مخملی سبز قالین سے آراستہ ہو گئی اور آسمان گاتے چہچہاتے پرندوں کی قطاروں سے بارونق ہو گیا۔ ہر کوئی خوش نظر آتا تھا' یوں محسوس ہوتا تھا جیسے فطرت اپنے تازہ حسن کی نمائش اس یقین سے کر رہی ہے کہ مجھ سا حسین نہ ہوا ہے نہ ہو گا۔

اس خوبصورت اور سہانی رت میں' موقع مناسب جان کر ایک دن کال ادائن نے بدھ دیو سے کہا:

"مہاراج! مختلف مقامات کے دورہ کے لئے یہی مناسب اور موزوں وقت ہے۔ بزرگ بھی یہی فرمایا کرتے ہیں کہ بسنت کے موسم میں سیر کرنا بے شمار افادی پہلو رکھتا ہے۔ (91) اگر آپ پسند فرمائیں تو ہم سب یہاں سے کچھ دنوں کے لئے رخصت ہو کر قرب و جوار کے علاقوں کا دورہ کر آئیں۔ نئے دھرم کی تبلیغ بھی ہو گی اور سیر و تفریح بھی۔ یوں ایک پنتھ میں دو کاج ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ یہ کہ آپ کے والد محترم کا آخری وقت بھی آن پہنچا ہے' کم از کم ظاہری آثار تو یہی بتاتے ہیں۔ ان کی دلی

آرزو ہے کہ مرنے سے قبل ایک بار آپ کا چہرہ دیکھ کر برسوں کی جدائی کے زخم کا کچھ مداوا کر لیں۔"

بدھ دیو جی نے کال اوادئن کی اس تجویز کو نہ صرف پسند کیا بلکہ قابل عمل بھی قرار دیا اور اپنے والد سے ملاقات کے لئے جانا بھی منظور کر کے مع اپنے بہت سے شاگردوں کے کپل وستو کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر کے دوران آپ کچھ دن صوبہ مل میں بھی ٹھہرے جو راج گرہ سے کپل وستو جانے والی شاہراہ سے آن ملتا تھا۔ اس صوبہ کے راجاؤں نے بدھ مت کو قبول کیا۔ یہیں اوپالی (92) نامی حجام بدھ کا شاگرد بنا۔ وہ لوگوں کی حجامتیں بنایا کرتا تھا لیکن بدھ مت میں داخل ہو کر اس نے وہ روحانی مرتبہ اور فضیلت حاصل کی کہ بعد میں نامی سرداروں اور معتبر اشخاص نے اس کے قدموں میں سر جھکانے کو باعث فخر و امتیاز سمجھا۔

سنگھ (جماعت) کے ہمراہ بدھ دو ماہ کے سفر کے بعد کپل وستو پہنچے اور بھکشوؤں کی جماعت یعنی سنگھ کے قواعد و ضوابط کے مطابق نیگرودھ نامی جنگل میں ٹھہرے جو شہر سے قریب ہی تھا۔ بدھ کے آنے کی خبر سن کر شہر کے کمسن لڑکے اور لڑکیاں پھولوں کے ہار اور پتیاں لے کر قطار در قطار جنگل کی طرف چلے' ان کے پیچھے نوجوان اور بوڑھے بھی چلے آتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے پورا کپل وستو بدھ دیو بن چکے اس سدھارتھ کو خوش آمدید کہنے کو امڈ آیا ہے' جو کبھی ان کا ولی عہد تھا۔ لوگوں کی والہانہ آمدورفت سے نیگرودھ جنگل میں منگل کا سا سماں بندھ گیا۔

راجہ شدھودن' ان کے بھائی اور دیگر عزیز و اقارب بھی بدھ سے ملنے آئے۔ چونکہ آپ نے تعظیماً" کھڑے ہو کر انہیں پرنام نہ کیا' اس لئے ان میں سے اکثر بددل اور ناراض ہوئے۔ دن ڈھلا اور سورج غروب ہوا تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو سدھارے لیکن مہاں جوگی بدھ دیو جی اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ جنگل میں ہی بسیرا کئے رہے۔

اگلے دن بدھ دیو جی ہاتھ میں کشکول لئے شہر میں داخل ہوئے۔ یہ وہی شہر تھا'

جس کے باسیوں نے ان کی پیدائش پر جشن منایا تھا کہ ہمارے حکمران کو ولی عہد مل گیا لیکن انہیں خبر نہ تھی کہ ہم جس نومولود کی پیدائش کا جشن منا رہے ہیں وہ مذہب کی دنیا میں تہلکہ مچائے گا' تلواروں سے نہیں کھیلے گا۔ شہر میں داخل ہوتے وقت بدھ نے سوچا کہ بھیک کے لئے مجھے سب سے پہلے شاہی محل کے دروازے پر جانا چاہئے یا در در بھیک مانگتے ہوئے وہاں پہنچنا مناسب ہے۔ یہ ذہنی کشمکش کچھ دیر جاری رہی لیکن آخرکار انہوں نے گھر گھر بھیک مانگتے ہوئے باپ کے دروازے پر جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ سنگھ (بھکشوؤں کی جماعت) کا یہی قاعدہ تھا کہ کسی خاص گھر کو تقدیم یا تاخیر نہ دی جائے۔ بدھ نے سوچا: جماعت کے دیگر فقیروں کا جو قاعدہ ہے' میرے لئے اس کی پیروی کرنا ضروری ہے' میں راجہ شدھودن کا بیٹا یا جماعت کا سربراہ ہونے کی وجہ سے اس قانون سے مستثنیٰ کیسے ہو سکتا ہوں اور جو رعایت دوسروں کو حاصل نہیں' وہ میں خود کیسے لے سکتا ہوں۔

بدھ نے در در بھیک مانگنی شروع کی۔ شہر والے اپنے بادشاہ کے بیٹے کو بھکاری کے روپ میں دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ جب عورتوں نے دیکھا کہ شاہی خاندان کا اکلوتا چشم و چراغ گھر میں ہر طرح کے سکھ اور عیش و آرام ہونے کے باوجود اپنے مخصوص نظریات کی وجہ سے فقیر بنا ہوا ہے تو یہ دردناک' رقت انگیز اور دل شکن نظارہ ان سے برداشت نہ ہوا اور وہ باقاعدہ بین کرتے ہوئے آہ و زاری کرنے لگیں۔

گوپا چاروں طرف سے اٹھنے والے شور و غل کو سن کر محل کی چھت پر آئی' اس کی آنکھوں نے ایک عجیب' حیران کن اور ناقابل یقین منظر دیکھا۔ اس کے پیارے خاوند محل کی سمت چلے آ رہے تھے' ایک لمحے کے لئے گوپا کے چہرے پر حیا سے بھرپور سرخی کی لہر سی جاگی اور پھر سو گئی۔ جیسے ساون رت کے گھنے سیاہ بادلوں میں ایک لمحے کو چمکتی' بل کھاتی اور کڑکتی ہوئی بجلی کوندے اور پھر فوراً" ہی معدوم ہو جائے۔ دوسرے ہی لمحے گوپا جان چکی تھی کہ شاہی محل کی طرف آنے والے اس کے خاوند سدھارتھ نہیں بلکہ سنگھ کے بانی اور نئے دھرم کے مبلغ بدھ دیو ہیں۔ اسے یہ بھی

معلوم ہو گیا کہ بے نیازی سے کشکول تھامے ننگے پاؤں چلے آنے والے یہ سر منڈے اور کیسری لباس میں ملبوس جوگی اب کپل وستو کے ولی عہد سدھارتھ کو یکسر بھول چکے ہیں' اب وہ بادشاہ کے بیٹے نہیں' فقیروں کے فقیر ہیں۔ گوپا کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔

"ہائے! میں کیا تھی اور کیا ہو گئی۔ میرے سر کا تاج ریاضت کی آگ میں جھلس کر جنگلوں کی خاک میں خاک ہو گیا' جس کے خمیر سے یہ بدھ منظر عام پر آیا۔" اس کے بعد گوپا مزید کچھ نہ سوچ سکی۔ ولی عہد سدھارتھ کو بدھ دیو جوگی کے روپ میں دیکھنا اس کے لئے قیامت ہو گیا۔ اس منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ چکرا کر گری اور ہوش و حواس سے ہاتھ دھو بیٹھی۔

اپنے بادشاہ باپ شدھودن کے راج محل کی طرف بڑھتے ہوئے مہان بھکشو---- ماضی کے سدھارتھ تھے۔ جو طلائی سواری کے بغیر قدم نہ اٹھاتے تھے' جن کا جسم بیش قیمت موتیوں اور جواہرات سے لدا رہتا تھا' انواع و اقسام کے کھانے جن کے دستر خوان کی زینت بڑھاتے تھے' ہزاروں نوکر اور لاتعداد خادم جن کے اشارہ ابرو کے منتظر رہتے تھے---- لیکن آج وہی ولی عہد شہزادہ سدھارتھ اپنے آبائی دارالحکومت میں گدائی کر رہے تھے۔

شاہی خادمائیں ہزار جتن کر کے گوپا کو ہوش میں لائیں' وہ اٹھی' آنسو پیتی اور غم کھاتی راجہ شدھودن کے حضور حاضر ہوئی۔ ہچکیوں اور سسکیوں کے دوران جو لفظ اس نے ادا کئے' ان کا لب لباب یہ تھا کہ اے کپل وستو کے حاکم آپ کے اکلوتے فرزند آپ کے دروازے پر بھیک مانگنے آئے ہیں۔

بدھ دیو جی شاہی محل کے دروازے تک پہنچ چکے تھے۔ گوپا کی اطلاع پا کر راجہ شدھودن گھبرا کر محل سے باہر آیا' مرکزی دروازے پر کھڑے فقیر میں اپنا بیٹا ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہوا وہ ایک لمحے کو ریاست کے بادشاہ کی بجائے "بدنصیب" سدھارتھ کا باپ بن گیا۔ راجہ روتے روتے پاؤں تک بھیگ گیا' لیکن بدھ دیو بے تاثر' سپاٹ اور

مطمئن چہرہ لئے سامنے موجود رہے۔ شدھودن نے من ہی من میں ارادہ کیا کہ میں اسے بھیک مانگنے سے منع کروں لیکن اس ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ دیر تک بچوں کی طرح بلکتے رہے اور بدھ کھڑے دیکھتے رہے۔ آخرکار راجہ نے جانکنی جیسی تکلیف کے احساس اور انتہائی کرب کے ساتھ فقط یہی کہا:

"کیوں پیٹ کی خاطر در در بھیک مانگ کر ہمیں شرم دلاتے ہو۔ کیا میں تمہارے بھکشوؤں کے لئے کھانا دینے کے لائق بھی نہیں ہوں؟"

بدھ نے کہا:

"مہاراج! بھیک مانگنا ہی ہمارے خاندان کا رواج ہے۔"

راجہ بولا:

"ہم شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں' حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں' تم سے پہلے ہمارے خاندان میں کسی نے پیٹ بھرنے کے لئے بھیک نہیں مانگی۔"

بدھ نے جواباً" کہا:

"آپ اور آپ کے اہل خانہ شاہی خاندان کے لوگ ہوں گے' لیکن میں تو ماضی قدیم سے لوگوں کی اصلاح کے لئے جوگی بن جانے والے عظیم بدھوں کے سلسلے کا رکن اور ان کے افراد خانہ میں سے ہوں۔ (93) وہ لوگ بھیک کے ذریعے سے ہی اس جسم کی حفاظت اور اس کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔"

اس کے بعد بدھ دیو جی نے اپنے باپ کو اپدیش دیا:

"والد محترم! اگر کسی کے بیٹے کو کوئی خفیہ خزانہ ہاتھ لگے تو اس کا فرض اولین ہے کہ تمام بیش قیمت اور اعلیٰ جواہرات اپنے باپ کے حضور نذر کرے۔ میرے قابل احترام باپ! حب دنیا کی گہری نیند کے مزے آپ نے بہت لے لئے۔ اب جاگئے۔ جتنی دیر آپ کر چکے ہیں' اسی مناسبت سے جلدی کر کے پاکیزہ زندگی کے حصول کی کوشش کیجئے۔ جو شخص دھرم اختیار کرتا ہے' وہی اس دنیا اور لافانی جہان میں راحت حقیقی کا مستحق ہوتا ہے۔ آپ بھی پاکیزہ زندگی کے حصول میں کوشش کریں اور دنیاوی سکھوں

کی جستجو ترک کر دیں۔ جو لوگ راستی اور پاکبازی کے سیدھے راستے پا لیتے ہیں' وہ دونوں جہانوں میں کامل طمانیت حاصل کرتے ہیں۔"

راجہ نے اپدیش سنا' جواباً" خاموش رہا' کشکول بدھ کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لیا اور ان کو ساتھ لے کر محل کے اندر چلا گیا۔

بدھ محل میں داخل ہوئے تو تمام عزیز و اقارب' امراء' خادمین اور ریاستی اہلکاروں نے انتہائی عقیدت' احترام اور تعظیم کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا۔ لاتعداد لوگ ملاقات کو آئے لیکن کسی نے بھی وہاں گوپا کو نہ دیکھا۔

گوپا محل کے دور افتادہ گوشے میں ایک سادہ سے کمرے کے اندر گم سم بیٹھی سوچ رہی تھی:

"اگر میرے لئے ان کے دل میں تھوڑی سی بھی محبت باقی ہے تو وہ ضرور میرے پاس آئیں گے' تب میں اپنے دل کے سارے زخم ایک ایک کر کے انہیں دکھاتی اور آنسو بہاتی جاؤں گی۔"

آخرکار بدھ نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی' سبھی موجود تھے لیکن گوپا نہ تھی۔ بدھ نے اپنے کچھ شاگردوں کو ہمراہ لیا اور گوپا کی طرف چلے۔

اس دوران انہوں نے اپنے ہمراہیوں کو سمجھا دیا تھا کہ اگر کوئی عورت مجھے چھونے کی کوشش کرے تو تم اسے اس حرکت سے منع مت کرنا۔

بدھ دیو جی گوپا کے پاس پہنچے تو کچھ دیر پہلے کے اس کے سارے ارادے ملیا میٹ ہو گئے۔ دل کے زخم دکھانا تو در کنار منہ سے ایک لفظ تک نکالنا محال ہو گیا۔ وہ خاموش کھڑی سسکتی رہی اور پھر اچانک دھڑام سے اپنے "سابقہ" خاوند کے قدموں میں ڈھیر ہو کر آنکھوں سے گنگا جمنا بہانے لگی۔ گوپا کے آنسوؤں سے بدھ دیو کے پاکیزہ قدم بھیگ کر رہ گئے۔ دنیا کی کسی بھی زبان میں ایسے الفاظ نہیں جو گوپا کی اس کیفیت کے بیان کے لئے کافی ہوں۔ بس' ایک لمبا دکھ تھا' جو آنسوؤں کی صورت ظاہر ہو رہا تھا یا ایک شدید اور ناقابل بیان درد تھا جو آنکھوں سے امڈ آیا تھا۔ گوپا کے الفاظ شاید

گوتم کے کانوں تک نہ پہنچ پاتے لیکن اس کی خاموشی ایک بھرپور معنویت کی حامل زبان بن گئی۔ بدھ کے دل نے اس خاموش زبان سے بہت کچھ پھوٹتا دیکھا' سنا اور محسوس کیا۔ گوپا کے باطنی دکھ کو محسوس کر کے ان کا محبت و نفرت جیسے جذبات سے ماوراء ہو چکا من بھی بے چین ہو اٹھا۔

بدھ کے قدموں پر گرے گرے گوپا نے سوچا کہ اگر میں تمام عمر بھی اس طرح پڑی آہ و زاری کرتی رہوں تو یہ میرے نہ بنیں گے۔ یہ خیال آتے ہی وہ چکنا چور ہو کر اٹھی اور ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اتنے میں راجہ شدھودن بھی آ گیا۔ وہ بدھ سے مخاطب تھا:

"جب سے تم گھر چھوڑ کر گئے ہو' تمہاری بیوی جوانی کی عمر میں ہی شدید پرہیزانہ معمولات کے ساتھ گزر بسر کر رہی ہے۔ بغیر اچھی طرح کھائے' پیئے اور سونے کے معلوم نہیں کس طرح یہ اب تک زندہ ہے۔ خاوند کے جیتے جی بیوہ ہو جانے پر' اسے جو دکھ ہے' پتھروں کا کلیجہ چیر دینے والا ہے۔ رانی ہوتے ہوئے بھی اس سے قبل کسی عورت نے اتنی سخت زندگی کبھی بسر نہ کی ہو گی۔ ہر کسی نے اسے سمجھانے بجھانے کی کوشش کی ہے لیکن اس پر تو جیسے اثر ہی نہیں ہوتا' بس مسلسل یہی اصرار ہے کہ اسی نوعیت کی زندگی گزارتے ہوئے مروں گی۔"

بدھ نے خاموشی سے' باپ کی زبانی اپنی بیوی کی کہانی سنی' جس کا بڑا حصہ خود انہیں بھی معلوم تھا۔ یونہی کھڑے کھڑے وہ سوچنے لگے:

"جو گوپا مجھے جان سے بھی عزیز تھی' مجھ کو اپنا سہارا' زندگی بھر کا ساتھی اور دکھ سکھ میں شریک تصور کرتی تھی' وہ مجھے اپنا دل دے کر تمام عمر کے لئے بے فکر ہو گئی تھی۔ اس دنیا میں' میں نے اس بے گناہ کو مایوسی اور ناامیدی کے اتھاہ سمندر میں ڈبو دیا' میں بغیر کوئی جرم کئے' مجرم ہوں کیونکہ میری بیوی کے سکھوں کی راہ میں جو کانٹے بکھرے ہیں' ان کا سبب میری ہی ذات ہے۔" لیکن اس قسم کی سوچیں اب بدھ دیو جی کو پیچھے مڑ کر دیکھنے پر مجبور نہیں کر سکتی تھیں' ان کا مقصد تو دھرم کی تبلیغ و اشاعت

تھا چنانچہ انہوں نے اس موقع پر ایک پر اثر اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلا ہوا اپدیش دیا، جو لامحدود سکھ سے مستفید ہونے کے متعلق تھا۔ یہ امرت جیسے بول سن کر دکھی گوپا، مجبور راجہ اور ان کے خاندان کے باقی حاضر لوگوں کے دل نئے دھرم کے بارے میں عقیدت سے لبریز ہو گئے۔ ان کے دکھی دلوں کو بدھ کے الفاظ نے سکون دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب بدھ کے دریافت کردہ نئے دھرم کے پیروکار بن گئے۔

دوسرے دن گوتمی کے بیٹے نند (94) کی شادی اور رسم تاجپوشی تھی۔ اس پر مسرت موقع پر بدھ نند سے ملاقات کو گئے۔

نند کا دل، دماغ اور روح بھی بدھ کی طلسمی شخصیت کی غیر معمولی کشش کے باعث مسحور ہو گئے۔ اسے ان کی باتیں سن کر حکومت کا سکھ اور شادی کی راحت، دونوں حقیر معلوم ہونے لگے۔ نند نے خیال کیا کہ ابھی تو میں بدھ کے دھرم میں داخل بھی نہیں ہوا اور میری یہ حالت ہے تو دھرم ماننے کے بعد کیا ہو گا؟ اس سوچ نے اس کے دل میں نئے دھرم کی بے پناہ عقیدت کا سکہ جما دیا۔ اسے بدھ کی باتوں اور صحبت میں ایک ایسا بے نام سکون ملا جو یقیناً حکومت اور خواہشات کے تعاقب میں سرگرداں رہنے والوں کے نصیب میں نہیں ہوا کرتا۔ نند کی روح چونکہ اسی طمانیت کی متلاشی تھی چنانچہ اس نے شادی سے انکار کر دیا۔ یہ خبر محل میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلی اور چاروں طرف شوروغل مچ گیا کہ کیوں ہوا، کیسے ہوا اور اب کیا ہونا چاہئے۔

جس مہ جبیں کے دل میں یہ امنگ، امید اور خواہش تھی کہ شادی کے بعد میں رانی بن کر کل کے دن سے اپنے خاوند اور کپل وستو کے عوام کے دلوں پر حکومت کروں گی، اس کے تمام چاؤ خاک ہو گئے، تمام خوشیاں مٹی میں مل گئیں، مانگ کا سیندور ماتھے کی سیاہی بن گیا اور عروسی خواب ادھورے رہ گئے۔ شاہی خاندان کے افراد اور دلہن کے اہل خانہ اس تباہ کن فیصلے پر سوائے آہ و زاری کے اور کیا کر سکتے تھے، سو وہ رو پیٹ رہے تھے۔ نند کا فیصلہ بدلوانے کے لئے بے حد جتن ہوئے لیکن اس کا ارادہ پہاڑ اور فیصلہ فولاد ثابت ہوا۔ وہ اپنی بات پر اڑ گیا اور تب تک اڑا رہا جب تک

باقی سب نے ہار نہ مان لی۔ اب وہ بدھ دھرم کا پیروکار تھا۔

، ایک روز بدھ شاہی محل میں کھانا کھانے گئے۔ گوپا نے اس موقع کو غنیمت جان کر راہل کو بیش قیمت کپڑوں اور دیگر شاہی لوازمات سے آراستہ کر کے کہا:

"اے میرے پیارے! اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ان سے ترکہ پدری کے لئے درخواست کرو۔" راہل اگرچہ سات برس کا ہو چکا تھا لیکن مطلق خبر نہ رکھتا تھا کہ اس کا باپ کون ہے۔ ماں کی بات سن کر حیرانگی سے بولا:

"ماتا جی! میرا باپ کون ہے؟ میں تو راجہ دادا کے سوا کسی اور کو نہیں جانتا۔"

اس سوال پر گوپا نے بچے کو کچھ دور لیجا کر انگلی کے اشارے سے بتایا کہ وہ سامنے جو مطمئن اور مسرور چہرے والے جوگی بیٹھے ہیں، وہی تمہارے باپ ہیں۔ ان کے پاس بہت قیمتی دھن ہے، جس دن سے یہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اس دن سے ہمیں اس قیمتی دھن کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ اب تم ان کے پاس جاؤ اور جا کر کہو کہ پتا جی! میں آپ کا بیٹا ہوں، ترکہ پدری کا خواستگار ہوں تاکہ آئندہ شاکیہ خاندان کا وارث بن سکوں لہٰذا آپ میری درخواست قبول فرمائیں۔

راہل آنکھوں میں محبت بھر کے باپ کے پاس گیا اور بے دھڑک وہ سب کہہ دیا جو ماں نے بتایا تھا لیکن گوتم بدھ سن کر خاموش ہو رہے۔ راہل نے کہا:

"ہمیں آپ کی آمد سے بہت سکھ ملا ہے۔"

بدھ اب بھی خاموش رہے۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اٹھے اور اپنے ساتھی بھکشوؤں کے ساتھ نیگرودھ کے جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ راہل بھی پیچھے ہو لیا۔ جیسا کہ بچوں کا مزاج ہوتا ہے، راہل راستہ بھر اصرار کرتا رہا کہ مجھے ترکہ پدری دیجئے۔ بدھ خاموش چلتے رہے اور لڑکے کو درخواست کرنے سے منع نہ کیا۔ شاگرد بھی خاموش ہو کر محو سفر رہے۔ جنگل میں پہنچ کر بدھ نے سوچا کہ دنیا کی فانی دولت تو دکھ کا باعث ہے، مجھے جو کچھ گیان کی بدولت عطا ہوا ہے کیوں نہ وہ سب اثاثہ میں اس ننھے راہل کو سونپ دوں تاکہ یہ میری روحانی دولت کا وارث بن سکے۔ یہ سوچ کر انہوں

نے حکم دیا:

"اس لڑکے کو اپنا ساتھی بنا لو۔"

بدھ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شاگردوں نے سات برس کے معصوم راہل کے بدن سے شاہی پوشاک جدا کر کے اسے کیسری بانا پہنا دیا' زیورات وغیرہ اتروا لئے' سر مونڈ دیا اور مخملیں پاؤں جوتوں کی قید سے آزاد کر دیئے۔ گویا راہل کو "ترکہ پدری " عطا کر دیا گیا۔ لیکن یہ ترکہ پدری وہ نہ تھا جو راہل مانگ رہا تھا یا جس کی توقع گوپا کو تھی بلکہ یہ تو وہ میراث تھی جو بدھ دیو جی کی روحانی سلطنت کا کل اثاثہ تھی اور اب راہل اس کا بلا شرکت غیرے وارث تھا۔ بدقسمت شاکیہ خاندان راہل کے لئے باپ کی باقاعدہ شناخت کا طلبگار تھا' جو بدھ نے عنایت کرنی تھی۔ لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا' جو ہو کر رہا۔ راہل اب مستقبل کا حکمران نہیں' حال کا بھکشو تھا۔

راہل کے بھکشوؤں کی جماعت (سنگھ) میں داخل ہونے کی خبر جب شاہی محل میں پہنچی تو در و دیوار کانپ اٹھے' قلعے کی مضبوط فصیلوں پر لرزاں طاری ہو گیا اور دارالحکومت کی بنیادیں تک ہل گئیں۔ شاہی خاندان کے افراد پر قیامت گزر گئی' راجہ شدھودن کی کمر مزید جھک گئی' گوپا کے زخم دوہرے درد سے سلگ اٹھے' ہر شخص غم و اندوہ کے سمندر میں ڈوب گیا اور چاروں طرف گہرے کرب' سوگ اور غم کی سیاہ چادر تن گئی' جو شاکیہ خاندان کی حکومتی موت کی نقیب تھی۔ راجہ شدھودن کے لئے یہ صدمہ انتہائی جان لیوا تھا لہٰذا وہ بے چین ہو کر اٹھے اور بے اختیار نیگرودھ جنگل کی طرف دوڑے۔ وہاں جا کر اور تو کچھ نہ کہہ سکے لیکن بدھ سے مخاطب ہو کر یہ ضرور کہا:

"میرے ساتھ جو ہونا تھا' ہو چکا۔ جو قیامت میرے نصیب میں تھی' گزر گئی۔ لیکن ایک بات کا آئندہ خیال رکھنا کہ ماں باپ کی اجازت کے بغیر کبھی کسی نابالغ کو اپنی جماعت میں داخل نہ کرنا۔"

بدھ دیو باپ کی اس تجویز سے متفق ہوئے اور اسی وقت سے یہ قانون بنا دیا گیا

کہ آئندہ کسی بھی نابالغ کو اس کے ماں باپ کی رضا مندی اور اجازت کے بغیر سنگھ (جماعت) میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اس واقعہ کے بعد بدھ جتنے دن بھی کپل وستو میں ٹھہرے، اپنے خاندان میں دھرم کی تبلیغ کرتے رہے۔ انہوں نے شاکیہ خاندان کے افراد کے دلوں پر نئے دھرم کی صداقت کی مہریں نقش کر دیں اور راج گرہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔

کپل وستو سے راج گرہ جانے والی سڑک پر، انما ندی (95) کے قریب انو پریہ نامی آموں کے باغ میں کچھ دن تک بدھ معہ اپنے شاگردوں کے قیام پذیر رہے۔ یہ وہی مقام تھا، جہاں کپل وستو سے پہلی جدائی کے بعد انہوں نے شاہی پوشاک ترک کر کے فقیری لباس زیب تن اور چھندک کو رخصت کیا تھا۔ اس جگہ ٹھہرے تو ماضی کے تمام واقعات ایک ایک کر کے ان کے دماغ میں تازہ ہونے لگے۔ بہت سے مناظران کی نگاہ خیال کے سامنے زندہ ہو گئے۔ یوں اس مقام کی فطری خوبصورتی انہیں مزید متاثر کرنے لگی۔ یہاں بہت سے لوگ ان کی شاگردی میں آئے جن میں آنند، دیو دت اور انی رودھ (96) بدھ دنیا میں نہایت معروف اور محترم شمار کئے جاتے ہیں۔

راجہ شدھودن کے چار حقیقی بھائی تھے: شکلودن، دھوتودن، امرتودن اور گھنی تودن۔ آنند اور دیو دت شکلودن کے فرزند تھے جبکہ انی رودھ امرتودن کا بیٹا تھا۔ بدھ کے سسرالی عزیزوں میں سے بھی بہت سے نمایاں افراد نے ان دنوں بدھ دھرم کا حلقہ اطاعت پسند کیا۔ کچھ عرصہ بعد بدھ دیو یہاں سے روانہ ہو کر راج گرہ کے بینو بن میں تشریف لائے۔

بینو بن میں موسم برسات رو دھو کر گزر چکا تھا اور اب آسمان اپنی آنکھیں گویا کہیں کہیں تیرتے کالے بادلوں کی آستینوں سے صاف کر رہا تھا۔ شراوستی (97) میں ایک دولت مند مہاجن ستودت رہتا تھا۔ اس کا فرزند دکھی اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرنے کے حوالے سے بہت مقبول تھا اور اسی خوبی کے باعث لوگ اسے اناتھ پنڈو (98) کہا کرتے تھے۔ اناتھ پنڈو بینو بن میں بدھ دیو جی کے پاس حاضر ہوا اور یوں گویا

ہوا:

"میں آپ کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دینا چاہتا ہوں۔ آپ میرا حال سن کر بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔" اس کے بعد اناتھ پنڈو نے اپنے حالات بدھ کو بتاتے ہوئے کہا:

"میں طرح طرح کے کاموں میں مصروف رہتا ہوں۔ تفکرات ہر وقت درپیش ہوتے ہیں' جن کی وجہ میری بے حساب دولت ہے۔ میں کام کر کے خوش ہوتا ہوں اور اپنی ذمہ داریوں کو سرگرمی اور ذہانت کے ساتھ انجام دیتا ہوں۔ میرے پاس بے شمار نوکر چاکر ہیں' ان کی ملازمت میرے کاموں کی کامیابی پر منحصر ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے شاگرد "بھکشو زندگی" کی تعریف و توصیف اور دنیاوی زندگی کی مذمت و تحقیر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھکشو کی زندگی بابرکت اور دنیا داروں کی زندگی لا حاصل ہے۔ نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے اپنا راج محل اور شاہی میراث اپنے نظریات کے باعث چھوڑ کر پاکیزگی کا راستہ دریافت کر لیا ہے۔ نروان حاصل کرنے کی منفرد مثال دنیا کے سامنے پیش کرنے کے کارنامہ کو بھی آپ سے خصوصاً منسوب کیا جاتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ سچائی تک رسائی پاؤں اور دوسروں کے لئے مفید ثابت ہونے کی کوشش کروں۔ اب آپ فرمایئے کہ میں سب کچھ چھوڑ کر بے گھر ہو جاؤں تاکہ اس کے بدلے میں مجھے دھرم کی دولت عطا ہو یا پھر کچھ اور کروں۔ عنایت کر کے مجھے سمجھایئے۔"

یہ تفصیل سن کر بدھ نے کہا:

"میرے دریافت کردہ آٹھ افادی اصولوں کی پاسداری کرنے والا ہر شخص دھرمی جیون کی برکات و فیوض کو حاصل کر سکتا ہے۔ جو شخص دنیا کی دولت کا پجاری ہے اگر وہ اس زہر سے خود کو ہلاک کرنے کی بجائے اسے بھول جائے تو اس کے لئے بہتر ہے۔ جو شخص دولت کا پجاری نہیں لیکن دولت کا صحیح استعمال جانتا ہے وہ اپنے اور دوسروں کے لئے برکت کا باعث ہے۔ اس زندگی میں جو معمولات بھی تم نے اختیار کئے ہیں'

ان میں مشغول رہتے ہوئے اپنی تمام طاقتوں کو ذہانت سے استعمال کرو۔ کیونکہ دنیاوی زندگی' طاقت اور دولت انسان کو غلام نہیں بنا سکتی بلکہ ان کے ساتھ حد سے بڑھی ہوئی محبت انسانیت اور انسان کی قاتل ہے۔ ایک بھکشو جب سادہ اور سکون بھری زندگی بسر کرنے کے لئے ترک دنیا پر مائل ہوتا ہے تو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ کاہلی اور سستی کی زندگی بے عملی' موت اور مکروہ ہے۔ جوش اور سرگرمی کا نہ ہونا قابل نفرت حالت ہے۔ میرے دھرم میں کسی کو گھر چھوڑ کر بے گھر ہونے یا مکمل ترک دنیا کی ضرورت نہیں' جب تک کہ وہ خود کو ایسا کرنے کے لئے تیار نہ پائے یا اپنے آپ میں اس نوعیت کی کوئی طاقتور تحریک محسوس نہ کرے۔ لیکن ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود کو خودی کے دھوکے سے نکالے' دل کو گناہ کے خیال سے محفوظ رکھے' عیش پسندی چھوڑ دے اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے۔ انسان خواہ کاریگر ہو' سوداگر' بادشاہ یا تارک الدنیا لیکن یہ اشد ضروری امر ہے کہ وہ ہر حالت میں اپنی تمام تر توانائیاں زندگی سے متعلق ایک خاص مقصد کو حاصل کرنے میں صرف کرے اور یہ عمل ہوشیاری اور سرگرمی کے ساتھ انجام دے۔ جس طرح کنول کا پھول پانی میں نشوونما پاتا ہے لیکن بایں ہمہ پانی سے بلند رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی حسد اور نفرت سے دل کو آلودہ کئے بغیر راستی کا راستہ اختیار کرے تو یقیناً اس کا دل خوشی' اطمینان اور فرحت پائے گا۔"

خیرات کے بارے میں وعظ

بدھ دیو جی کے خیالات سے مستفیض ہو کر اناتھ پنڈو بہت خوش ہوا۔ اس نے عرض کی: آقا! میں شراوستی میں بطور دان ایسے مقامات تیار کرنا چاہتا ہوں جہاں سنگھ (جماعت) روزمرہ کی ریاضت اور دیگر سرگرمیاں جاری رکھ سکے۔ امید ہے کہ آپ میری درخواست کو مسترد نہ کریں گے۔ بدھ نے اس کے دلی جذبات معلوم کئے تو عیاں ہوا کہ وہ ذاتی مفادات کے حصول کے کسی جذبے سے تحریک پا کر یہ دان نہیں دینا

چاہتا بلکہ اجتماعی بھلائی کے خیال کے تحت ایسا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ بدھ نے اس کی عرض منظور کی اور خیرات یا دان کی اہمیت پر ایک نہایت اہم اپدیش (وعظ) دیتے ہوئے کہا:

"سخی کی سب قدر کرتے ہیں' اس سے پیار کیا جاتا ہے اور اس کی دوستی کو قابل فخر تصور کیا جاتا ہے۔ موت کے وقت ایسے شخص کا دلِ مطمئن' دماغ پرسکون اور روح خوش ہوتی ہے کیونکہ وہ انتشار حواس سے دکھ نہیں پاتا۔ ہم دوسروں کو اپنا کھانا دے کر زیادہ طاقت حاصل کرتے ہیں' دوسروں کو کپڑے پہنا کر خود زیادہ خوبصورت ہو جاتے ہیں اور راستی اور پاکیزگی کے لئے کچھ خرچ کر کے پہلے سے زیادہ دولت کے مالک بن جاتے ہیں' لیکن اس نکتہ کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ دان کرنے کا ایک مناسب وقت اور طریقہ ہوتا ہے۔ جو دان دینے کے قابل ہے' وہ اس بہادر جنگجو کی طرح ہے' جو جنگ میں جاتا ہے۔ ایسا شخص اس جنگی بہادر کی مانند ہے جو بوقت جنگ طاقت اور دانائی سے کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے۔ جو سخی پریم اور رحم کے جذبات اور عقیدت کے ساتھ سخاوت کرتا ہے وہ نفرت' حسد اور غصے کو دل سے دور کرتا ہے' تینوں دل کے دشمن ہیں۔ سخی شخص نے نجات کا راستہ معلوم کر لیا ہے۔ وہ ایسے شخص کی طرح ہے جو ایک پودا لگاتا ہے اور پھر اس کا سایہ' پھول اور پھل بھی حاصل کرتا ہے۔ سخاوت کا اجر اور اس شخص کا ثواب جو گرد و پیش کے محتاجوں کی مدد کرتا ہے' سایۂ پھول اور پھل ہی کی طرح ہے۔ یہی عظیم نجات (نروان) ہے۔"

بدھ دیو جی نے اپنے اس اپدیش میں کہا کہ ہم محض مسلسل رحم کے باعث انجام

کروہ اعمال کی وجہ سے ہی لافانی راستے پر پہنچتے ہیں۔ سخاوت کے ذریعے ہماری روح کامل ہوتی ہے۔

بدھ کا طلسمی وعظ سن کر اناتھ پنڈو کی دنیا ہی بدل گئی۔ وہ طمانیت، سکون، رحم اور سخاوت کی نئی تشریح سے آشنا ہوتے ہی نو دریافت شدہ دھرم کے عظیم شارح کے خیالات کا اسیر ہو گیا۔ اس نے دھرم کی پناہ لی اور بدھ دیو جی کو شراوستی میں تشریف لانے کی دعوت دی۔

اس زمانہ میں شراوستی نامی شہر طاقتور کوشل حکومت کا مرکز تھا اور راجہ پرسن جیت وہاں کا حکمران تھا۔

اناتھ پنڈو نے شراوستی پہنچ کر سنگھ کے قیام کے لئے موزوں جگہ کی تلاش شروع کی، اس کام میں ساری پتر بھی اس کا معاون تھا۔ ولی عہد جیت کا باغ علاقہ میں اپنی خوبصورتی اور زیبائی کے باعث بے نظیر تھا۔ انواع و اقسام کے سایہ دار اور پھلدار درختوں کے علاوہ شفاف پانی کی رواں دواں نہریں اس باغ کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ باغ دیکھ کر اناتھ پنڈو کے دل میں خیال آیا کہ میری مطلوبہ جگہ ایسی ہی ہونی چاہئے۔

وہ شہزادہ کے پاس گیا اور باغ کی زمین خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ پہلے اس نے یکسر انکار کر دیا کہ میں کسی قیمت پر بھی باغ فروخت نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن اناتھ پنڈو کے اصرار پر بات ٹالنے کی غرض سے کہا کہ جتنی زمین تم خریدنا چاہتے ہو اس پر رائج الوقت سکے بچھا دو، تو میں تمہیں زمین دے دوں گا، لیکن اس سے کم قیمت میں ہرگز نہ بیچوں گا۔ اس وقت اناتھ پنڈو کے ذہن میں جو سوچیں ابھریں وہ اس شعر کے مفہوم جیسی ہی تھیں:

عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوق جنوں
عشق والے ہیں، جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

ولی عہد کا خیال تھا کہ اناتھ پنڈو اب زمین خریدنے کا خیال دل سے نکال دے گا

لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ اعلیٰ مقاصد کے لئے کمربستہ ہونے والے شرائط کو نہیں نصب العین کو دیکھا کرتے ہیں۔ چنانچہ ولی عہد کو حیرانی ہوئی جب اناتھ پنڈو نے اس کی باغ والی زمین پر دھڑا دھڑ مہریں بچھانی شروع کر دیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا گویا باغ کی زمین پر آسمان سے دھن دولت کی برسات ہوئی ہے۔ اس صورتحال میں معاہدہ سے فرار کا کوئی جواز نہ تھا لیکن ولی عہد منحرف ہو کر کہنے لگا کہ یہ تو میں نے مذاق میں کہا تھا کہ باغ کی زمین پر سکے بکھیرو' ورنہ درحقیقت میں یہ زمین بیچنا ہی نہیں چاہتا۔ اناتھ پنڈو اس انحراف پر سخت برگشتہ ہوا اور عدالت جا پہنچا۔

عام لوگوں میں بھی چونکہ اس منفرد معاہدے کے بہت چرچے تھے لہٰذا وہ بھی وعدہ خلافی پر ولی عہد کی مذمت اور اناتھ کی حمایت کر رہے تھے۔ رائے عامہ کو اپنے خلاف ہوتا دیکھ کر شہزادہ گھبرا گیا نیز جب اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ اناتھ پنڈو ایک دولت مند' سخی' ہمدرد' نیک دل اور صاف گو شخص ہے تو اس نے اسے بلا کر استفسار کیا:

"تم آخر کس غرض سے یہ زمین حاصل کرنے کے لئے مصر ہو۔"

جب اناتھ کی زبانی ولی عہد نے زمین خریدنے کی غرض و غایت سنی تو بے حد متاثر ہوا اور چاہا کہ وہ بھی اس نیک کام میں اپنا حصہ ڈالے۔ اس پر اناتھ نے اس کی ستائش کی۔ یوں ولی عہد نے آدھی قیمت پر زمین فروخت کر دی۔ یہ بات طے ہونے کے بعد ولی عہد نے اناتھ سے کہا:

"زمین تمہاری ہوئی' لیکن درخت اب بھی میرے ہیں مگر میں بخوشی اپنے حصے کے درخت بدھ دیو جی کی نذر کرتا ہوں تاکہ اس علاقہ میں بھکشوؤں کے مسکن خوبصورت طریقے سے تیار ہو سکیں۔"

اناتھ پنڈو نے ساری پتر کی رائے سے تمام امور طے کئے اور زمین پر سنگھ کے مساکن کی بنیاد رکھی گئی۔ بدھ کی ہدایات کے مطابق ایک شاندار عمارت تیار کی گئی' جو بیل بوٹوں سے منقش تھی۔ اس کا نام "جیت بن بہار" (99) رکھا گیا۔ تمام کام مکمل ہو جانے کے بعد عظیم سخی اور بدھ کے قابل تقلید شاگرد اناتھ پنڈو نے پربھو (یعنی بدھ)

کو شراوستی میں آنے اور دان قبول کرنے کی باقاعدہ دعوت پیش کی' جو منظور ہو گئی۔

نجات یا نروان پانے کے بعد تیسرے سال کے آخر میں بدھ دیو نے اپنے شاگردوں کی ہمراہی میں راج گرہ کو الوداع کہا' ویشالی کو روانہ ہوئے اور کچھ عرصہ یہاں آرام کر کے شراوستی کی طرف چلے۔ (100)

یہاں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ بھکشوؤں نے قبل از وقت ہی مساکن پر قبضہ جما لیا اور اس عمل میں بزرگ اور استاد بھکشوؤں کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ معتبر بھکشوؤں نے ادھر ادھر ٹہل کر یا درختوں کے نیچے بیٹھ کر انتہائی تکلیف سے رات گزاری۔ صبح بدھ نے ملاحظہ کیا کہ کئی واجب الاحترام بزرگ بھکشو یہاں وہاں زمین پر براجمان ہیں۔ استفسار پر صورت حال عیاں ہوئی تو دل میں سوچنے لگے کہ میرے جیتے جی جماعت کا یہ حال ہے تو میرے بعد یہ کیا کیا نہ کرے گی۔ بھکشوؤں کو تو آپس میں احترام' پیار اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ بدھ نے دلبرداشتہ ہو کر سب کو بلایا۔ جو قصور وار پائے گئے ان کو خوب ڈانٹا اور تنبیہہ کرنے کے بعد پوچھا:

"بھلا بتاؤ تو سہی' تمہارے خیال میں کون سب سے بڑھ کر عزت کے لائق ہے؟"

ایک نے کہا:

"جو شخص راج پاٹ چھوڑ کر فقیر بنا ہے۔"

دوسرا بولا:

"جو بھکشوؤں کے اصول و ضوابط سے کامل طور پر واقف ہے۔"

اور تیسرے نے جواب دیا:

"جس نے نجات کی منزل پا لی ہے۔"

آخر میں بدھ بولے:

"میرے دھرم میں وہی لوگ سب سے زیادہ عزت اور احترام کے لائق ہیں جو علاوہ مذکورہ بالا خوبیوں کے عمر میں بھی بڑے ہیں۔" اس واقعہ سے بھکشوؤں نے اتحاد' یگانگت اور حسن سلوک کا ایک نیا سبق سیکھا۔

شراوستی شہرمیں بدھ کی آمد اور جیت بن بہار میں تشریف لانے پر اناتھ پنڈو نے راستہ میں پھول بچھائے' سونے کے برتن سے پانی بہایا اور عرض کی:

"میں یہ "جیت بن بہار" تمام دنیا کے بھکشوؤں کے استعمال کے لئے وقف کرتا ہوں' قبول ہو۔"

بدھ نے باضابطہ طور پر اس خیرات کو شرف قبولیت بخشا اور کہا:

"تمام اثرات بد دفع ہوں' یہ خیرات پاکیزگی کی سلطنت کی حدود میں اضافہ کا باعث بنے۔ یہ دان نوع بشر کے لئے عموماً اور سخی کے لئے خصوصاً خیر و برکت کا حامل ثابت ہو۔"

خیرات کی یہ رسم بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی' اس سے متعلقہ رسومات نو ماہ تک طویل ہوئیں۔ اس موقع پر اناتھ نے اتنی دولت خرچ کی کہ شمار سے باہر ہے۔ بھکشوؤں کی جماعت اس کی مہمان نوازی اور خلوص سے بہت خوش ہوئی۔ بدھ بھی بے حد مسرور تھے۔ آنے والی بہار ان کے لئے خوبصورت ترین موسم کا روپ اختیار کر گئی۔ اس بہار میں انہوں نے تری پٹک (101) کے بنیادی اصولوں کی تشریح کی اور اپنے لخت جگر راہل کو بھکشو کے منصب کا اہل قرار دیا۔ ان دونوں واقعات کی مناسبت سے تری پٹک کے مول سوتر (102) راہل سوتر کے نام سے معروف ہوئے۔ اس مقام پر بدھ نے چار بار موسم برسات کا عرصہ بسر کیا۔ دوران قیام لاتعداد عقیدت مند یہاں آتے اور بدھ کی نرالی گفتگو سے متاثر ہو کر ہر طرح کے ذہنی و قلبی شکوک کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر نجات کی ازلی و ابدی شاہراہ پر محو سفر ہو جاتے۔

یہ جگہ نہایت پرسکون اور خوشگوار گرد و پیش کی حامل تھی۔ اس کی قدرتی خوبصورتی انسانی طبیعت میں ٹھہراؤ اور جذب کی کیفیت پیدا کرتی تھی۔ اس دلکش ماحول میں بدھ نے اپنے پیروؤں کو بہت سے نئے اصولوں اور ضابطوں کی تعلیم دی' متعدد پہلے سے قائم شدہ قوانین کی نئی تشریح کی اور انہیں نئے دھرم کے وہ منور ترین گوشے بھی دکھائے' جن پر ہنوز پردہ پڑا ہوا تھا۔

علاقہ کا حاکم راجہ پرسن جیت بھی ایک دفعہ بدھ کے اپنی نگری میں وارد ہونے کی اطلاع پانے کے بعد دیدار کے لئے بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہوا۔ وہ شاہی جلوس کے ساتھ بدھ کی اقامت گاہ جیت بن بہار پہنچا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر سلام کیا۔ سلام کا جواب پا کر بدھ سے کہنے لگا:

"میرا نام اور یہ حقیر حکومت بڑی خوش بخت ہے کہ آپ کی آمد اور قیام کا شرف میرے علاقہ کو حاصل ہوا۔ آپ کا مطمئن اور مسرور سراپا دیکھ کر مجھے حقیقی سکون ملا ہے۔ جب تک آپ یہاں قیام پذیر ہیں' ہر آفت اور مشکل آپ سے دور رکھنا میرا پہلا فرض ہو گا۔ میری خواہش ہے کہ مجھے بھی نئے دھرم کے انسانیت سے معمور ضوابط کی تعلیم دی جائے۔ ایسی تعلیمات ہی امر ہیں ورنہ یہ دنیاوی جاہ و جلال تو چند روزہ ہے۔ اس فانی دنیا میں وہ سکون کہیں نہیں جو میں اس وقت آپ کے چہرے پر کھیلتا دیکھ رہا ہوں۔ بادشاہ ہونے کے باوجود مجھے وہ سرشاری حاصل نہیں جو آپ کے انگ انگ سے پھوٹ رہی ہے۔"

ایک صاحب سلطنت بے سروسامان فقیر سے مخاطب تھا اور یہ سب کچھ اس لئے کہہ رہا تھا کہ لالچ اور عیش پرستی کی دلدل اسے گردن تک نگل چکی تھی——— لیکن چہرہ ابھی اس دلدل کی آلودگی سے محفوظ تھا——— اور اس چہرہ پر موجود دو جاگتی آنکھیں بدھ کی آنکھوں میں ہدایت کا راستہ چمکتا دیکھ رہی تھیں۔ راجہ خود ان آلائشوں کے ناقابل برداشت بوجھ سے دکھی تھا' جن کا وہ شکار تھا۔ بدھ اس صورتحال سے اچھی طرح واقف تھے لہٰذا راجہ سے یوں مخاطب ہوئے:

"جو لوگ اپنے گناہوں کے باعث گراوٹ کا شکار ہیں' نیک آدمی سے فطری طور پر عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے برعکس ایک خود مختار حکمران کو تو اپنی طرز زندگی اور حالات کی وجہ سے بہت سے مواقع میسر ہوتے ہیں' جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نیک کام کر سکتا ہے لہٰذا اسے عام لوگوں سے کچھ بڑھ کر ہی عارفوں اور زاہدوں کا عقیدت مند ہونا چاہئے۔ اے راجہ! اب میں اجمالی طور پر دکھ کا ذکر کرتا ہوں۔ میری باتیں توجہ

سے سن کر غور و فکر کرنا اور انہیں اچھی طرح ذہن نشین کر لینا۔"

دکھ کے موضوع پر وعظ

بعدازاں بدھ نے دکھ کی تشریح کرتے ہوئے راجہ سے مخاطب ہو کر کہا:

"ہمارے گناہ اور نیکیاں سائے کی طرح ہمارے تعاقب میں رہتی ہیں—— انسان کی سب سے بڑی ضرورت پیار بھرا دل ہے—— اپنی رعایا کو اکلوتے فرزند کی طرح عزیز رکھو—— ان پر ظلم مت کرو—— انہیں تباہ و برباد کرنے کی حکمت عملی چھوڑ دو—— اپنی جسمانی خواہشات کو جائز ذرائع سے قابو میں رکھو—— غلط عقائد کی پیروی ترک کر دو—— راہ راست اختیار کرو—— دوسروں کو کچل کر اپنا قد نہ بڑھاؤ—— مصیبت کے ماروں اور دکھ کے ستاؤں کا احترام کرو—— ضرورت مند لوگوں کی مدد کرو—— شاہی خاندان سے وابستہ ہونے کی بنیاد پر حاصل عزت اور جاہ و جلال کا زیادہ خیال کرنا غلط ہے۔ خوشامد کرنے والوں کی چکنی چپڑی باتوں کے جال میں پھنسنے والے تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اس جال سے ہوشیار رہو—— اور یہ جال پھیلانے والوں سے بھی—— جسم کو ناحق تکلیف دینے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا——بدھ کی پیروی کرو—— اس کی پاک تعلیم کا تجزیہ کرو—— اس کے نظریات پر غور و فکر کرو—— انسان بیماری' موت اور بڑھاپے کی چٹانوں میں گھرا ہوا ہے' صرف سچے دھرم کو اختیار اور اس پر عمل کرنے سے ہی یہ پہاڑی سلسلہ راستہ دے گا۔ یہ دکھ کے پہاڑ ہیں' ان سے گزر کر نجات کی کھلی اور مہکی ہوئی سرزمین تک پہنچنے کا راستہ سچا دھرم ہی بتاتا ہے—— جب یہ صورتحال ہے تو بے انصافی اختیار کرنے سے کیا ملے گا۔"

راجہ سرتاپا سماعت بن چکا تھا اور بدھ بولے جا رہے تھے۔ دکھ کی تہیں ٹٹولتے ہوئے وہ کہہ رہے تھے:

"تمام دانشور نفسانی خواہشات سے بچنے کا درس دیتے آئے

ہیں۔ وہ لذات جسمانی کے خلاف اور روحانی بہتری کے حق میں لوگوں سے مخاطب ہوتے رہے ہیں۔ جس طرح شعلوں میں گھرے درخت کی جلتی شاخوں پر پرندے نہیں اترتے' اسی طرح خواہشات کی غلامی کرنے والے کے دل میں راستی ٹھکانہ نہیں کرتی۔ حقیقی علم کے بغیر ایک عالم بھی تمام تر توقیر و عقیدت کا حامل ہونے کے باوجود دراصل جاہل ہی ہوتا ہے۔ جسے حقیقی صداقت کا نشان مل جائے وہی حقیقی علم کا راستہ پاتا ہے۔ یہ مقصد انسان کی زندگی کا اہم ترین نصب العین ہے۔ اس سے غافل انسان بے معنی اور گھٹیا زندگی بسر کرتا ہے۔"

اس وعظ میں دکھ کے تمام پہلو واضح کرتے ہوئے بدھ نے کہا:

"تمام مقدس کتابوں کا سنگم حقیقی علم پر ہوتا ہے کیونکہ اسے حاصل کئے بغیر جہالت کا خاتمہ ممکن نہیں۔ صداقت کا حصول صرف تارک الدنیا لوگوں پر ہی فرض نہیں بلکہ گھریلو زندگی بسر کرنے والوں کے لئے بھی ضروری ہے۔ اس حوالہ سے نہ بھکشو رعایت کا مستحق ہے اور نہ دنیا دار۔ ایسے بھکشو بھی مل جائیں گے جو حقیقی علم کے لحاظ سے جاہل ہوں اور ایسے دنیا دار افراد سے بھی جہان خالی نہیں جو رشیوں کے مرتبہ کو پہنچے ہوتے ہیں۔ خواہشات کی تباہ کاری کے اثرات ہر کسی پر مرتب ہوتے ہیں۔ جو ایک بار اس جال میں پھنس جائے' پھر وہ پھڑپھڑاتا تو رہتا ہے لیکن رہائی کی کوئی صورت نہیں نکلتی۔ اس جال سے آزادی کی واحد تدبیر حقیقت کا ادراک ہے۔ خواہشات کے سمندر کی تیز و تند لہروں کا شکار ہو کر تگ و دو کرنے والوں کے لئے علم ایک کشتی کی طرح ہے اور غور و فکر پتوار کی حیثیت کا حامل۔ نئے دھرم کا نقارۂ جنگ تمہیں نفسانی خواہشات کی ہلاکت خیزی سے بچانے کے لئے بجتا ہے۔ اس کی آواز سنو۔

"ہمارے لئے اپنے افعال کے نتائج سے پہلوتہی کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ہماری ضرورت نیک عمل ہونے چاہئیں نہ کہ اس کے برعکس۔ ہمیں اپنے طرز فکر کا

جائزہ لے کر اس کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے کوشاں ہونا چاہئے۔ یہ ضروری ہے تاکہ ہم سے خامیاں ختم ہوں' برائی ہمارا راستہ نہ روکے اور ہم گناہ کی طرف مائل نہ ہو پائیں۔ کیونکہ جیسا کوئی بوتا ہے ویسا ہی کاٹتا بھی ہے۔ یہ ایسا اصول ہے جس کا اطلاق ہر کسی پر ہوتا ہے۔

"گناہ کی دلدل میں پھنسے انسان کو مایوسی کا شکار ہو کر بھی نہ رہ جانا چاہئے کیونکہ ایسے طریقہ ہائے کار بھی ہیں جن سے قلب انسان کی تاریکی روشنی سے بدل سکتی ہے۔ ایسے راستے بھی ہیں جن پر چل کر ابن آدم دھند اور غبار سے بتدریج تیز ہوتی ہوئی مہربان روشنی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ایسے اصول بھی موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہونے والے زیادہ سے زیادہ آگاہی اور راستی کے حصول میں کامران و کامیاب ٹھہرتے ہیں۔

"ان راستوں' طریقوں اور اصولوں سے آشنا ہونے کے لئے اپنے آپ کا جائزہ لو۔ اپنے عمدہ اوصاف اور عقل سلیم کو کام میں لا کر انسانی عظمت و فضیلت کی متحرک مثال بن جاؤ۔ اپنی بدی چھوڑ کر خوبی کا اظہار کرو۔ دنیاوی مظاہر اور آسائشوں کی بے بنیادی اور غیر حقیقی پن پر غور و فکر کرو اور جان لو کہ یہ زندگی بے اصل' ناپائیدار اور فنا پذیر ہے۔"

بدھ دیو جی نے راجہ سے مزید کہا کہ اپنے دل کی اعلیٰ انسانی منازل تک رسائی کو یقینی بناؤ۔ ایک مستقل اور مستحکم مقصد کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دو۔ غیر متزلزل یقین ہی اس کڑے سفر میں مسافر کا عمدہ ترین سہارا بن سکتا ہے۔ شاہی منصب کے قواعد کو کبھی نہ توڑو۔ کوشش کرو کہ تمہاری مسرت اور طمانیت کے محرکات خارجی نہ ہوں بلکہ ذاتی اور قلبی ہو۔ صرف اسی طرح تم نیک نامی اور عارفوں کے عارف کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہو۔

راجہ نے عقیدت کے کانوں سے یہ انمول باتیں سنیں اور محبت کے ساتھ دل کی جیب میں رکھ لیں۔ وہ ایسا کیوں نہ کرتا۔ یہ باتیں تو وہ دولت تھی جو اس کی سلطنت

سے بھی ہزار گنا زیادہ قدر کی حامل تھی۔ ان پرسکون لمحوں' بدھ کی محبت' نئے دھرم کے اصول و ضوابط اور بتانے والے کے جادوئی لب و لہجہ نے وہ کرشمہ دکھایا کہ راجہ جی نئے دھرم کی پناہ میں آ گئے۔ راجہ پرسن جیت نے بعدازاں بدھ دھرم کی ترقی' بھکشوؤں کی فلاح و بہبود' نئے آفاقی ضابطوں کی تبلیغ و ترویج اور اشاعت کے لئے اپنے تمام تر وسائل سے استفادہ کر کے مثالی خدمات انجام دیں۔

○

ایک دفعہ متعدد رئیسان علاقہ چوپال میں تشریف فرما تھے۔ وہ سب بدھ دیو' ان کے دھرم اور سنگھ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ انہی میں ایک بے کتاب فرقہ کا پیروکار اور فوج کا سربراہ جنرل سنگھ بھی موجود تھا۔ گفتگو سے متاثر ہو کر اس نے خیال کیا کہ بدھ جیسے کامل عارف سے ملاقات کے لئے جانا چاہئے۔ وہ اپنے بے کتاب فرقہ کے سردار گیات پتر کے پاس گیا اور اس سے اجازت طلب کرتے ہوئے بولا:

"آقا! میں گوتم بدھ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

گیات پتر نے جواب دیا:

"اے جماعت کے قابل قدر رکن! گوتم بدھ تو اعمال کے نتائج کے نظریہ کا منکر ہے۔ تمہارے عقائد اس کے برعکس ہیں لہذا تمہیں اس کی ملاقات کو نہ جانا چاہئے۔ بدھ یہ وعظ کرتا ہے کہ عمل وغیرہ کچھ نہیں اور اپنے پیروکاروں کو بھی اسی اصول پر کاربند کرتا ہے۔"

گیات پتر کی بات سن کر اس کے شاگرد فوجی رہنما نے گوتم سے ملاقات کا ارادہ تو نہ بدلا لیکن اب اس میں پہلا سا جذبہ بھی نہ رہا۔ چنانچہ وہ چپ ہو رہا۔ اس واقعہ کے بعد بھی جب متعدد بار جنرل سنگھ نے بدھ کی تعریف و توصیف سنی تو اس نے دوبارہ اپنے آقا سے اجازت طلب کی کہ مجھے بدھ سے ملنے کے لئے جانے دیں۔ لیکن اس بار بھی اجازت نہ ملی۔ کچھ مدت بعد جب دوبارہ وہ گوتم سے ملنے کے لئے بیقرار ہوا اور اجازت طلبی کی نیت سے استاد کے پاس جانے لگا تو دل میں خیال آیا کہ وہ پہلے ہی دو

دفعہ انکار کر چکے ہیں۔ اب کی بار بھی ان کا جواب پہلے جیسا ہی ہو گا لہٰذا میں ان سے پوچھے بغیر ہی اپنا مقصد پورا کر سکتا ہوں' پوچھنے کی صورت میں تو مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ یہ فیصلہ کر کے وہ ویشالی سے شرا وستی چلا آیا اور بدھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فنا کے متعلق بدھ کے خیالات

جنرل سنگھ نے بدھ سے استفسار کیا:

"اے آقا! میں نے سنا ہے کہ آپ اعمال کی جزا و سزا کے نظریہ کو باطل خیال کرتے ہیں اور یہ تعلیم دیتے ہیں کہ عمل کی کوئی اہمیت نہیں چنانچہ انسان کو اپنے کئے کا پھل نہیں ملنا۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کی تعلیمات کے مطابق تمام موجودات حقیر اور فنا پذیر ہیں کیا آپ انسانی وجود کے جل کر خاک ہو جانے کے بعد روح کے بھی نیست و نابود ہو جانے کی بات کرتے ہیں؟ اے آقا! مجھے بتایئے کہ جو مجھے ایسا بتاتے ہیں وہ سچے ہیں یا محض آپ کے دھرم کے خلاف باتیں کر کے من پرچاتے ہیں۔"

بدھ نے جواب میں کہا:

"جو میری نسبت ایسا کہتا ہے' ایک طرح سے وہ سچ کہتا ہے نیز جو اس کے برخلاف بتاتا ہے وہ بھی ایک خاص انداز میں سچ ہی بیان کرتا ہے۔ میرے ان جملوں سے تم الجھن میں مبتلا ہو جاؤ گے لہٰذا میں وضاحت سے بیان کرتا ہوں۔ تم غور سے سننا اور سوچنا کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔"

بدھ نے اپنے افکار کے خزانہ کا منہ کھولا اور جواہر لفظی موسلا دھار برسنے لگے:

"اے سنگھ! میں ناپاک اعمال کے اس قدر خلاف ہوں کہ فعل تو کیا کلام اور خیال تک میں ان سے ہوشیار رہنے کی تعلیم دیتا ہوں۔ میں دل کی بری حالتوں کے انسداد کی لیاقت پیدا کرتا ہوں۔ مگر اے سنگھ! میں تمام نیک اعمال کو فعل' کلام اور خیال تک وسعت بھی دیتا ہوں۔ میں ان کے کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ میں یہ سکھاتا ہوں کہ دل

کی اچھی حالتوں کو کیسے پیدا کرنا ہے تاکہ بری حالتیں ختم ہو سکیں۔ میری تعلیم کہتی ہے کہ فعل' کلام اور خیال کے ذریعے نشوونما پانے والے تمام برے جذبات اور اعمال ختم کر دیئے جائیں۔ جس نے اپنے آپ کو دل کی ناپاک حالتوں سے آزاد کرا لیا ہے' ایسے شخص کو کھجور کا جڑ سے اکھڑا ہوا درخت سمجھو کہ پھر نہ اگ سکے گا کیونکہ نیست و نابود ہو چکا ہے۔ ایسے لوگ ہی خودی کو اپنے باطن سے فنا کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اے سنگھ! میں خودی' خواہشات' بدنیتی اور بدقماشی کے فنا ہو جانے کی منادی کرتا ہوں مگر یہ نہیں کہتا کہ تحمل' محبت' سچائی اور پاکیزگی بھی نیست و نابود ہو جائیں گے۔ میں برے کاموں کو قابل نفرت بتاتا ہوں لیکن دھرم کی پاکیزگی کو قابل تعریف خیال کرتا ہوں۔"

یہ سن کر جنرل سنگھ نے کہا کہ آپ کے نئے دھرم کے بارے میں ابھی ایک شک اور میرے ذہن میں کنڈلی مارے بیٹھا ہے اور نکالے نہیں نکلتا۔ اگر اجازت ہو تو اس کے متعلق استفسار کر لوں تاکہ میری باطنی صورتحال گومگوں کیفیت سے یقین میں بدل جائے۔

بدھ کی رضامندی پا کر سنگھ نے پوچھا:

"اے مبارک اور بابرکت روح! میں بنیادی طور پر ایک سپاہی ہوں۔ بطور فوجی سربراہ کے بادشاہ نے مجھے جنگ کرنے اور شاہی احکامات کی تعمیل کروانے کے لئے تعینات کیا ہے۔ کیا تتھاگت (عارفوں کا عارف: یہ غالباً" گوتم کا خطاب ہے) جو دکھی لوگوں پر لامحدود رحم اور مہربانی کرنے کی تعلیم دیتا ہے' مجرم کو سزا دینے کے حق میں ہے یا نہیں؟ کیا آپ کے نزدیک اپنے خاندان' گھر اور جائیداد کے لئے لڑائی جائز ہے؟ کیا آپ کا دھرم اس طرح کی خود سپردگی کے حق میں ہے' جس سے ظالموں کو سرعام وندنانے کا موقع مل جائے؟ اور کیا آپ پاک مقاصد کے لئے ہونے والے جھگڑوں اور لڑائیوں کے بھی خلاف ہیں؟؟"

جواب میں بدھ نے کہا:

"جو سزا کا مستحق ہے' اسے سزا ملنی چاہئے اور جو مہربانی کے لائق ہے' اس پر مہربانی کرنی چاہئے۔ لیکن یہ بھی ذہن میں رکھو کہ کسی جاندار کو نقصان نہ پہنچے۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ محبت اور رحم جیسے جذبات سے مغلوب رہے۔ میرے یہ دونوں نظریات باہم متصادم معلوم ہوتے ہیں لیکن دراصل ایسا نہیں ہے۔ ان دونوں اصولوں میں تضاد نہیں۔ جو شخص سزا پاتا ہے وہ اس تکلیف کو حاکم کی بدنیتی یا ارادے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے عمل کے نتیجہ میں برداشت کرتا ہے۔ قانون کی تعمیل کرنے والا مجرم کو جو سزا دیتا ہے' مجرم کے اعمال بد اس سزا کا محرک ہوتے ہیں۔ پس تعمیل کرنے والے اور حاکم پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں یہ امر ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے کہ جب کسی مجرم کو اس کے جرم کی سزا دی جائے تو عدالت کے سربراہ یا اراکین کے دلوں میں جرم کے خلاف نفرت موجود ہونی چاہئے' مجرم کے خلاف نہیں۔ اگر کسی قاتل کو جرم کی مناسبت سے موت کی سزا ملتی ہے تو اسے سمجھ جانا چاہئے کہ یہ اس کے گناہ کی وجہ سے ہے۔ اگر سزا یافتہ ایسا ہی سوچے گا تو سزا اس کے دل کو بوجھل کرنے کی بجائے پاک بنائے گی' ایسے میں وہ سزا ملنے پر چیخنے چلانے اور اداس ہونے کی بجائے فرحاں و شاداں ہو گا۔"

اس کے بعد بدھ نے سنگھ کے سوال کے دوسرے حصے کا جواب دیتے ہوئے کہا:

"میری تعلیمات کے مطابق ایسی تمام لڑائیاں' جن میں انسان اپنے ہی بھائیوں کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے' درد ناک ہیں۔ لیکن امن قائم رکھنے کی ہر کوشش بے سود ثابت ہو تو اس وقت جو لوگ سچائی اور انصاف کے لئے جنگ کرتے ہیں انہیں ملزم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ البتہ لڑائی کا باعث بننے والا ضرور ملزم ہو گا۔ میرا دھرم خودی کو مغلوب کرنے کی تعلیم دیتا ہے لیکن کسی مرئی یا غیر مرئی طاقت سے مغلوب ہونا نہیں سکھاتا۔ کشمکش ہی سے زندگی میں چہل پہل ہے لہٰذا یہ تو جاری رہے گی لیکن انسان کو کوشش کرنی چاہئے کہ راستی کے خلاف اور خودی کے حق میں کشمکش نہ کرے۔ جو مشہور' طاقتور یا امیر بننے کے لالچ میں خودی کی خاطر کشمکش کرتا ہے اس کا ہر کام بے

معنی ہے۔ مگر جو نیکی اور سچائی کی خاطر کوشاں ہو تو اس کے لئے اجر عظیم ہے' ایسے لوگ شکست بھی کھائیں تو درحقیقت فتحیاب ہوتے ہیں۔ خودی کے تنگ اور محدود حجم کے ظرف میں عظیم کامیابیاں نہیں سما سکتیں لیکن راستی کا ظرف بہت بڑا ہے' اس میں تمام وجودوں کے اعلیٰ مراتب اور لرفعلیٰ خواہشات کے لئے گنجائش ہے۔ ایسے ظرف میں موجود ہر چیز محفوظ اور ابدی زندگی کی حامل ہے۔ اے سنگھ! سچائی کی خاطر جنگ میں جانے والے کو بھی دشمن کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے لئے ذہنی طور پر تیار رہنا چاہئے کہ بہادروں کا انجام موت ہے۔ اگر وہ اتفاق سے مخالف گروہ کے ہتھے چڑھ جائے تو کبھی شکایت نہ کرے کہ گردش ایام کا یہی تقاضہ ہے۔ جو جنگ میں فتح حاصل کر لے اسے بھی اپنی اصلیت جان لینی چاہئے کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے' سمیت فتح و فاتح کے۔ بڑی سے بڑی فتح کو ایک لمحہ شکست میں بدل سکتا ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو حد اعتدال میں رکھے' دل سے عداوت کا زہر نکال دے' اپنے گرے ہوئے دشمن کا ہاتھ تھام کر کہے کہ آؤ ہم گلے لگ کر صلح کر لیں اور بھائی بھائی بن جائیں تو یہ لافانی فتح ہو گی۔ لافانی فتح کو کوئی چیز شکست میں نہیں بدل سکتی کیونکہ اس کے نتائج مستقل اور ہمہ گیر ہوتے ہیں۔ اے سنگھ! فاتح سپہ سالار کے بہادر ہونے میں کلام نہیں لیکن دلوں کے فاتح جنگوں کے فاتحین سے زیادہ باحوصلہ اور بہادر ہوتے ہیں۔ اے سنگھ! خودی پر فتح پانے کا طریقہ میرے دھرم میں اس لئے نہیں سکھایا جاتا کہ لوگ ارواح کو فنا کر لیں بلکہ اس کا مقصد تو ارواح کو محفوظ کرنا ہے۔ خودی کو شکست دینے والا' خودی کے غلام کی نسبت مستقل زندگی' مستقل کامیابیوں اور مستقل فتوحات کا زیادہ اہل ہے۔ خودی کے سرابوں سے بے نیاز رہنے والا ہی ثابت قدم کہلاتا ہے اور زندگی کے میدان جنگ میں اسے کبھی شکست نہیں ہوتی۔ پاکیزگی اور انصاف کے لئے کوشاں افراد کو زوال نہیں آتا' ان کی کاوشیں کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں' اور یہ کامیابی دیرپا ہوتی ہے۔ جو راستی کے پیار کو دل میں جگہ دیتا ہے' لافانی ہے۔ پس اے جنرل سنگھ! تم ہمت کے ساتھ کشمکش کرو' بہادروں کے ساتھ برسرپیکار رہو لیکن راستی کے سپاہی بنو گے تو

عارفوں کا عارف (تتھاگت) تم سے خوش ہو گا۔"

بدھ کے دہن کی کان سے جب تک لفظوں کے موتی امنڈتے رہے، سنگھ سنتا رہا۔ گوہروں کی برسات تھمی تو وہ بے اختیار پکار اٹھا:

"آپ نے راستی کو ظاہر کر دیا ہے۔ آپ کا دھرم حقیقت میں سچا ہے۔ آپ تمام بنی نوع انسان کے رہنماء ہیں اور لوگوں کو نجات کا راستہ دکھاتے ہیں۔ میں بدھ، اس کی جماعت اور دھرم کی پناہ چاہتا ہوں۔ مجھے آج سے عمر بھر کے لئے اپنا شاگرد بنا لیجئے۔ "

جنرل سنگھ کی یہ التجا سن کر فہم و فراست اور فکر و تدبر کے پتلے بدھ دیو جی بولے:

"اے سنگھ! تم جو کچھ کرنے جا رہے ہو، اس پر ٹھنڈے دل سے اچھی طرح غور و فکر کر لو۔ تمہارے جیسے اعلیٰ مناصب پر فائز لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں۔"

یہ سن کر سنگھ کا اعتماد مزید پختہ ہو گیا اور اس نے نہایت عقیدت کے ساتھ جواب دیا:

"اے آقا! اگر آپ کی بجائے کوئی اور مذہبی پیشوا مجھے اپنا مرید بنانے میں کامیاب ہو جاتا تو وہ ویشالی کے اطراف و جوانب میں اپنے فتحیاب ہونے کے جھنڈے لہراتا اور منادی کراتا کہ سنگھ جیسا بااثر اس کا چیلا ہو گیا ہے۔ لیکن آپ نے مجھے سوچ کر فیصلہ کرنے کا مشورہ دے کر گویا خرید لیا ہے۔ میں دوسری بار آپ کی پناہ کا طالب ہوتا ہوں۔"

بدھ نے کہا:

"اے سنگھ! تمہارا تعلق پہلے نرگرنتھ (بے کتاب) فرقہ کے ساتھ تھا۔ اس فرقہ کے لوگوں کو تمہارے گھر سے کھانا ملتا رہا ہے۔ اب یہ سلسلہ ختم نہ کر دینا بلکہ آئندہ بھی جب وہ تمہارے در پر بھیک مانگنے آئیں تو انہیں کھانا دیتے رہنا۔"

یہ سن کر سنگھ کا دل خوشی سے جھوم اٹھا اور وہ بولا:

"آقا! لوگ کہتے تھے کہ بدھ دیو کھانے اور دان کا مستحق صرف اپنے چیلوں کو سمجھتا ہے مگر آپ نے نرگرنتھ فقراء کو کھانا دینے کی ہدایت فرما کر یہ غلط فہمی بھی دور کر دی۔ اس سلسلہ میں' میں ہمیشہ آپ کی ہدایات کو ملحوظ خاطر رکھوں گا۔ اب میں مزید غور و فکر کئے بغیر تیسری بار بدھ' اس کے دھرم اور سنگھ (جماعت) کی پناہ لیتا ہوں۔"

ہستی کے روحانی ہونے کے متعلق وعظ

جنرل سنگھ جب بدھ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے ساتھ ایک ماتحت افسر بھی تھا جو مندرجہ بالا تمام گفتگو خاموشی سے سن رہا تھا۔ وہ بھی بدھ کی سچائی اور نئے دھرم کی عظمت کا قائل ہو گیا لیکن اسے ایک الجھن درپیش تھی چنانچہ اسے دور کرنے کے لئے اس نے بدھ سے پوچھا:

"اے آقا! لوگ کہتے ہیں کہ گوتم بدھ روح کی ہستی سے انکار کرتا ہے۔ کیا وہ سچ کہتے ہیں یا محض افواہیں پھیلا رہے ہیں؟"

بدھ نے جواب دیا:

"جو ایسا کہتے ہیں وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ خودی بے حقیقت ہے۔ جو خودی کو روح قرار دیتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ خودی ہی ہمارے خیالات کی تشکیل کا باعث اور ہمارے اعمال کی محرک ہے وہ غلط کہتا ہے اور ناقابل تقلید اصول کی تبلیغ کرتا ہے۔ اس طرح کے اصول انسان کو تاریکی اور گھبراہٹ کی طرف لے جاتے ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اصل چیز دماغ یا قوت غور و فکر ہے' جو روح کو دماغ سمجھتا ہے' وہ دماغ کی ہستی کا اقرار کرتا ہے۔ ایسا شخص اس راستی کا معلم ہے جو انسان کے دماغ کو منور کر کے اسے توانائی بخشتی ہے۔"

یہ سن کر افسر نے استفسار کیا:

"کیا آپ حواسوں کے ذریعے دیکھی جانے والی اور ذہنی یا روحانی اشیاء کے الگ

الگ وجودوں کو تسلیم کرتے ہیں؟"

بدھ بولے:

"یہ سچ ہے کہ دماغ روحانی ہے لیکن حواسوں کے ذریعے دیکھی جانے والی چیز بھی روحانیت سے خالی نہیں۔ کائنات کے انتظام کی حکمران ابدی سچائیاں روحانی ہیں۔ روح کا اظہار فہم و فراست سے ہوتا ہے۔ حقیقی دانائی مادے کو بھی فہیم طاقت میں بدل دیتی ہے۔ یہاں تک کہ پاؤں تلے موجود خاک کو بھی سچائی کی حالت میں لانا ممکن ہے۔"

○

بدھ کے جیت بن بہار میں قیام کے دوران اناتھ ہی بے شمار بھکشوؤں کے تمام اخراجات کا بوجھ بخوشی برداشت کیا کرتا تھا۔ بدھ دھرم کی ترقی کے لئے اس نے اپنے تمام وسائل وقف کر رکھے تھے۔ وہ ایک دن میں تین تین بار بھکشوؤں کی رہائش گاہ پر جاتا' دھرم کی باتیں سنتا اور فقیروں کی خدمت بجا لا کر روحانی طمانیت کی دولت اکٹھی کرتا۔ اناتھ نے بدھ دیو جی' نئے دھرم اور سنگھ (جماعت) کے بھکشوؤں کی طرف گہری توجہ کو اپنی زندگی کا نصب العین اور معمول بنا لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیاوی امور اور کاروبار حیات سے بتدریج توجہ گھٹتی گئی۔ سادھوؤں کی رہائش گاہوں میں جاتے ہوئے وہ ان کے لئے طرح طرح کے نذرانے لے کر جاتا' ان کی ہر ضرورت کا بغیر کہے خیال رکھتا اور پانچ سو آدمیوں کا راشن ہر وقت جمع رکھتا کہ مبادا ضرورت پڑ جائے اور فورا" میسر نہ ہو تو خوراک کی کمی نہ آئے۔ اناتھ ایک طرح سے بے گھر اور بے خاندان بھکشوؤں کی ماں اور باپ بن گیا تھا۔ اس کے اس خلوص کے پیش نظر بدھ دیو جی اس کے گھر جانے کے معاملہ میں کبھی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔ ویسے بھی اس کے گھر ہر وقت جوگیوں اور بھکشوؤں کے غول کے غول آتے جاتے رہتے اور وہ حسب توفیق ان کی خدمت میں مشغول رہتا۔ ایک طرف اس کی سخاوت کے دریا بہہ رہے تھے اور دوسری طرف اس سے روپیہ لینے والے مہاجن اب واپسی سے انکاری تھے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اناتھ نے بہت سی دولت زمین میں دبا رکھی تھی تاکہ بوقت

ضرورت کام آ سکے لیکن قریبی ندی کے ٹوٹ جانے سے سیلابی صورتحال پیدا ہوئی اور پانی کے ریلے دفینہ کو نجانے کہاں لے گئے۔ اب روپیہ کے آنے کا کوئی ذریعہ نہ رہا لیکن خرچ پہلے ہی کی طرح چل رہا تھا۔ اناتھ کی مالی حالت دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی تھی۔ یہ صورتحال دیکھ کر قریبی رشتہ داروں اور دوستوں نے انہیں کشادہ ہاتھ تنگ کرنے کا مشورہ دیا اور ایسا نہ کرنے کے نتیجہ میں آنے والی ممکنہ مالی تباہی کے خوفناک اثرات سے ڈرانے کی کوشش بھی کی۔ لیکن اناتھ نے ان کے تمام کہے سنے کا محض ایک ہی جواب دیا:

"باطن کو طمانیت اور یکجائی بخشنے والے سچے دھرم کی ترقی کے لئے اگر مجھے در در بھیک بھی مانگنی پڑے یا جان بھی دینی پڑے تو کچھ ملال نہیں۔ حقیر دولت اور فانی جسم قربان کرنے سے اگر لازوال اور لامحدود دھرم کی بادشاہت کے قیام میں میرا حصہ بھی شامل ہو تو میرے لئے اس سے بڑھ کر خوش بختی اور کیا ہو گی۔ جس دھرم کی ترقی کے لئے میرا دل دیوانہ ہو گیا ہے اس کی خدمت سے نہ میں پیچھے ہٹوں گا اور نہ مجھے کوئی ایسا مشورہ دے۔ آپ کی ہمدردیوں کا شکریہ۔ میں جو کرتا ہوں کرتا رہوں گا۔"

اناتھ کو غیر متزلزل اعتماد اور نہایت ثابت قدمی سے دھرم کی خدمت کرنے کے نتیجہ میں شدید مالی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کل کا امیر اور دولت مند آج غریب' نادار اور مفلس ہو گیا لیکن اس پر اسے کبھی پچھتاوا نہ ہوا۔ نیک کام میں خرچ کرنا کبھی باعث نقصان نہیں ہوتا' چنانچہ اناتھ کو اس کی بے مثل سخاوت' نیک نیتی' پاک باطنی' فقیرانہ روش اور دولت سے نفرت کا صلہ کچھ یوں ملا کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ مالدار ہو گیا۔ کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ اناتھ آگے آگے چلتا تھا اور دولت کے انبار تعاقب میں رہتے تھے۔ اناتھ کے لئے پہلے کی طرح اپنی دولت شمار کرنا مشکل ہو گیا۔ اس کا جذبہ اب بھی سلامت تھا۔ بدھ دھرم کی تاریخ اس ابتدائی مگر عظیم معاون کے ذکر کے بغیر مکمل نہ کہلا سکے گی۔

اگلی برسات آئی تو بدھ شراوستی کی بجائے راج گرہ میں مقیم تھے۔ انہی دنوں ایک کھیل تماشہ باز اوکرسین بدھ دھرم میں شامل ہوا۔ آپ نے اسے اپدیش دیتے ہوئے کہا:

"اگر تم نیا انداز زندگی اختیار کر کے حیات کے کٹھن راستوں پر سفر کرنے کی تمنا رکھتے ہو تو آگے' پیچھے اور درمیان میں موجود ہر قسم کی رکاوٹ سے بے نیاز ہو جاؤ۔ ہر چیز سے قطع تعلق کر لو۔ جب تم تمام بندھنوں سے نجات حاصل کر لو گے تو موت کے جال سے آزاد ہو جاؤ گے اور تمہاری رفتار پستی کی بجائے بلندی کی طرف لے جانے والی ہو گی۔"

بدھ دیو جی بعد از برسات گنگا کو عبور کر کے ویشالی کے مہابن باغ میں اپنے شاگردوں کے ہمراہ ٹھہرا کرتے تھے۔ اس دفعہ یہ نوبت آئی تو دوران قیام انہوں نے سُنا کہ بان گنگا کے پانی کے حق کی بنیاد پر شاکیہ اور کلی خاندانوں میں سخت جھگڑا اور فساد اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ (103) خبر پا کر ویشالی سے وہاں پہنچے اور دونوں فریقوں کے لوگوں سے دریافت کیا:

"کیا یہ زمین قیمتی ہے؟"

"نہیں! اس کے دام تو کچھ زیادہ نہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔

"تو کیا یہ پانی بہت انمول ہے۔" بدھ نے پوچھا۔

لوگوں نے جواب دیا:

"ہرگز نہیں۔"

بدھ نے استفسار کیا کہ کیا تمہاری زندگی بھی قیمتی نہیں۔ اس پر وہ یک زبان و یک آواز بولے:

"کیوں نہیں! زندگی تو بہت قیمتی چیز ہے۔ اگر زندگی ہے تو سب کچھ ہے' یہ نہیں تو کچھ نہیں۔"

تب بدھ نے سمجھایا:

"جس چیز کو تم خود قیمتی خیال کرتے ہو اسے کیوں ایسی چیزوں کے جھگڑے میں برباد کرنا چاہتے ہو جن کی تمہارے نزدیک کوئی خاص قیمت اور وقعت نہیں۔ فانی اور حقیر زمین اور پانی کے لئے دھرتی کے سینے پر اپنے ہی بھائیوں کا خون بہانے پر کیوں تیار بیٹھے ہو۔ اپنی تباہی اور بربادی کے راستے پر کیوں چلے جاتے ہو۔ اس راہ سے واپس آ جاؤ' زندگی کے راستے کی طرف۔ لڑائی سب کے لئے نقصان دہ ہے اور امن سب کے لئے بہتر۔ پرامن ہو جاؤ اور جھگڑا کرنے سے رک جاؤ۔ یہ سب کے حق میں بہتر ہے۔" بدھ کی اس نیک تجویز اور نصیحت سے دونوں خاندانوں نے صلح کر لی۔ شاکیہ خاندان بدھ کا اپنا تھا جبکہ کلی خاندان سے اس کی ماں کا تعلق تھا۔ جب دونوں صلح کر کے پرامن ہو گئے تو بدھ نے نہایت طمانیت محسوس کی اور برسات گزارنے ویشالی چلے گئے۔

○

ابھی برسات کا نصف موسم ہی بمشکل گزرا ہو گا کہ راجہ شدھودن کی شدید علالت کی خبر آئی۔ معلوم ہوا کہ اس کے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ اطلاع پا کر بدھ دیو جی اپنے والد کی عیادت کے لئے گھر گئے۔ جب بدھ وہاں پہنچے تو راجہ نیم جان غشی کی حالت میں بستر پر دراز تھا' اہل خانہ آہ و فغاں میں محو تھے اور نوکر چاکر سسکیاں بھرتے ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ بدھ نے راجہ کی حالت دیکھ کر محسوس کیا کہ بس اب آخری وقت آن پہنچا ہے کچھ ہی دیر بعد یہ اپنا فانی جسم ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں گے۔ بدھ اور ان کے شاگرد راجہ کے پاس بیٹھ کر اسے ہوش میں لانے کی تگ و دو کرنے لگے۔ بہت دیر بعد آخر کار راجہ نے آہستہ آہستہ اپنی پلکوں کو جنبش دی اور آنکھیں کھولیں۔۔۔۔ سامنے سدھارتھ تھا۔ اس کا بیٹا۔۔۔۔ اس کا لخت جگر اس کی عیادت کو آیا تھا۔ بدھ دیو جی کو دیکھ کر راجہ ان کے خدوخال میں اپنا کھویا ہوا سدھارتھ تلاش کرتا رہا۔ اس تلاش میں اسے ناکامی ضرور ہوئی لیکن اس کے بیمار چہرے پر اب پژمردگی کی بجائے تازگی کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا'

اس کا بچھڑا ہوا بیٹا جو اس کے پاس تھا۔ راجہ کی عمر ستانوے برس سے زیادہ ہو گئی تھی' نت نئے صدموں نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا اور آج آخرکار وہ سسکیوں اور آہوں کو کپل وستو پر حکومت کے لئے اپنی جانشین مقرر کر کے اس دنیا سے جانے والا تھا۔ رات کے آخری حصہ میں راجہ شدھودن پھر بے ہوش ہو گیا اور اب کی مرتبہ ایسی آنکھیں مندیں کہ پھر نہ کھل سکیں۔ آتے جاتے سانسوں کی ڈوری بھی طلوع آفتاب کے وقت ٹوٹ گئی اور کپل وستو یتیم ہو گیا۔

سلطنت ماتم کدہ بن گئی۔ ریاست کے ہر پیر و جواں' زن و مرد اور خورد و کلاں کی آنکھیں ایسے برسیں کہ برسات کے بادلوں سے بازی لے گئیں۔ بدھ نے باپ کی آخری رسومات میں دستور کے مطابق حصہ لیا۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے عزیز و اقرباء کو جسم' دنیا' دولت اور بادشاہت کے غیر حقیقی اور فانی ہونے پر وعظ دیا' اہل خاندان کو تسلی دی اور اپنے ساتھیوں سمیت مہابن کے گٹاگار نامی مقام اقامت کی طرف چلے آئے۔ (104)

شدھودن کے مرنے سے شاکیہ قوم کا شاہی رعب و دبدبہ اور شکوہ و سطوت قصہ پارینہ بن گئے۔ خاندان کے سبھی نمایاں افراد رفتہ رفتہ تارک الدنیا بن گئے۔ بوڑھے راجہ کی موت کے بعد خاندان میں چند عورتیں رہ گئیں' جن کے خاوند انہیں چھوڑ کر بدھ کی پیروی کر رہے تھے یا کچھ بچے جو ابھی ناسمجھ اور نادان تھے۔ ایسے میں رعایا کی آہ و زاری اور کرب ناقابل فہم نہیں تھا۔ اس دکھ اور صدمہ سے کپل وستو کی ہر اینٹ سہمی ہوئی نظر آتی تھی۔ شاہی محل میں ویرانی نے ڈیرا ڈال رکھا تھا اور تخت شاہی پر بربادی آن بیٹھی تھی۔ شہزادیاں شدت غم سے نڈھال تھیں اور عوام الناس سرپرستی سے محروم ہونے کے باعث دیوانے ہو رہے تھے۔ جن کمروں میں خوشیوں کے گیت گائے جاتے تھے اب وہاں تنہائیاں بال کھولے بین کرتی پھرتی تھیں' جس شاہی دربار کی سرگرمیاں ناتوانوں کی توانائی کا محرک تھی وہاں کتے لوٹیں لگا رہے تھے۔ اصطبل میں گھوڑے بندھے تھے لیکن سواری کرنے والا نہ رہا تھا۔ ہاتھیوں کے غول

اداس کھڑے تھے گویا سوچ رہے ہوں کہ ہم پر براجمان ہونے والے کیا ہوئے۔ یہ وہی کپل وستو تھا جس کے دروازوں پر قہقہوں کے دربان اور مسرتوں کی خادمائیں دست بستہ کھڑی رہتی تھیں---- اور آج یہاں بظاہر سب کچھ موجود تھا لیکن دراصل کچھ بھی نہ رہا تھا۔

شاہی خاندان کی عورتوں نے مردوں کے جوگی ہو جانے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اب دنیا ہمارے کس کام کی ہے۔ چنانچہ وہ بھی زیور اتار اور فقیری بھیس بنا کر بدھ کی خدمت میں پہنچیں کہ ہمیں بھی فقراء کی جماعت میں داخل کیا جائے۔

یہ درخواست سن کر بدھ نے سوچا کہ عورتوں کو سنگھ (جماعت) میں قبول کرنا چاہئے یا نہیں۔ یہ سوال اتنا آسان نہ تھا لہٰذا بدھ دیو جی سوچ و بچار میں غرق ہو گئے۔

اس زمانہ میں عورت کا سماجی اور مذہبی کردار نہ ہونے کے برابر تھا۔ عام عورت کے حقوق طے نہیں تھے اور کھانے پینے کے علاوہ گھر میں نوکروں کی طرح کام کرنا ہی ان کی زندگی کا مقصد خیال کیا جاتا تھا۔ عام سوچ یہ تھی کہ عورت مرد کی اطاعت اور عیش و عشرت کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ تب کاروبار حیات کے گھٹیا فرائض ہی عورت کی زندگی کا آغاز اور اختتام تھے۔

اس دور میں بدھ بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کیا عورت کو بھی مذہبی امور میں شریک کرنا چاہئے یا نہیں۔ ان کا تذبذب اور ہچکچاہٹ ان کے دور کے سماجی رویوں اور روایات کی روشنی میں قابل فہم ہے۔

سماجی دھارے کے رخ نے عورتوں کی سنگھ میں شمولیت کے سوال پر بدھ کو متذبذب تو ضرور کر دیا لیکن روایات شکن دھرم کی تشکیل کرنے والے مصلح کو اس تاریخ ساز فیصلے سے باز نہ رکھ سکا کہ نیا دھرم مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی ایک کھلے دروازہ کی مانند ہے۔ اس فیصلے سے پورے خطے کی عورت کے سماجی اور مذہبی کردار کا تعین ہوا۔ عورتوں کی غیر گھریلو سرگرمیوں پر لگا رسم و رواج کا پہرہ ٹوٹ گیا اور انہیں پہلی بار احساس ہوا کہ کچھ معاملات میں وہ مردوں سے بہتر نہیں تو کمتر بھی

نہیں ہیں۔ بدھ نے عورتوں کے لئے جماعت (سنگھ) کا الگ شعبہ قائم کر کے گویا کو سرپرست کے رتبہ سے نوازا۔

اس فیصلہ کے بعد جب عورتوں کی کثیر تعداد بدھ دھرم کی پناہ میں آ گئی تو گوتم نے کھلم کھلا عورت اور مرد کے مساوی حقوق کا اعلان کیا۔ لیکن زمانہ کے جبر پر لعنت کہ تب سے اب تک صدیاں گزر گئیں لیکن برہمنیت زدہ بھارتی سماج اس صداقت کو تسلیم کرنے کے لئے کبھی اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار نہ کر سکا۔ اب بھی بھارت ماتا کی عورتیں بہت سے حقوق سے محروم رکھی جا رہی ہیں۔ عورت آج بھی عموماً مردوں کی جنسی تسکین کے ذریعے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ ستی کی مکروہ رسم آج بھی بھارت کے طول و عرض میں کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کی دعویدار اکیسویں صدی کا حال ہے۔

صدیوں پہلے پیدا ہونے والے بدھ دیو جی! آپ عظیم ہیں کہ آپ کے انسانیت کے لئے رحم اور ہمدردی سے معمور باطن نے عورت کے کردار اور حقوق کو مردوں کے برابر قرار دینے میں تامل تو کیا مگر انکار نہ کیا۔ آپ نے مذہبی امور میں عورت کے عمل دخل کو اس دور میں روا قرار دیا جب وہ گھر کی جیل کی قیدی تھی اور آج بھی ہے۔

ہمارا حال آج بھی رسم و رواج' توہمات' ماضی پرستانہ روش' قدامت پسندانہ رویوں اور عورت مرد کی امتیازی تقسیم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ کیا تہذیب' ترقی اور تمدن کی معراج کے دعوے کرنے والا یہ سائنسی اور تکنیکی عہد فردی حقوق کے حوالہ سے گوتم کے زمانہ سے بہتر ہے؟ یہ سوچنے کی بات ہے۔ غور کریں اور اگر ہو سکے تو بدھ کے خیالات کو عملی شکل دینے کی کوشش کریں۔

بھکشو عورتوں کی جماعت کے قیام کے بعد بدھ نے مردوں کی طرح ان کے لئے بھی قواعد و ضوابط وضع کئے اور بعدازاں تن تنہا کوشامبر کمول (105) پہاڑ کی طرف عازم سفر ہوئے۔

طویل عرصہ متحرک، سرگرم اور انتھک جدوجہد میں مصروف رہنے والے کو کبھی نہ کبھی تنہائی کی یاد ستاتی ہے۔ گوتم بدھ بھی ان دنوں کچھ عرصہ کے لئے اکیلے بیٹھ کر ماضی کی کامیابیوں، حال کی کیفیت اور مستقبل کے ارادوں پر سوچنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے سنسان اور ویران کوشامبر کمول پہاڑ کا انتخاب کیا۔ آپ نے دنیا کے ہنگاموں سے دور اور فطرت کی پرسکون بانہوں میں خوابیدہ اس مقام پر کچھ عرصہ قیام کیا، غور و فکر میں مصروف رہے اور پھر ایک نئے جوش، ولولے، لگن اور جذبہ کے ساتھ دوبارہ دھرم کی تبلیغ کے میدان میں آ گئے۔

برسات کا موسم بسر کرنے کے بعد بدھ نے راج گرہ کا قصد کیا۔ یہاں آمد پر راجہ بمبی سار کی ملکہ کھشیما (106) دنیا داری سے سارے تعلق توڑ کر بھکشو عورتوں کی جماعت میں شامل ہو گئی۔ اس غیر معمولی واقعہ نے ملک کے اطراف و جوانب میں تہلکہ مچا دیا۔ لوگ سوچنے لگے کہ کیا وہ دھرم واقعی سچا اور آفاقی ہے، جس میں شامل ہونے کے لئے شہزادیاں، شہزادے، بادشاہ اور رانیاں دنیا کی ہر چیز سے کنارہ کشی پر مائل ہو جاتے ہیں۔

بدھ کی شخصیت اور خطابت میں بلا کی کشش تھی کہ جو ایک دفعہ اس کے دائرہ میں آیا، کہیں جانے کے لائق نہ رہا۔ اسی کشش کا کرشمہ تھا کہ شاہی خاندانوں اور امراء کے گھرانوں سے متعدد افراد نے بدھ کی شاگردی اور اطاعت اختیار کی۔

اب بدھ نے (ہندو ماہرین منطق اور فلاسفہ کے ساتھ دھرم سے متعلق خیالات کے تبادلہ کا بھی آغاز کر دیا۔ ایک مشہور روایت کے مطابق ہندو منطقی اور عالم پورن برہمن، جو اکابرین مذہب میں سے تھا، بدھ کے ساتھ بحث میں چاروں شانے چت ہوا اور اس واقعہ نے اسے اس قدر دلبرداشتہ کیا کہ وہ پانی میں ڈوب کر سورگباشی ہو گیا۔

بدھ کا ایک شاگرد آنند، پورن برہمن کی خودکشی کے واقعہ سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے دماغ میں الٹے سیدھے خیالات گردش کرنے لگے، اکثر وہ بدھ کی باتیں سنتا ہوا کہیں گم ہو جاتا اور ماضی میں جھانکتا رہتا۔ اسے اس فیصلہ پر ندامت اور پچھتاوا محسوس

ہونے لگا کہ اس نے اپنی بیوی کو بے بسی اور دکھ کی حالت میں چھوڑ کر بدھ کی پیروی اختیار کر لی۔ کچھ دنوں بعد اس نے حتمی فیصلہ کر لیا کہ سنیاسیوں کی جماعت چھوڑ کر گھرداری میں لوٹ جانا چاہئے۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ مل کر خاندانی امور نپٹانے کے باوجود بھی بدھ کا سچا پیروکار رہ سکتا ہوں۔ ایک دن آنند کی باطنی کشمکش کا اندازہ لگا کر بدھ دیو نے اسے یوں مخاطب کیا۔ مفہوم :

سنو آنند! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کوئی بیوپاری گدھے پر اشیائے خوردنی بار کر کے بغرض فروخت لئے جا رہا تھا۔ بیوپاری گدھے کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ وہ اس کو عمدہ سے عمدہ چارہ کھانے کو دیتا اور خوب دیکھ بھال کرتا۔ لیکن اتفاقاً" ایک دن گدھے نے جو اپنی ہم جنس مادہ کو دیکھا تو سو جان سے اس پر فدا ہو گیا۔ گدھا قدم آگے بڑھانا چاہتا تھا لیکن بڑھا نہ پاتا تھا۔ بیوپاری نے اسے آگے بڑھانے کے لئے منہ سے طے شدہ آوازیں نکالیں' ہانکا اور پچکارا لیکن بے سود۔ آخرکار غصہ میں مالک نے لاٹھی سے پٹائی شروع کر دی مگر عاشق صادق کے قدم اس پر بھی نہ لڑکھڑائے۔ آخرکار مالک نے شکست تسلیم کرتے ہوئے دو طرفہ مذاکرات کا سہارا لیا اور گدھے سے کہا کہ میں عہد کرتا ہوں کہ منزل مقصود پر پہنچ کر تمہیں تمہاری خواہش کے موافق "سامان عیش و نشاط" مہیا کر دوں گا۔ گدھا یہ سن کر بخوشی آگے کی طرف بڑھا۔ منزل پر پہنچ کر بیوپاری نے کہا کہ میں اپنے عہد کا پکا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ اپنی زوجہ اور اولاد کی خوراک وغیرہ کا بندوبست تمہیں خود کرنا ہو گا' میں یہ ذمہ داری اپنے کندھوں پر نہیں لوں گا۔ جتنی خوراک میں تمہیں اب دیتا ہوں' ملتی رہے گی لیکن اضافی بوجھ تم خود اٹھاؤ گے۔ بولو' منظور ہے۔ یہ سن کر گدھے نے سوچا کہ جس طرح عیش و آرام سے زندگی اب کٹتی ہے بیوی بچوں کے ساتھ تو اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ میں کیوں لمحاتی تسکین کے لئے مستقل فائدے کو داؤ پر لگاؤں۔ اس سوچ کے پیدا ہوتے ہی گدھے کا جذباتی بحران انجام کو پہنچا اور اس نے اپنا ارادہ ترک کر کے مالک کی وفاداری کو ترجیح دی۔

آنند نے کہانی میں چھپا پیغام واضح طور پر سمجھ لیا اور اپنی سوچوں کی اصلاح کر کے گھر جانے کا خیال دل سے نکال دیا۔ چند دنوں بعد اس کی بیوی بھی بدھ، دھرم اور جماعت کی پناہ میں آ کر بھکشو عورتوں میں شامل ہو گئی۔

○

برسات کا ایک اور موسم آیا جسے گزارنے کے لئے بدھ دیو جی جیت بن بہار میں تشریف لے گئے۔ یہ وہ دور تھا جب پورن برہمن کی خودکشی کے بعد ہندو علماء اور فلسفی بدھ کے دشمن ہو رہے تھے۔ وہ اپنی علمی حیثیت کو یکسر نظرانداز کر کے انتہائی عامیانہ اور سوقیانہ انداز میں بدھ کے خلاف سازشوں اور جھوٹی تہمتوں کے جال تیار کر رہے تھے۔ یہ شرارتی ٹولہ کھلے عام تو بدھ کو علمی میدان میں للکارنے سے خوف کھاتا تھا لیکن در پردہ کردار کشی کے لئے ہمہ وقت مصروف رہتا تھا۔ بدھ کی تعلیمات کے سبب دن بدن ہندو ازم اور برہمن غلبہ کی مضبوط دیوار دراڑوں میں ڈھلتی جا رہی تھی۔ تمام ہندو مذہبی اکابرین علمی، عقلی اور عوامی سطح پر بدھ سے خوف زدہ تھے۔ اسی خوف نے انہیں بزدلی کی دلدل میں دھکیل دیا اور وہ ان حرکتوں پر اتر آئے جنہیں پنچ لوگ بھی پنچ سمجھتے ہیں۔ وہ بدھ کے شفاف کردار پر کیچڑ اچھال کر اپنا منہ کالا کرنے کی فکر میں تھے۔ انہیں خبر نہ تھی کہ آئینہ کو گالیاں دینے یا چاند پر تھوکنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

بدھ دشمنوں نے چنتا (107) نامی ایک عورت کو کچھ روپیہ دے کر اپنے ساتھ گانٹھ لیا۔ جب شام کو عام لوگ بدھ کی تعلیمات اور ارشادات سے مستفیض ہو کر واپس آ رہے ہوتے تو وہ بدخصلت عورت سات سنگار کئے جیت بن بہار کی طرف اٹھلاتی جاتی۔ لوگ استفسار کرتے کہ کہاں چلی تو جواب دیتی کہ تمہیں اس سے کیا، میں جہاں جی چاہے جاؤں۔ صبح سویرے جب لوگ دوبارہ بدھ کی نورانی محفل میں شرکت کے لئے جاتے تو یہ حرافہ راستے میں واپس آتی دیکھتے۔ ابتداء میں تو کسی نے کچھ خیال نہ کیا لیکن جب اس بدکردار چنتا کی شوخی بھری آمد و رفت مشکوک اوقات میں معمول بن گئی تو رفتہ رفتہ لوگ باتیں بنانے لگے۔ یہ باتیں بنانے والے بدھ دشمنوں کے آلہ

کار تھے اور چنتا کی کارروائی کے باعث عام لوگ ان کی باتوں پر دھیان دینے پر مجبور تھے۔ چنتا کی شوخ "آنیاں جانیاں" لوگوں میں چنتا پیدا کرنے کا باعث بن گئیں اور دلوں میں بدھ کے چال چلن سے متعلق شک نے جڑ پکڑ لی۔ اس کے باوجود ابھی کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس برہنہ شک کو الفاظ کا پیراہن دے کر زبان تک لائے۔ مگر خود کلامیاں باہمی سرگوشیوں میں بدل گئیں اور یہی وہ موقعہ تھا جب دشمنوں نے اپنی سازش کے باقی حصے پر عمل کرنا تھا۔

ایک دن چنتا نے چنتا بھرے انداز میں مردوں کی ایک بہت بڑی مجلس میں جا کر برملا کہہ دیا کہ :

"بدھ سے مجھے امید ہو گئی ہے۔"

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے اس نے اپنے پیٹ پر ایک چھوٹا سا تکیہ باندھ رکھا تھا۔ اس کے انکشاف پر لوگ ابھی حیران بھی ہونے نہ پائے تھے کہ قدرت نے انصاف کر دیا۔ ڈوری ڈھیلی ہو کر کھلی اور سب کے سامنے لباس میں چھپا تکیہ زمین پر آ رہا---- اب چنتا پھر کنواری تھی۔

اس واقعہ نے مکار برہمنوں اور ان کے آلہ کاروں کی بدھ مخالف سازشوں اور منصوبوں کا پردہ چاک کر دیا' لیکن وہ باز آنے والے کہاں تھے۔ انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ باریک بینی کے ساتھ موقعے کی تلاش شروع کر دی۔ چنتا والے واقعہ سے سبق سیکھنے کی بجائے انہوں نے بدھ کے پاکیزہ کردار کو داغدار بنانے کے لئے اس مرتبہ بھی ایک عورت ہی کا سہارا لیا۔

روپیہ کے لالچ میں برہمنوں کی خریدی ہوئی عورت کوچہ و بازار میں جہاں موقع ملتا بڑے محتاط انداز میں لوگوں کو یہ باور کراتی کہ بدھ کا کردار صحیح نہیں اور اس کی مثال اور ثبوت میں خود ہوں۔ یہ کارروائی چونکہ چنتا والے واقعہ کے مناسب عرصہ بعد عمل میں لائی جا رہی تھی لہٰذا لوگ تجسّس اور بے یقینی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ متوجہ ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ کھلا راز ہر کوئی زیر بحث لانے لگا اور ہر طرف گوتم (108) کے

کردار پر مخالفانہ اور موافقانہ تبصرے ہونے لگے۔ بدھ سب کچھ دیکھ اور سن رہے تھے لیکن خاموش تھے۔ خاموش لوگوں کا وکیل وقت خود ہوتا ہے جو ان کی بے گناہی کو تاریخ کی عدالت میں ایسے ثابت کرتا ہے کہ مخالف نیست و نابود ہو کر رہ جاتے ہیں۔

بدھ کی کردار کشی کرنے والی عورت ایک دن بھکشوؤں کی رہائش گاہوں کے قریب مردہ حالت میں پائی گئی۔ برہمنوں اور ہندو حاسدین نے فوراً" اپنے طے شدہ منصوبہ کے تحت افواہ پھیلا دی کہ چونکہ یہ عورت بدھ کے حقیقی کردار کو عوام پر ظاہر کرتی تھی لہٰذا اسے انہوں نے اپنے چیلوں کی مدد سے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ یہ بدھ جیسے دیوتا کو عزت کا دشمن اور انسانیت کا قاتل ثابت کرنے کی انتہائی سفاکانہ اور خطرناک چال تھی لیکن قدرت کی بے آواز لاٹھی پھر حرکت میں آ گئی۔ آلہ کار عورت کی موت کے بعد ہونے والے پراپیگنڈے کے باعث لوگ ابھی بدھ کے حوالہ سے پوری طرح مشتعل بھی نہ ہو پائے تھے کہ سازشی ٹولہ کامیابی کی خوشی میں شراب کی بوتلیں کھول کر بیٹھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے زیادہ پی لینے کے باعث سڑکوں پر نکل کر نشہ کے زیر اثر سچ بکنے لگا۔ لوگوں نے سازشی شرابیوں کے منہ سے خود سنا کہ ہمارے ساتھ ٹکرانے کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ہم نے بدھ کو کتنی خوبصورتی سے بدکردار ثابت کیا ہے۔ اب لوگ خود ہی ان سے نمٹ لیں گے۔

بدھ کا محاسبہ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہے لوگوں نے جب یہ باتیں سنیں تو برہمنوں پر لعنت بھیجتے ہوئے اپنی روزمرہ کی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے۔ بدھ کی عزت و توقیر میں پہلے کی نسبت کئی گنا اضافہ ہوا جبکہ حاسدین کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہے۔ حق کی فتح ہوئی اور باطل اپنی آلہ کار قوتوں سمیت ذلیل و خوار ہوا۔ پاک باطن، نیک نیت اور باکردار بدھ ان واقعات اور اتفاقات کے دوران اور بعد کے عرصہ میں نہایت اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ نئے دھرم کی تبلیغ و اشاعت میں محو رہے۔

○

اگلے برس بدھ دیو جی برسات کا موسم گزارنے کے لئے کپل وستو کے نزدیکی مقام سنسو مار پربت چلے گئے۔ یہاں انہوں نے اپنے دو شاگردوں مکول اور کمدالی کے والدین کو بدھ دھرم میں قبول کیا اور بعدازاں کوشانبھی (109) پربت کی طرف عازم سفر ہوئے۔ یہاں قیام کے دوران ان کے حصول گیان کے 9ویں سال بھکشوؤں کی جماعت میں جھگڑے اور فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔

مگدالی (110) نامی ایک بھکشو کو کسی ضابطہ کی خلاف ورزی پر مجرم قرار دیا گیا لیکن اس نے جرم قبول کرنے سے یکسر انکار کر دیا۔ اس پر جماعت نے اسے خارج کرنے کا فیصلہ کیا۔

مگدالی دھرم سے واقف، سنگھ کے قواعد کا عالم، فاضل، ذہین، باحیا اور دانا تھا جسے نیک و بد کی اچھی طرح پہچان تھی۔ اس واقعہ کے بعد وہ اپنے ساتھی بھکشوؤں کے پاس گیا اور کہنے لگا:

"اے دوستو! جو کچھ میں نے کیا ہے، یہ کوئی جرم نہیں ہے لہٰذا مجھے جماعت سے خارج کرنے کا فیصلہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ چونکہ میں مجرم نہیں ہوں اس لئے یہ حکم بے ضابطہ اور غیر منصفانہ ہے۔ میں خود کو ابھی تک سنگھ کا ممبر تصور کرتا ہوں۔ اے میرے معزز بھائیو! میرا حق قائم رکھنے میں میری مدد کرو۔"

مگدالی کو حق پر تصور کرنے والے بھکشو اکٹھے ہو کر اسے مجرم ٹھہرانے والوں کے پاس گئے اور کہا:

"اس کا کوئی جرم نہیں ہے لہٰذا فیصلہ واپس ہونا چاہئے۔" لیکن دوسرے فریق نے اصرار کیا کہ مگدالی سے ایسا جرم سرزد ہوا ہے، جس کے بعد وہ جماعت میں رہنے کا حقدار نہیں۔ دونوں فریق اپنے اپنے موقف پر قائم رہے اور نوبت ایک دوسرے کے عیب اچھالنے اور طعنہ زنی تک جا پہنچی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت دو گروہوں میں بٹ گئی اور فساد برپا ہو گیا۔

جب بدھ کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا گیا تو وہ ملزم بھکشو کی جماعت بدری کا

حکم دینے والے گروہ کے پاس گئے اور انہیں مندرجہ ذیل اپدیش دیا:

"اے بھکشوؤ! تمہیں اپنے ساتھی بھکشو کے مجرم ہونے کی صورت میں اس کے خلاف حکم جاری کرنے کا اختیار ہے لیکن اس بناء پر یہ خیال نہ کرو کہ تم حقیقت کے خلاف بھی حکم جاری کر سکتے ہو۔ تمہارا جو بھائی سنگھ کے قواعد کو جانتا ہے' فاضل' عالم' دانا' ذہین' باحیا اور باضمیر ہے اور اپنے آپ کو جماعت کے قواعد کے تحت خیال کرتا ہے اس کے خلاف بلا سوچے سمجھے حکم جاری کر کے جماعت میں تفرقہ اور گروہ پیدا کرنے سے تمہیں خوف آنا چاہئے۔ ایک بھائی کے خلاف محض اس بنیاد پر کہ وہ اپنے اوپر عائد الزام کو تسلیم نہیں کرتا' جماعت بدری کا حکم جاری کر دینا تمہارے لئے واجب نہیں ہے۔"

پھر مہاتما بدھ مگدالی اور اس کے حامی بھکشوؤں کے پاس گئے اور ان سے یوں مخاطب ہوئے:

"اے بھکشوؤ! یہ مت خیال کرو کہ اگر تم نے کسی کو رنج یا دکھ دیا ہے تو تمہیں اس کے کفارہ کی ضرورت نہیں۔ یہ ناممکن امر ہے کہ جماعت کے قواعد کے عالم' ذہین' باضمیر' باحیا اور دانا تمہارے بھائی جو اپنے آپ کو جماعت کے قواعد سے بالاتر نہیں سمجھتے اور شعوری احساس کے تحت فیصلہ کرتے ہیں تمہارے خلاف خود غرضی' حسد یا خوف کے باعث فیصلے کریں۔ اگر کسی بھکشو نے کوئی ایسا قصور کیا ہے جسے وہ جرم خیال نہیں کرتا مگر اس کے دوسرے بھائی اسے مجرم قرار دیتے ہیں تو اس کے لئے یہ بہتر ہے کہ اپنے بھائیوں کی سند پر اپنا گناہ مان لے۔ جماعت میں گروہ بندی پیدا کرنے سے تمہیں ڈرنا چاہئے اور آپس میں

اتفاق و اتحاد پیدا کرنا چاہیے۔"

بدھ دیو نے جماعت میں امن و امان پیدا اور فتور و فساد رفع کرنے کی مقدور بھر کوشش کی لیکن دل کے آئینوں میں جو دراڑ پیدا ہو گئی تھی' ختم نہ ہو سکی۔ بدھ کے قابل شاگرد آنند نے مگدالی سے درخواست کی کہ تم فساد کا باعث ہو گو کہ گناہگار نہیں چنانچہ کچھ عرصہ کے لئے کسی دور دراز مقام پر چلے جاؤ۔ جب حالات معمول پر آ جائیں تو لوٹ آنا۔ اس تجویز کو مگدالی نے یہ کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا کہ جب میں قصور وار نہیں تو میدان چھوڑ کر کیوں بھاگوں۔

مگدالی کا حامی اور مخالف دونوں گروہ الگ الگ مذہبی فرائض ادا کرنے لگے۔ اپوستھ (111) کا اہتمام بھی دونوں گروہ اپنے اپنے طور پر کرتے تھے۔ جب گوتم بدھ کو اس المناک صورتحال کی اطلاع ملی تو انہوں نے (یہ دیکھ کر کہ دونوں گروہ متفق الرائے نہیں ہیں اور دونوں میں ہی دھرم سے پیار کرنے والے شامل ہیں) الگ الگ مذہبی فرائض ادا کرنے کے سلسلہ کو روکنا مناسب نہ سمجھا اور بحالت مجبوری اس روش کو جائز قرار دیا۔ اس کے باوجود انہوں نے کچھ جھگڑالو بھکشوؤں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ ضرور کہا:

"جاہل اور نادان ہی ایسی باتوں پر شور مچاتے ہیں۔ جب سنگھ میں ہی دو فریق پیدا ہو جائیں تو مجرم کسے ٹھہرایا جا سکتا ہے۔"

بدھ نے مزید کہا:

"جو لوگ ہمیشہ شکایت کرتے ہیں کہ فلاں نے مجھے ذلیل کیا' فلاں نے میری عزت اچھالی' فلاں نے میرے ساتھ ناانصافی کی' فلاں نے مجھ پر تہمت لگائی اور فلاں نے مجھ پر ظلم کیا انہیں نفرت کا جذبہ کبھی پرامن طور پر زندگی بسر نہیں کرنے دیتا۔ یہ ایک آفاقی قانون ہے کہ نفرت کو نفرت سے نہیں بلکہ محبت سے ختم کیا جاتا ہے۔"

گوتم نے جماعت کے تفرقہ پر اپنی اداسی' بے دلی' مجبوری اور ناراضگی کے تمام پہلوؤں کو نہایت لطیف اور علامتی پیرائے میں بیان کرتے ہوئے دونوں گروہوں کے

نمائندوں سے کہا:

"دنیا کے بیشتر لوگ جذبات پر فتح پانا غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر جھگڑالو ہوں تو ہمیں چاہئے کہ انہیں معاف کر دیں۔ اس بات کو جو عقلمند لوگ دوسرے کی نسبت بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں ان پر لازم ہے کہ اتفاق و اتحاد سے رہنے کا سبق سیکھیں۔ رویّہ میں متوازن اور کردار میں پاکیزہ دانا دوست رکھنے والا تمام تر خطرات پر غالب آ کر بخوشی شاہراہ حیات پر محو سفر رہ سکتا ہے۔ لیکن جس کے پاس ایسا ساتھی نہ ہو اسے چاہئے کہ تنہا اور اکیلا اپنی زندگی بسر کرے' اس بادشاہ کی طرح جو سلطنت کے امور کی پیچیدگیوں اور ذمہ داریوں کو اچانک چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاتا ہے تاکہ ہاتھی کی طرح جنگل کی وسیع و عریض اور مہکی فضا میں تنہائی اور خود انحصاری کی زندگی گزارے۔ نادانوں سے دوستی ممکن نہیں اور مغرور' خود غرض' جھگڑالو اور ہٹ دھرم لوگوں کے ساتھ رہنے سے تنہائی زیادہ بہتر ہے۔"

گوتم نے مزید فہمائش کرتے ہوئے کہا کہ جھگڑا اور فساد وہی لوگ کرتے ہیں جو دنیا کے فانی اور ناپائیدار ہونے کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ تم ایسے نہیں ہو چنانچہ لڑائی جھگڑا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ عالم' مسرور اور دور اندیش دوست کی معیت میں لمبی مدت تک رہا جا سکتا ہے لیکن نادانوں اور جاہلوں کے ساتھ رہنے کی بجائے اپنی خواہشات کا خاتمہ کر کے اپنی دنیا میں اکیلے ہی رہنے میں زیادہ عافیت اور بھلائی ہے۔

مہاتما بدھ اس قدر افسردہ اور ملول تھے کہ اتحاد و اتفاق کی برکات پر ہی مسلسل وعظ کئے جا رہے تھے۔ آپ اس جماعت میں پھوٹ گوارا نہ کر سکتے تھے جو اس لئے قائم ہوئی کہ انسانوں کو ایک اور نیک کر سکے۔ بلاشبہ آپ کا ہر لفظ اب بھی پہلے ہی کی طرح جادو اثر تھا لیکن باہمی رقابت کے طلسم نے بھکشوؤں کو عقل و خرد سے بیگانہ کر

رکھا تھا چنانچہ آپ انہیں مزید سمجھانے کی بجائے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

جماعت میں اتحاد کا پیغام

جب سمجھا بجھا کر تھک گئے تو بدھ نے خیال کیا کہ ان سرکش نادانوں کو قائل کرنا مشکل ہے لہذا فریقین میں جھگڑے کا فیصلہ ہوتا نہ دیکھ کر آپ کوشانبھی سے چلے اور شراوستی آ گئے۔

مہاتما کی عدم موجودگی میں فساد اور بڑھا تو کوشانبھی کے عام لوگ بھی تنگ آ گئے اور کہنے لگے کہ یہ جھگڑالو فقیر ہمارے لئے وباء بن گئے ہیں۔ یہ ہم پر مصائب کے نزول کا باعث ہوں گے۔ ان کی نااتفاقی سے تنگ آکر مہاتما بدھ ناراض ہو کر یہاں سے چلے گئے' ساری خیر و برکت تو ان کے قدم قدم سے تھی۔ اب ہم ان منحوس لڑاکے فقراء کو کھانا' کپڑے اور خیرات نہیں دیں گے۔ یہ جوگیانہ پیراہن زیب تن کرنے کے اہل ہی نہیں ہیں۔ یا تو یہ مہاتما جی کو منا لیں یا سوانگ ترک کرکے دنیا داروں میں شامل ہو جائیں۔

کوشانبھی کے عوام نے رفتہ رفتہ بھکشوؤں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ ان کا احترام' عقیدت اور امداد ماضی کا قصہ بن گئے۔ اب بھکشوؤں کو احساس ہوا۔ ندامت اور پچھتاوے کی آگ نے سینے جلائے---- برف پگھلی---- اور وہ کہنے لگے کہ آؤ مل کر بدھ دیو کے پاس چلیں وہی ہمارے درمیان فیصلہ کر سکتے ہیں۔

جب یہ بھکشو شراوستی پہنچے تو ساری پتر نے ان کی آمد کا حال بتا کر بدھ دیو سے پوچھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

بدھ نے جواب دیا:

"اے ساری پتر! انہیں لعنت ملامت نہ کرو۔ کیونکہ تلخ کلامی کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ ہر فریق کو الگ الگ ٹھہرا دو اور مساوی طریقے سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرو۔ ہر ایک کی بات توجہ اور صبر کے ساتھ سنو۔ منی اسی کو کہا جاتا ہے جو دونوں فریقوں کو برابر دیکھتا ہے۔ جب دونوں گروہ اپنی اپنی بات کہہ چکیں تو پھر صلح اور اتحاد و

اتفاق کا مشورہ دے کر جماعت کو یکجا کرنے کا اعلان کر دینا چاہئے۔"

بدھ کے معروف شاگرد اوپالی نے کہا:

"آقا! کیا یہ ٹھیک نہ ہو گا کہ جماعت کے جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے بغیر مزید تحقیق کئے ہی فریقین کی صلح کا اعلان کر دیا جائے۔"

گوتم بدھ بولے:

"اگر جماعت معاملہ کی تحقیق کئے بغیر ہی اتفاق و اتحاد کا از سرنو قائم ہونا مشتہر کرتی ہے تو ایسا واقعاتی سچائی کے بھی خلاف ہو گا اور قانون کے تحت بھی ناجائز۔ اتحاد قائم کرنے کے دو طریقے ہیں: ایک محض لفظی اور دوسرا لفظی و حقیقی۔ اگر بغیر تحقیقات کئے سنگھ اتفاق و صلح کا اعلان کرے تو یہ لفظی صلح ہو گی لیکن اگر فریقین کا موقف سننے کے بعد معاملہ کی تہہ تک پہنچ کر از سرنو باہمی صلح و اتحاد کا اعلان کیا جائے تو یہ لفظی و حقیقی دونوں اعتبار سے زیادہ بڑی سچائی ہو گی۔ لفظی اور حقیقی اتفاق و اتحاد کا از سرنو قیام ہی قانونی طور پر صحیح راستہ ہے اور ہم یہی راستہ اختیار کریں گے۔"

اس کے بعد صورتحال پر منطبق ہونے والی ایک حکایت بیان کرتے ہوئے گوتم بدھ نے کہا:

قدیم زمانہ میں کانشی جی کا ایک طاقتور راجہ برہم دت تھا۔ اس نے کوشل کے راجہ دیر گھنی پر اس خیال سے حملہ کر دیا کہ کوشل کی سلطنت محدود' راجہ کمزور اور وسائل کم ہیں لہٰذا میں ضرور فتحیاب لوٹوں گا۔ جب راجہ دیر گھنی نے دیکھا کہ کانشی کے راجہ کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے تو وہ اپنی چھوٹی سی سلطنت کو چھوڑ کر فرار ہو گیا اور در بدر ٹھوکریں کھاتا ہوا بنارس (کانشی) آگیا۔ اسے شہر کے باہر ایک کمہار کے گھر میں پناہ میسر آگئی' بیوی ساتھ ہی تھی لہٰذا کچھ عرصہ بعد قدرت نے اسے ایک فرزند سے نوازا جس کا نام دیرگھ آیو رکھا گیا۔ جب بچہ لڑکپن سے گزر کر بالغ ہوا تو مفرور راجہ نے سوچا کہ راجہ برہم دت نے ہمیں نقصان پہنچایا ہے اور وہ ہمارے زندہ ہونے سے باخبر ہے لہٰذا اسے توقع ہے کہ ہم انتقام لینے ضرور آئیں گے۔ گو ہم ابھی تک

روپوش ہیں لیکن کسی بھی وقت ہماری اصلیت کا راز کھل سکتا ہے۔ اس سے پہلے کہ ایسا واقعہ پیش آئے ہمیں اکٹھا نہ رہنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے دیرگھ آیو کو کہیں اور بھیج دیا۔ دیرگھ فطری طور پر ذہین' دانا اور معاملہ فہم تھا اس لئے مختصر مدت میں ہی دانشور اور صاحب ہنر ہو گیا۔ اتفاق سے انہی دنوں راجہ دیر گھتی کا سابقہ حجام بھی بنارس آ نکلا' اس نے راجہ کو پہچان لیا اور لالچ میں آ کر راجہ برہم دت کو مخبری کر دی۔

برہم دت نے جب یہ سنا کہ کوشل کا حکمران مع اپنی رانی کے بھیس بدل کر ایک کمہار کے گھر میں پناہ گزیں ہے تو اس نے فوراً" اہلکاروں کو حکم دیا کہ دونوں مفرور میاں بیوی کو گرفتار کر کے پھانسی دے دو۔

اہلکاروں نے حسب الحکم کمہار کے گھر پر دھاوا بولا اور کوشل کا مفرور حکمران مع اپنی بیوی سمیت گرفتار ہو گیا۔ جب بادشاہ کے سپاہی اسے پھانسی دینے کے لئے بازار لے راستے لے کر جا رہے تھے تو اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا جو نجانے کیسے ان کی اسیری کی خبر پا کر آخری درشن کرنے یہاں آن پہنچا تھا۔ وہ والدین کو دیکھ کر جذباتی ہو رہا تھا۔ راجہ دیر گھتی نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا بھی کسی جذباتی حرکت کے باعث ظالموں کے ہاتھ لگے۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس کے بیٹے کی یہاں موجودگی کی کسی کو خبر ہو' چنانچہ اپنے بیٹے کو آخری نصیحت کرنے کے لئے اس نے چلا کر کہا: اے میرے بیٹے دیرگھ آیو۔ تم جہاں بھی ہو' سلامت رہو۔ جلدی مت کرنا۔ نفرت کو نفرت سے نہیں بلکہ محبت سے ہی فتح کیا جانا ممکن ہے۔

یہ سن کر دیرگھ آیو ہوشیار اور محتاط ہو کر جذبات کے بھنور سے نکلا اور حالات کا سامنا کرنے کے لئے بالکل تیار ہو گیا۔ کوشل کا راجہ اپنی بیوی سمیت پھانسی چڑھا دیا گیا۔ پھانسی گھاٹ پر لاشیں لٹکی ہوئی تھیں اور اہلکار پہرہ دے رہے تھے۔ دیرگھ آیو نے تیز شراب خرید کر سرکاری کارندوں کو پلا دی اور وہ بے ہوش ہو کر اپنی اپنی جگہ ڈھیر ہو گئے۔ رات کا اندھیرا گہرا ہوا تو دیرگھ آیو نے اپنے والدین کی لاشوں کو نہایت

عقیدت و احترام کے ساتھ مذہبی رسوم کے مطابق نذر آتش کیا۔

اس دور میں بھی عموماً لاش صرف اس کی خراب ہوتی تھی جو لاوارث اور مقطوع النسل (اولاد نرینہ سے محروم) ہوتا تھا۔ اگر برعکس حالات ہوں تو لواحقین لاش کی آخری رسومات کی ادائیگی ممکن بنانے کے لئے کچھ بھی کر گزرتے تھے۔ جب راجہ برمہ دت کو یہ اطلاع ملی کہ کسی نے معزول و مفرور راجہ اور ملکہ کی لاشوں کو مکمل مذہبی اقدار کے مطابق نذر آتش کیا ہے تو وہ خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے لوگوں سے بازار میں پیش آنے والے واقعہ کی نسبت بھی سنا کہ پھانسی پانے والا راجہ اپنے دیرگھ آیو نامی بیٹے کو مخاطب کر کے نصیحت کر رہا تھا۔ برمہ دت نے ان واقعات کی روشنی میں خیال کیا کہ کوشل کے مرحوم راجہ کا بیٹا ضرور مجھے قتل کر دے گا اور میرے ملک پر قبضہ کی کوشش بھی کرے گا۔

دوسری طرف والدین کی آخری رسوم ادا کرنے کے بعد نوجوان دیرگھ آیو جنگل میں چلا گیا اور دل کھول کر رویا۔ جب دل کا بوجھ آنکھوں کے رستے بہہ نکلا تو بنارس کی طرف روانہ ہوا۔ کچھ دنوں بعد دیرگھ آیو نے سنا کہ راجہ کے ہاتھی گھر میں ایک مددگار کی ضرورت ہے چنانچہ اس نے نوکری کے لئے درخواست پیش کر دی' جو منظور ہوئی اور ہاتھی گھر کے داروغہ نے اسے ملازم رکھ لیا۔ دیرگھ آیو کو موسیقی سے لگاؤ تھا اور فارغ اوقات میں وہ گا بجا کر دل پرچا لیا کرتا تھا۔

ایک رات راجہ برمہ دت نے سارنگی کی لطیف سروں کے ساتھ ہم آہنگ ایک رسیلی اور سریلی آواز سنی---- کوئی گا رہا تھا۔ گانے والے کی آواز کے جادو نے راجہ کا دل جیت لیا۔ اس نے خدمت گاروں سے گانے والے کے متعلق پوچھا تو جواب ملا کہ ہاتھی گھر کے داروغہ نے بطور مددگار ایک نوجوان نوکر رکھا ہے جو بہت لائق ہے۔ تمام ساتھی نوکر اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اسے سارنگی بجانے اور گانے کا شوق ہے۔ اسی کی آواز نے آپ کو متاثر کیا ہے۔

راجہ نے حکم دیا کہ نوجوان کو حاضر کرو۔ حکم کی تعمیل ہوئی' راجہ دیرگھ آیو سے

مل کر نہایت خوش ہوا اور اسے ہاتھی گھر کی بجائے شاہی محل کی ملازمت عطا کر دی۔ اس ملازمت کے تقاضے پورے کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہ تھی مگر دیرگھ نے اپنی فطری صلاحیتوں کا خوب مظاہرہ کیا اور نتیجہ کے طور پر بادشاہ نے اس کی صلاحیت' ذہانت' دانائی' ہوشیاری اور معاملہ فہمی کا اعتراف اسے ایک انتہائی معتبر عہدہ دے کر کیا۔

ایک دن راجہ برمہ دت شکار کھیلتے ہوئے ساتھیوں سے جدا ہو گیا۔ اس وقت صرف دیرگھ آیو ہی اس کے ہمراہ تھا۔ راجہ تھک گیا اور اپنا سر دیرگھ آیو کی گود میں رکھ کر لیٹا ہی تھا کہ نیند آ گئی۔

سوئے ہوئے دشمن کو دیکھ کہ دیرگھ آیو سوچنے لگا کہ اس راجہ برمہ دت نے مجھے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس نے نہ صرف میری سلطنت چھین لی بلکہ میرے ماں اور باپ کو بھی بے رحمی سے پھانسی چڑھا دیا۔ آج موقع ہے' کیوں نہ اسے ختم کر دوں۔ یہ سوچ کر اس نے تلوار نیام سے نکالی مگر عین اسی وقت اسے اپنے باپ کی نصیحت یاد آ گئی کہ نفرت کو نفرت سے نہیں محبت سے ہی فتح کرنا ممکن ہے۔ یہ خیال آتے ہی اس کی آنکھوں میں انتقام کے شعلوں کی جگہ بے بسی کے آنسوؤں کی نمی تیر گئی اور اس نے تلوار دوبارہ نیام میں رکھ لی۔

اسی دوران راجہ اچانک گھبرا کر بیدار ہوا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے گرد و پیش کو دیکھنے لگا۔ نوجوان نے تعجب سے پوچھا:

"عالی جاہ! کیا ہوا۔ آپ خوفزدہ کیوں ہیں۔"

راجہ نے بتایا:

"مجھے نیند میں ہمیشہ ایک بھیانک خواب دکھائی دیتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوشل کے مرحوم بادشاہ کا بیٹا دیرگھ آیو ہاتھ میں تلوار لئے مجھ پر حملہ آور ہونے آ رہا ہے۔"

یہ سن کر نوجوان نے ایک ہاتھ سے راجہ کی گردن دبوچ لی اور دوسرے ہاتھ سے

تلوار نکال کر کہا:

"جس دیر گھتی کی سلطنت پر تم نے قبضہ کیا اور اسے بیوی سمیت پھانسی دے کر مار ڈالا میں ہی اس کا بیٹا دیرگھ آیو ہوں۔"

یہ سنتے ہی راجہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ ہکلاتے ہوئے بولا:

"دیرگھ! میری جان نہ لو----- مجھے----- چھوڑ دو----- میری جان بخشی کر دو----- میری جان بخشی کر----- دیرگھ۔"

نوجوان نہایت پرسکون لب و لہجہ میں گویا ہوا:

"راجہ میں کس طرح تمہاری جان بخشی کر سکتا ہوں کیونکہ خود میری جان خطرے میں ہے اور تم ہی میرے سب سے بڑے دشمن ہو لہٰذا تم میری جان بخشی کر دو۔"

راجہ نے فوراً یہ بات تسلیم کر لی اور دونوں نے عہد کیا کہ کبھی ایک دوسرے کی جان لینے کی منصوبہ بندی، کوشش یا سازش نہیں کریں گے۔ جب دونوں نے اس معاہدہ کی ہر حالت میں پاسداری کا حلف اٹھا لیا تو راجہ نے نوجوان دیرگھ آیو سے دریافت کیا:

"تمہارے باپ نے تمہیں جو آخری نصیحت کی تھی کہ: جلدی مت کرنا۔ نفرت کو نفرت سے نہیں بلکہ محبت سے ہی فتح کرنا ممکن ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے۔"

نوجوان نے جواب دیا:

"اے راجہ! میرے باپ کی آخری نصیحت کا مفہوم یہ تھا کہ مجھے زیادہ عرصہ تک دشمنوں کے لئے اپنے دل میں نفرت نہیں پالنی چاہئے' دوستوں سے جھگڑا کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لینا چاہئے اور ہر معاملہ کو حد اعتدال میں رہ کر سلجھانا چاہئے۔ نفرت کو محبت سے فتح کرنے سے مراد یہ ہے کہ لڑائی کو بڑھانے کی بجائے ختم کرنا چاہئے اور یہ تبھی ممکن ہے جب ایک فریق اپنی غلطی تسلیم کر لے یا نفرت کا جذبہ ترک کر دے۔ مثال کے طور پر اس بات کو تم یوں بھی سمجھ سکتے ہو کہ اگر میں اپنے ماں باپ کا انتقام لینے کے لئے تمہیں قتل کر دیتا تو تمہارے طرف دار میری ہلاکت تک

چین سے نہ بیٹھتے۔ میری موت میرے عزیزوں اور قرابت داروں کو تمہارے لوگوں کی جان کا دشمن بنا دیتی اور یہ سلسلہ یونہی دراز ہو کر نسل در نسل چلتا رہتا۔ لیکن اب ہم نے نفرت سے سوچنے کی بجائے محبت بھرے انداز میں ایک دوسرے کی جان بخش دی تو قتل و غارت کا امکانی خطرہ ختم ہو گیا۔ یوں ہم نے محبت سے نفرت پر فتح پائی۔"

راجہ برہمہ دت نوجوان دیرگھ کی دانائی بھری باتوں سے نہایت متاثر ہوا۔ خوش ہو کر اس نے دیرگھ آیو کو اس کے باپ کا ملک کوشل تمام تر وسائل' افواج اور خزانوں سمیت نہ صرف واپس لوٹا دیا بلکہ اپنی بیٹی کی شادی بھی اس کے ساتھ کرنے کا اعلان کیا۔ یہ کہانی سنا کر بدھ نے بھکشوؤں کو رخصت کر دیا۔

بعدازاں تمام بھکشوؤں نے ایک مشترکہ مجلس منعقد کر کے اپنے جھگڑا کی تحقیق کی اور تمام امور طے کر کے سنگھ یا جماعت کا اتحاد و اتفاق از سرنو قائم کرنے کا اعلان کیا۔

○

راج گرہ کے نزدیک ہی ایکنالا نامی گاؤں میں بھار دواج برہمن رہا کرتا تھا جو علاقہ کا امیر زمیندار تھا۔ (112) اس کی ملکیت میں بہت سی زمین تھی جس کی سالانہ پیداوار سے برہمن کی دولت میں دن رات اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ ایک روز جبکہ بھار دواج اپنے نوکروں کے ہمراہ پانچ سو ہل لے کر کھیتوں کو روانہ ہونے والا تھا' بدھ اس کے گھر کے دروازے پر بھیک کے لئے آ پہنچے۔ اہل خانہ نے گرمجوشی اور عقیدت و احترام سے ان کا خیر مقدم کیا لیکن بھار دواج اس عظیم بھکشو کو اپنے دروازے پر کھڑا دیکھ کر جل بن کر کباب ہو گیا' غصے سے بھرا ہوا باہر آیا اور کہنے لگا:

"دیکھو بھکشو! میں زمین جوت کر بیج بوتا ہوں تو اناج پیدا ہوتا ہے جس سے کھانا تیار کر کے جسم کی مطلوبہ توانائی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ محنت طلب ہے۔ بغیر محنت کئے عام آدمی کو ایک وقت کا کھانا بھی میسر نہیں۔ تم کیوں دوسروں کے گلے کا ہار اور کندھوں کا بوجھ بن کر محتاجی میں زندگی گزارتے ہو۔ دوسروں کی طرح تم بھی محنت

کرو اور پیداواری آدمی بنو تو در در بھیک مانگنے سے بچ سکتے ہو۔"

بدھ نے جواب دیا:

"اے برہمن میں بھی زمین کاشت کر کے بعدازاں پیدا ہونے والے اناج کا کھانا کھاتا ہوں۔"

برہمن حیران ہو کر بولا:

"اچھا! لیکن مجھے تو اس امر کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ کہاں ہیں تمہارے بیل' ہل' زمین اور بیج وغیرہ۔"

اس پر بدھ نے یہ جواب دیا:

"انسان کا دل میرا کھیت ہے اور ایمان وہ بیج ہے جو میں کاشت کرتا ہوں۔ نیک اعمال کا پاکیزہ پانی باطنی کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔ جب زمین شاداب اور زرخیز ہو جائے تو علم کا ہل چلاتا ہوں' انکساری اور فروتنی اس ہل کا پھالہ ہیں۔ میرے من کا کسان محنت اور ریاضت کے بیلوں کی نکیل ہر وقت تھامے رکھتا ہے' یہ نکیل اصل میں عمدہ قواعد حیات ہیں۔ علم کے ہل کی ہتھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ یہ ہل دل کی اراضی سے دنیاوی پیار اور جاہ و جلال کی جڑی بوٹیاں اکھاڑ پھینکتا ہے۔ ایمان کے بیج جب بے خودی کے موسم میں پھوٹ نکلتے ہیں تو فصل پکنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی زراعت کی حتمی پیداوار نجات کا پھل ہے جو تمام دکھوں کو نابود کر دیتا ہے۔"

بھار دواج برہمن یہ جادوئی باتیں سن کر دم بخود رہ گیا۔ اس کا باطن گہری نیند سے بیدار ہوا' وہ الٹے پاؤں اندر گیا اور نہایت عمدہ اشیائے خوردنی لا کر نذر کیں۔ بدھ دیو نے فرمایا کہ میں نصیحت کے عوض کبھی کچھ قبول نہیں کیا کرتا۔ اس عظیم اور بے مثال بھکشو اعظم کے جذبہ سے متاثر ہو کر بھار دواج نے دنیا داری کو ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہا اور نئے دھرم کی پناہ میں آ کر بدھ دیو کا متحرک ساتھی بن گیا۔

○

برسات کا ایک اور موسم آیا۔ جب آسمان کے آنسو تھمے تو بدھ راج گرہ سے

ساتھیہ بیہ نگر کو روانہ ہوئے جو کوشل سلطنت کے ماتحت تھا۔ (113) اگرچہ اس دور میں بدھ بڑھاپے کی طرف جا رہے تھے لیکن دھرم کی تبلیغ کے حوالہ سے ان میں اس قدر جوش' ولولہ اور جذبہ تھا کہ جوانوں میں بھی کیا ہو گا۔ ساتھیہ بیہ نگر سے وہ بیرنج نامی مقام کو سدھارے اور چند ماہ یہاں بسر کر کے اگلے سفر کی تیاری کی' جو پہلے اسفار کی نسبت طویل تھا۔ اس سفر میں بدھ دکھن کی طرف منڈل دیش تک جا پہنچے اور وہاں سے براستہ بنارس ویشالی میں ٹھہر کر شراوستی کو واپس آئے۔ اس سے قبل انہوں نے اس قدر طویل سفر کبھی اختیار نہ کیا تھا۔ شراوستی پہنچ کر انہوں نے اپنے بیٹے کے سامنے "مہا راہل سوتر" کی تشریح کی۔ آئندہ موسم برسات میں حسب ارادہ بدھ دیو جی چالیہ نامی گاؤں میں قیام کر کے شراوستی لوٹے۔

موسم برسات میں بدھ ہمیشہ تبلیغی سرگرمیاں معطل کر کے ایک جگہ ٹھکانہ کر لیتے تھے۔ آپ کی ہر سو پھیلی شہرت اور نہایت عقیدت کے باعث دور دور سے دوران برسات قیام کے لئے دعوت نامے موصول ہوتے رہتے۔ برسات کے چار ماہ کے دوران گوتم بدھ اپنی اقامت گاہ پر آنے جانے والوں کے ساتھ مصروف رہتے' دھرم کی اہم گتھیاں سلجھاتے اور بعض دقیق مسائل و معاملات پر وعظ کا سلسلہ بھی وقتاً" فوقتاً" جاری رہتا۔

اب کے موسم برسات میں راہل کی عمر بیس برس ہو گئی تھی اور وہ ہر پہلو سے ایک مکمل تربیت یافتہ بھکشو بن چکا تھا' بدھ جیت بن بہار میں مقیم تھے۔ ایک روز آپ نے راہل کو طلب کیا اور اس سے باتوں ہی باتوں میں پوچھا:

"کیا طویل عرصہ سے سادھوؤں کے ہمراہ رہنے کے باعث تمہارے دل میں ان کے لئے نفرت یا اکتاہٹ کا جذبہ تو پیدا نہیں ہوا۔ نیز یہ بتاؤ کہ نوع انسان کے باطن کا اندھیرا دور کرنے کے لئے مشعل عرفان تھام کر مصروف عمل لوگوں کے لئے تمہارے دل میں کوئی عزت و احترام ہے یا نہیں۔"

جواب میں راہل نے کہا:

"میں سادھوؤں سے نفرت نہیں کرتا اور علم کی روشنی کے امین لوگ تو لائق پرستش ہیں لہٰذا میں ان کا احترام دل و جان سے کرتا ہوں۔"

بدھ سمجھتے تھے کہ راہل کو سونے سے کندن بننے کے لئے ابھی مزید تربیت کی ضرورت ہے' چنانچہ کہنے لگے :

"دھرم پر اعتماد ہونے کے باعث تم گھر تو چھوڑ آئے ہو لیکن نجات کی منزل کے حصول کے لئے اور بھی بہت سی قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ اب تم حواس و محسوسات کی مرغوب اشیاء سے رشتہ توڑ کر دکھ کو نیست و نابود کرنے میں سعی کرو۔ ہمیشہ سادھوؤں کے ساتھ رہا کرو۔ الگ چارپائی پر سونا اور الگ نشست پر بیٹھنا تمہارے لئے لازم ہے۔ بدامنی کے ماحول میں کبھی تلخ مزاجی سے کام نہ لو۔ خوراک کے حوالہ سے اعتدال میں رہو۔ راحت انگیز بستر اور لذت سے بھرے کھانوں کو بھول جاؤ۔ دنیا داری میں واپسی کی خواہش اپنے باطن میں ہمیشہ کے لئے دفن کر دو۔ حواس خمسہ پر قابو پانا سیکھو۔ محتاط ہو کر بھکشوؤں کے لئے وضع کردہ قوانین کی پابندی کرو۔ زندگی کی بے معنویت اور فنا پذیری کو محسوس کرو۔ حواس کی تسکین کا ذریعہ ثابت ہونے والی ہر چیز سے تعلق توڑ لو۔ باطن کو مستحکم اور مطمئن کر کے دنیا کی ناپائیداری کو محسوس کرو۔ بات بے بات بحث کرنے کی روش چھوڑ کر مفکرانہ انداز اختیار کرو اور غرور کی بیماری میں مبتلا ہونے کی بجائے آفاقی طمانیت کے لامحدود سرور میں رہا کرو۔ اسی میں نجات ہے۔"

اس بار کی برسات بِتانے کے لئے بدھ دیو جی کپل وستو کے قریبی جنگل نیگرودھ میں مقیم ہو گئے۔ ان دنوں راجہ شدھودن کی موت کے بعد امرتودن کا بیٹا مہا نام جو کہ بدھ کا چچا زاد بھائی تھا' ریاست کی حفاظت کا برائے نام مدعی بن کر تخت نشین ہو چکا تھا۔ (114) یہ نوجوان اگرچہ راجہ شدھودن جیسے جہاندیدہ اور تجربہ کار حکمران کی ریاست اور سیاست کو سنبھالنے کا حقیقی معنوں میں اہل نہیں تھا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اب یہی شاکیہ خاندان کی امیدوں کا آخری مرکز بن چکا تھا۔ خاندان کے تمام مرد و زن جن سے شاکیہ قوم کو بہت سی توقعات تھیں' بدھ کے نقش قدم پر چل رہے تھے' ایسے

میں مہا نام کا وجود بھی غنیمت تھا لیکن قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ کپل وستو کی تاریکیوں میں ٹمٹماتا یہ آخری چراغ بھی بجھ گیا۔۔۔۔ مہا نام بھی دنیا کی حکومت چھوڑ کر دھرم کی سلطنت میں چلا آیا۔۔۔۔ راجہ شدھودن کی جانشینی سے بدھ دیو کی فقیری جیت گئی۔ اب شاکیہ خاندان کی قیادت اور کپل وستو پر حکومت کرنے کے لئے شاید کوئی بھی باقی نہ بچا تھا۔ اس واقعہ کے بعد بدھ جیت بن بہار میں تشریف لے گئے۔

○

اگلے برس بدھ دیو الاوی نامی مقام کی طرف عازم سفر ہوئے اور منزل پر پہنچ کر ایک خالی عمارت میں مقیم ہو گئے۔ ابھی انہیں یہاں رکے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ عمارت کا مالک آن دھمکا جو نہایت بد دماغ' درشت گو اور سیاہ خصلت تھا۔ اس نے آتے ہی دشنام طرازی شروع کر دی اور نہایت گستاخی و بے ادبی سے کہنے لگا:

"میری جائے اقامت پر قبضہ کرنے والا تو کون ہے۔ ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکل جا۔"

بدھ نے جواب میں خاموشی اختیار کئے رکھی اور جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو عمارت کا بد خصلت مالک کہنے لگا:

"شکل و صورت سے تم سادھو معلوم ہوتے ہو۔ اچھا' یہ تو بتاؤ کہ اس دنیا میں انسان کے لئے سب سے اچھی دولت کون سی ہے' کس طرح کے عمل کرنے سے اطمینان حاصل ہوتا ہے' سب سے لذیذ چیز کون سی ہے اور کون سا انسان سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اگر تم نے میرے ان سوالوں کے درست جواب نہ دیئے تو میں تمہیں گنگا کے اس پار پھینکوا دوں گا۔"

بدھ نے کہا:

"اے دوست! تم بھلا مجھے کیا نقصان پہنچا سکتے ہو؟ تمہارے سوالوں کے جواب البتہ میں بیان کر دیتا ہوں۔ سنو! اعتماد اور ایمان کی دولت ہی اس دنیا میں انسان کے لئے سب سے اعلیٰ ہے' دھرم کی خلوص کے ساتھ پابندی کرنے سے حقیقی اطمینان

حاصل ہوتا ہے' سچائی سب سے لذیذ چیز ہے اور ایک سچا عالم ہی انسانوں میں افضل شمار ہو سکتا ہے۔"

یہ سن کر اس نے مزید استفسارات کئے:

"میں کس طرح جنم چکر کے جھگڑے سے نجات پا سکتا ہوں' جیون کے سمندر سے پار جانے کا ذریعہ کیا ہے' ہر دکھ سے رہائی کا راستہ کون سا ہے اور کون سے وسائل و ذرائع اختیار کرنے سے انسان خالص اور پاک ہوتا ہے۔"

بدھ نے ان سوالات کے جواب یوں دیئے:

"ایمان کی طاقت جنم چکر کے تمام جھگڑوں کو دور کرتی ہے' ریاضت اور استقلال سے جیون کا سمندر پار کرنا ممکن ہے' کوشش دکھ سے رہائی کا باعث ہے اور حقیقی علم کے حصول سے ہی انسان خالص اور پاکیزہ ہوتا ہے۔"

بدھ کے سچائی سے معمور الفاظ اپنا کام کر رہے تھے۔ عمارت کے مالک کا دماغ ٹھکانے آتا جا رہا تھا۔ اس بار وہ کچھ مودب ہو کر کہنے لگا:

"مہربانی کر کے یہ بھی بتا دیں کہ دنیا میں علم' دولت' شہرت اور دوست کیسے حاصل کئے جا سکتے ہیں اور اگلی دنیا کے دکھوں سے رہائی کا راستہ کیا ہے؟"

بدھ نے جواب دیا:

"جو شخص اطاعت گزاری اور عقیدت کے ساتھ دھرم میں یقین رکھتا ہے اور قوت عمل سے بہرہ ور ہے وہ ضرور علم کے حصول میں کامیاب ہوتا ہے' اسی طرح محنتی' فرض شناس اور مستقل مزاج آدمی دولت حاصل کر لیتا ہے البتہ دوست صرف محبت سے ہی بنائے جا سکتے ہیں جبکہ شہرت کا حصول سچائی کی پیروی کرنے میں پوشیدہ ہے۔ جو دین اور دنیا کو ایک ساتھ چلانا چاہے' اس کے لئے لازم ہے کہ حواس پر قابو رکھے' مستقل مزاجی' سخاوت' رحم اور درگزر سے کام لے۔ یہی ذریعے ہیں جو اگلی دنیا کے دکھوں سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔

بدھ دیو جی کے اس حیات آفریں وعظ کو سن کر اس سرکش' بددماغ اور بدگفتار

شخص کی دنیا ہی بدل گئی۔ دھرم کے لئے اچانک اس کے باطن میں ایک طاقتور جذبہ اطاعت جاگا جس سے تحریک پا کر اس نے بدھ سے اپنے طرز عمل پر معذرت طلب کی اور ان کا فرمانبردار شاگرد بن گیا۔ کوچہ و بازار میں درویشوں تک کو گالیاں دینے والا کل کا بد بخت انسان آج گلی گلی بدھ دیو جی کے نئے دھرم کی برکتوں' صداقتوں اور اعلیٰ مقاصد کی منادی کرتا پھرتا تھا۔ یہ بظاہر معمولی واقعہ سچ کی غیر معمولی طاقت کے اظہار کی مضبوط علامت سمجھا جانا چاہیے۔

بدھ الاوی سے راج گرہ گئے اور شریمتی (115) نامی ایک طوائف کی موت کے موقعہ پر نہایت پر تاثیر اپدیش دیا۔ بعدازاں براستہ شرا وستی واپس الاوی تشریف لائے۔ موسم برسات پھر آنے کو تھا' جو انہوں نے مختلف علاقہ جات کے تبلیغی دوروں کے بعد شرا وستی کے نواحی گاؤں چالیہ میں گزارا۔ برسات کے بعد راج گرہ کا قصد کیا اور کچھ دن وہاں قیام کر کے مگدھ دیش میں گاؤں گاؤں جا کر دھرم کی تبلیغ شروع کی۔ ایک دفعہ انہوں نے جال میں گرفتار ایک زخمی ہرن دیکھا جس کے جسم میں کئی تیر پیوست تھے۔ جاں بلب ہرن رحم طلب نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا گویا امداد کے لئے کہہ رہا ہو اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

مہاتما بدھ جی کا انسانیت' رحم اور ہمدردی سے لبریز دل یہ منظر کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ آپ فوراً" ہرن کی طرف بڑھے' اسے جال سے آزادی دی' جسم میں پیوست تیر باہر نکالے اور مجروح ہرن آہستہ آہستہ چلتا ہوا جنگلی جھاڑیوں میں روپوش ہو گیا۔ دور سے وہ ظالم شکاری بھی یہ منظر دیکھ رہا تھا جس نے ہرن کو اس حال تک پہنچایا تھا۔ اسی دوران ہرن آزاد کر کے بدھ ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر دھیان (مراقبہ) میں محو ہو گئے اور شکاری نے غصہ میں آ کر ان کی جان لینے کے لئے تیر چلایا جو انہیں لگنے کی بجائے پاس سے گزر گیا۔ شکاری ناراض تھا کہ اس شخص نے میرا شکار کیوں آزاد کیا۔ نشانہ خطا ہونے کے بعد وہ نہایت خطرناک ارادوں سے بدھ دیو کی طرف بڑھا لیکن قریب پہنچتے پہنچتے خود شکار ہو گیا۔ اس نے اس سے پہلے کبھی کسی چہرے پر اس قدر

سکون' سرور اور سرشاری نہ دیکھی تھی جو مراقبہ میں محو جوگی کے چہرے پر کھیل رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر اس کے تمام ناپاک عزائم عقیدت اور احترام سے بدل گئے اور وہ مبہوت کھڑا بدھ کے نورانی چہرہ کا نظارہ کرتا رہا۔ مراقبہ ختم ہونے پر بدھ نے شکاری کو "رحم اور محبت" کی کہانی سنائی۔ بدھ کے ارشادات عالیہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ شکاری نادم ہو کر ان کے قدموں میں گرا اور آخرکار اپنے پورے گھرانے سمیت ان کا گرہستی ششش ہوا۔ (116)

مگدھ دیش سے گوتم شرا وستی گئے' برسات کا اگلا موسم یہیں بسر کیا اور وعظ و نصیحت میں مصروف رہے۔ سخت محنت اور مسلسل سفر کے علاوہ عمر کی چھٹی دہائی کا آخری برس شروع ہونے والا تھا' اب وہ جسمانی کمزوری کو نہایت شدت سے محسوس کرنے لگے تھے۔ رفتہ رفتہ نوبت بہ ایں جا رسید کہ گوتم بدھ در در بھیک مانگنے کے لئے جانے کے بھی قابل نہ رہے لہٰذا انہوں نے اس کام پر اپنے ایک شاگرد کو مامور کیا۔ وہ نادان سمجھا کہ میں بدھ کی ذمہ داری ادا کرنے کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوں۔ مذکورہ شاگرد کی طبیعت میں خود ستائی' غرور اور بے جا فضیلت کا عنصر بدھ نے فوراً" محسوس کر لیا اور اس کی بجائے یہ فریضہ آنند کو سونپ دیا جو دیرینہ اور وفادار بھکشو ہونے کی شہرت کا حامل تھا۔

○

چالیہ گاؤں کے نزدیکی جنگل میں انگو مال (117) نامی ڈاکو رہتا تھا۔ اس کے ظلم و ستم اور لوٹ مار کی داستانیں علاقہ بھر میں زبان زد عام تھیں۔ بدھ نے اسے راہ رست پر لانے کا ارادہ کیا اور پھر زمانے کی حیرت سے پھٹی آنکھوں نے دیکھا کہ انگو مال ڈاکو سے بھکشو بن کر در در بھیک مانگ رہا ہے۔ درویش مفکر کی ایک ہی نظر نے اس کی زندگی بدل دی اور آپ کے چند جملوں نے اسے ظالم اور لٹیرے سے مہربان جوگی بنا دیا۔

شرا وستی شہر میں ایک نہایت امیرو کبیر عورت وشاکھا رہتی تھی' جو گوتم کی نہایت

عقیدت مند پیروکار تھی۔ اس نے اپنی تمام دولت بدھ دھرم اور اس کے پیروکاروں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ایودھیا شہر میں پوربا رام کے نام سے بھکشوؤں کی آرام گاہ تیار کروانے والی یہی سخی اور پاکباز عورت بعدازاں بدھ کی گھریلو شاگرد عورتوں کی اولین رہنماء قرار دی گئی۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

جب آقا گوتم بدھ شراوستی میں قیام پذیر تھے تو ایک دن وشاکھا ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے ہاں بھوجن کرنے کی التجا کی جو منظوری کا رتبہ پا گئی۔ اسی روز بادل گھر کر آئے اور ایسی قیامت خیز بارش ہوئی کہ اگلے دن شام تک نہ رکی۔ اس دوران بھکشوؤں نے اپنے فقیری پیراہن محفوظ کر دیئے تاکہ گیلے نہ ہوں اور خود ننگے بدن باران رحمت کا نشانہ بنتے رہے۔

بارش تھمی تو اگلے روز بدھ دیو جی وشاکھا کے ہاں گئے۔ کھانا کھا چکے تو وشاکھا نے پاس آ کر التجا کی:

"اے آقا! میں آپ سے آٹھ امور میں اجازت کی طلب گار ہوں۔" بدھ نے کہا کہ جب تک میں جان نہ لوں کہ وہ آٹھ امور کون کون سے ہیں، اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ بھکشوؤں کی جماعت کے یہی قواعد ہیں۔

اس پر وشاکھا نے یقین دہانی کروائی کہ میں جن امور میں آپ کی اجازت چاہتی ہوں وہ بالکل جائز، نیک اور بھلائی کے ہیں۔ اس نے کہا: "آقا! میری خواہش ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں (i) برسات کے موسم میں تمام سنگھ کو کپڑے فراہم کروں (ii) باہر سے آنے والے سادھوؤں کی دیکھ بھال کروں (iii) تبلیغ کو جانے والوں سے سلوک کروں (iv) بیماروں کے معالجہ میں مدد کروں (v) ساتھی بھکشوؤں کی عیادت پر مامور دھرمی ساتھیوں کو خوراک فراہم کروں (vi) بیمار کی غذائی ضروریات پوری کروں (vii) سنگھ کے اراکین کو کھیر اور (viii) بھکشو خواتین کو نہانے کے کپڑے فراہم کیا کروں۔ یہ امور نمٹانے ہی اب میری زندگی کا مقصد ہے۔"

بدھ نے پوچھا کہ یہ تمام امور تم کن وجوہات کی بناء پر سرانجام دینا چاہتی ہو۔

جواب میں وشاکھا بولی:

گزشتہ روز میں نے اپنی نوکرانی کو بھیجا کہ جماعت کو کھانا تیار ہونے کی اطلاع دے آؤ۔ جب وہ سنگھ کی اقامت گاہ میں گئی تو بھکشوؤں نے بارش کے باعث کپڑے اتار رکھے تھے چنانچہ اس نے خیال کیا کہ یہ ننگے بیراگی ہیں بھکشو نہیں لہذا میرے پاس واپس آئی۔ میں نے صحیح صورتحال بتا کر اسے دوبارہ روانہ کیا۔ اے آقا!

(i) چونکہ ننگا رہنا بے شرمی' بدنمائی اور نازیبا ہے اس لئے میں زندگی بھر سنگھ کو موسم برسات میں استعمال کے لئے کپڑے دینا چاہتی ہوں۔

(ii) باہر سے آنے والے بھکشوؤں کو گھوم پھر کر یہاں آنا ہوتا ہے۔ وہ براہ راست رابطہ نہ ہونے کے باعث اس امر سے آگاہ نہیں ہوتے کہ کھانا کہاں سے ملتا ہے۔ بیرونی بھکشوؤں کو در در بھیک مانگتے ہوئے خوامخواہ تکلیف اٹھانا پڑتی ہے اس لئے میں عمر بھر انہیں کھانا دینا چاہتی ہوں۔

(iii) باہر جانے والے اراکین سنگھ بھی بھیگ مانگنے کی وجہ سے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جاتے ہیں لہذا میں ان کی کفالت کی ذمہ داری لینے کی خواہشمند ہوں۔

(iv) بیمار بھکشوؤں کا علاج نہ ہو تو وہ بیماری بڑھ جانے کے باعث تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اس لئے میں معالجہ میں ان کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔

(v) تیمار داری کرنے والے بھکشوؤں کو بھیک مانگنے کا موقع نہیں ملتا لہذا وہ اکثر اوقات بھوکے رہتے ہیں۔ میں ان کی غذائی ضروریات کا اہتمام کرنے کی خواہشمند ہوں۔

(vi) بیمار بھکشو کے لئے مناسب دوا نہ ہو تو اس کی جان بھی جا سکتی ہے لہذا میں ادویات کی فراہمی وغیرہ کا کام انجام دینا چاہتی ہوں۔

(vii) آقا! میں نے سنا ہے کہ کھیر آپ کی مرغوب غذا ہے کیونکہ اس کے کھانے سے بھوک اور پیاس دور ہوتی ہے نیز یہ مقوی اور عمدہ خوراک ہے۔ کھیر کو صحت مند کی غذا اور بیمار کی دوا بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ سنگھ کے لئے عمر

بھر کھیر مہیا کرتی رہوں۔

(viii) اس کے علاوہ آخری امر یہ ہے کہ بھکشو عورتیں اچراوتی دریا پر سرکاری اہلکاروں کے لئے تعمیر کردہ گھاٹ کے پاس ہی برہنہ حالت میں نہاتی ہیں۔ اے آقا! راہ چلتے لوگ اور سرکاری کارندے ان پاکیزہ عورتوں کو یہ کہہ کر ستاتے ہیں کہ نوجوانی کی عمر میں تمہیں فقیری کا درجہ پانے کی کیا ضرورت ہے' یہ پاکھنڈ بوڑھی ہو کر اختیار کر لینا۔ اے آقا! چونکہ ایک عورت کے لئے برہنہ رہنا نہایت معیوب' قابل اعتراض اور برا ہے لہٰذا میں سنگھ کی بھکشو عورتوں کو نہانے کے کپڑے دینا چاہتی ہوں۔

یہ وجوہات سن کر بدھ بولے :

"مگر وشاکھا! تم نے ان آٹھ امور میں میری اجازت طلب کرنے کے پس منظر میں اپنا ذاتی فائدہ کیا دیکھا ہے۔"

وشاکھا نے جواب دیا :

"اے آقا! موسم برسات کو مختلف مقامات پر گزارنے والے بھکشو جب آپ کے پاس آئیں گے اور یہ کہہ کر کہ فلاں بھکشو اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے' اس کا انجام آپ سے دریافت کریں گے اور آپ اس کے جواب میں فرمائیں گے کہ اس نے دھرم کی زندگی کا عمدہ نتیجہ حاصل کیا اور نجات کی منزل دریافت کی تو میں ان کے پاس جا کر پوچھوں گی کہ اے نیک ارواح! کیا وہ بھائی ان میں سے ایک تھا جو پہلے شراوستی سے ہو کر گئے تھے۔ اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ملے گا تو میں اس سے یہ اخذ کروں گی کہ اس بھائی کو میری مجوزہ آٹھ چیزوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ملی ہو گی۔ یوں میرا دل خوش ہو گا۔ اس خوشی کے باعث مجھے طمانیت حاصل ہو گی۔ اس طمانیت سے میرا وجود سرشار ہو گا اور اس سرشاری کے عالم میں' میں اپنے باطن کو پر سکون پاؤں گی۔ یوں میرے حواسوں' توانائیوں اور جملہ علوم کو اعلیٰ سطح پر متحرک ہونے کا موقع ملے گا۔ اپنے لئے جو فوائد میں نے آپ سے آٹھ امور کے متعلق اجازت لینے کے حوالہ سے پیش نظر رکھے ہیں' وہ یہی ہیں جو میں نے ابھی عرض کئے۔"

یہ سن کر بدھ نے کہا:

"اے نیک دل وشاکھا! میں تمہاری تائید کرتا ہوں۔ تم نے ان آٹھ امور میں مجھ سے اجازت مانگ کر بالکل درست کیا۔ مستحق لوگوں کو خیرات دینا اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ اور زرخیز زمین میں بویا جائے۔ خواہشات کی غلامی میں مبتلا لوگوں کی مالی مدد بنجر اور خشک زمین میں بوئے جانے والے بیج کی طرح ہے' جس سے کوئی بہتر نتیجہ برآمد ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ اگر خیرات لینے والے کے جذبات و محسوسات پاکیزہ نہیں ہیں تو وہ اچھے بیج (عمدہ طریقہ سے دی خیرات) سے عمدہ پھل پیدا ہونے کے عمل میں رکاوٹ ہیں۔" ان الفاظ کے ساتھ گوتم بدھ اس عظیم دھرمی خدمت گار کو متعلقہ امور سرانجام دینے کی اجازت مرحمت فرماتے اور اس کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اے وشاکھا! ایک پاکیزہ اور نیک دل عورت' جو بدھ کی شاگرد بھی ہو' مستحق افراد کو بلا روک ٹوک جو خیرات دیتی ہے' وہ افضل اور مبارک ترین خیرات ہے۔ ایسی خیرات سے دکھ کا خاتمہ ہوتا ہے اور روحانی مسرتوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس طرح کی سخی خاتون دھرم کی عظیم' گناہ سے پاک اور اعلیٰ دنیا میں داخل ہو کر طمانیت اور طہارت کی زندگی حاصل کرتی ہے۔ چونکہ اس کا مقصد دوسروں کی خوشی ہوتا ہے لہٰذا وہ خود بھی صاحب مسرت ہو جاتی ہے اور خیرات کر کے عظیم طمانیت محسوس کرتی ہے۔"

○

اب بدھ دیو جی دھرم کی تبلیغ کے لئے دکھن کی طرف روانہ ہوئے اور واپس لوٹتے ہوئے کوشانبھی میں قیام کیا۔ کوشانبھی کے رہنے والوں نے دیودت کو بہت بے عزت کیا تھا' اس واقعہ کے بعد وہ جلا بھنا راج گرہ کی طرف گیا جہاں راجہ بمبی سار کے لڑکے اجات شترو نے اس کے قیام کی غرض سے ایک مکان تعمیر کروایا۔ کچھ عرصہ بعد بدھ بھی راج گرہ آن پہنچے تو دیودت نے حاضر خدمت ہو کر کہا:

"آقا! میری خواہش ہے کہ بھکشوؤں کی ایک اور جماعت میری نگرانی میں قائم کی

جائے جس کے قواعد و ضوابط مزید سخت، کٹھن اور مشکل ہوں۔"

بدھ نے یہ تجویز غیر ضروری خیال کر کے مسترد کر دی تو دیو دت دل ہی دل میں بدھ کے مقابلہ میں ایک نیا خود مختار سنیاس آشرم قائم کرنے کا ارادہ باندھ کر نامراد لوٹ گیا۔ یہ بدھ کی عمر کا 72 واں برس تھا جب دیو دت نے مگدھ دیش کے حکمران راجہ بمبی سار کو اسی کے لڑکے اجات شترو کے ساتھ ساز باز کر کے موت کے گھاٹ اتروا دیا۔ دیو دت دراصل بدھ کا دشمن تھا لیکن اس کا خیال تھا کہ جب تک راجہ بمبی سار جیسا طاقتور اور نڈر حکمران بدھ کا حامی ہے، کچھ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے پہلے مرحلہ میں اس نے بمبی سار کا پتہ صاف کروایا۔ گھر کو گھر ہی کے چراغ سے آگ لگانے کے لئے اس نے سو جتن سے اجات شترو کو اپنے باپ کے خلاف یہ انتہائی قدم اٹھانے کے لئے تیار کیا تھا۔

راجہ بمبی سار کے قتل کے بعد پورے مگدھ دیش میں بغاوت، افراتفری اور خود سری نے سر اٹھا لیا۔ انہی غیر یقینی حالات میں دیو دت نے سنگھ میں طاقت اور اقتدار و اختیار حاصل کرنے کی غرض سے تین دفعہ بدھ دیو کی جان لینے کی کوشش کی۔ ان کوششوں میں بالترتیب کرائے کے قاتل، بلندی سے گرائے جانے والے بھاری پتھر اور بدمست ہاتھی کام میں لائے گئے لیکن قدرت کی کرشمہ کاری سے بدھ دیو محفوظ اور دشمن ناکام رہے۔ ایک روز دیو دت نیا جال بن کر اپنے پرانے شکار مہاتما بدھ کے پاس بینو بن میں گیا اور ان سے کہنے لگا:

"آپ جماعت میں نئے قواعد نافذ کریں جن کی رو سے بھکشو شہر سے دور کھلے میدان میں قیام کیا کریں، ہمیشہ پھٹے پرانے اور لوگوں کے استعمال شدہ کپڑے زیب تن کریں، در بدر بھیک مانگ کر کھانا لایا کریں گھریلو دعوتوں کو قبول نہ کیا کریں، اگر کوئی بھکشوؤں کی اقامت گاہ پر اشیائے خورد و نوش بھیجے تو انہیں ہرگز قبول نہ کریں اور مچھلی کے علاوہ گوشت سے مکمل طور پر پرہیز کریں۔"

گوتم نے اس مطالبے کا یوں جواب دیا:

"میرے احکام کی پیروی کیا جنگل اور کیا شہر ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی اپنے آپ کو خود ساختہ کڑے بندھنوں میں جکڑ کر مراقبہ وغیرہ کرنا چاہے تو میری طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں ہے لیکن میں اس قسم کا ضابطہ خود کبھی وضع کر کے نافذ نہیں کروں گا۔ کیونکہ ایسے قواعد پر ہر ایک نہیں چل سکتا اور میرا دھرم ہر ایک کے لئے ہے۔ نوجوان اور نرم خو سنیاسی تمہارے تجویز کردہ ضوابط کی پابندی نہیں کر سکیں گے۔ بھکشو ہر طرح کی غذا کھا سکتے ہیں لیکن اس بات کا خیال بیحد ضروری ہے کہ وہ کھانے ہی کے چکر میں نہ پڑے رہیں۔ کھانا مقصد نہیں ذریعہ ہے' جسمانی توانائی بحال رکھنے کا۔ گوشت کھانے والا' سبزی خور' درخت تلے بسیرا کرنے والا' محل میں سونے والا' نئے کپڑے پہننے والا اور چیتھڑوں میں ملبوس غرضیکہ ہر شخص پاکیزہ جیون حاصل کر سکتا ہے۔ سب بھکشوؤں کے لئے ایک ہی طرح کے جامد اور جان لیوا قواعد کے تعین سے نجات کی خواہش لے کر آنے والے زیادہ تر لوگ واپس لوٹ جائیں گے۔ میں ایسا ہوتا نہیں دیکھ سکتا کیونکہ میرا تو مقصد ہی نجات کی منزل کی طرف جانے والے راستے کی نشاندہی کرنا ہے۔ جو قاعدہ فقیری تنزل کا باعث اور روح کے لئے خطرناک ہو' اسے چھوڑ دینا ہی سب سے بہتر عمل ہے۔"

بد فطرت دیو دت مہاتما بدھ کے کلام میں چھپے پیغام امن و محبت کو سمجھنے کی بجائے انتقام اور غم و غصہ سے بھرا واپس چلا گیا۔ اس نے اجات شترو کی مدد سے ایک الگ آشرم کی بنیاد رکھ لی لیکن ابھی اس بنیاد پر دیواریں بھی نہ اٹھی تھیں کہ وہ اگلی دنیا کے سفر پر چلا گیا اور اس کے گرد چند روز کے دوران جمع ہونے والے بھکشو بھی منتشر ہو گئے۔ دیو دت کی وفات کے بعد اجات شترو نے ماضی کی طرف نگاہ کی تو سوائے اندھیرے اور گناہوں کے کچھ نظر نہ آیا وہ دیو دت کی حمایت اور اپنے باپ کے قتل پر اتنا پچھتایا کہ سارے گناہ آنسوؤں سے دھو ڈالے۔ اس کے باوجود بھی اس کا باطنی خلا بڑھتا ہی گیا وہ اکثر افسردہ اور ٹوٹا ہوا رہتا۔ ایک دن ایسے ہی لمحات میں وہ بدھ دیو جی کے پاس حاضر ہوا اور پھر واپسی کا راستہ بھول گیا۔ اب اجات شترو دھرم کا سرکردہ مبلغ

اور بہی خواہ تھا۔۔۔۔ لیکن افسوس کہ بدھ کا پیروکار بن کر بھی اس کے دل سے حکومت کا لالچ نہ گیا۔ گوتم کی وفات سے ایک سال پہلے اس نے شراوستی شہر پر قبضہ کیا جو بدھ پیرو کاروں کا سب سے بڑا ٹھکانہ تھا اور کچھ عرصہ بعد کپل وستو کو تاخت و تاراج کیا' جہاں بدھ پیدا ہوا تھا۔۔۔۔ یوں اجات شترو عملی طور پر گمراہ ہی رہا حالانکہ وہ ایک رہنما منزل کی پناہ میں تھا۔

☆ ☆ ☆

آٹھواں باب

بدھ اور موت ــــ آمنے سامنے

رفتہ رفتہ بدھ کی عمر کے 79 برس جنگلوں' بستیوں اور راہوں میں گم ہو گئے ــــ وہ سچائی طلوع کرتے رہے ــــ علم کے آسمان پر نجات کا سورج تخلیق کرتے رہے ــــ اوہام میں حلق تک غرق مخلوق کو حقیقت کا چہرہ دکھاتے رہے ــــ بات بے بات تلواریں نکال لینے والے وحشیوں کو جانداروں پر رحم کا درس دیتے رہے ــــ عام آدمی کے کاندھوں سے برہمن کے کروڑوں خداؤں اور دیوتاؤں کا بوجھ ہٹاتے رہے ــــ الوہی طمانیت کے گیت گنگناتے رہے ــــ نفرت کو محبت سے ختم کرنے کا آفاقی پیغام دیتے رہے ــــ جہالت کے اندھیرے میں گیان کے چراغ روشن کرتے رہے ــــ لیکن اب وہ تھک چکے تھے کیونکہ ان کی عمر کے 79 برس کپل وستو سے شراوستی جانے والی کچی سڑک کی دھول میں گم ہو چکے تھے۔ اب وقت بہت کم تھا ــــ بہت ہی کم۔ ہندوستان کی دھرتی پر نیا فلسفہ تعمیر کرنے والا خود موت کے تخریبی ہاتھوں کی طرف محو سفر تھا۔

○

اس سال بھی برسات کا موسم مہاتما بدھ نے جیت بن بہار میں گزارا اور بعدازاں راج گرہ کی نواحی آبادی گردھر کوٹ کے پہاڑوں کی ایک غار میں جا براجمان ہوئے۔

عین اسی وقت اجات شترو مگدھ دیش کے دوسری طرف گنگا ندی کے شمالی کناروں پر آباد اوجیہ (118) قوم کی بستیاں اجاڑنے کی فکر میں تھا۔ اس مقصد کے لئے وہ تمام تر وسائل بروئے کار لا کر عسکری تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

بدھ دیو جی کے تشریف لانے کی خبر پا کر اس نے اپنے وزیر اعظم ورشکار کو ان کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے کہا: تم بدھ دیو سے جا کر کہو کہ "میں قوم اوجیہ کو اپنے ملک سے نکال دینا چاہتا ہوں۔" وہ جو بھی جواب دیں، اسے غور سے سنو اور واپس آ کر مجھے بتاؤ۔ وزیر بدھ کے پاس پہنچا، آداب بجا لایا اور اجات شترو کا پیغام دینے کے بعد دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ بدھ نے وزیر کی بجائے اپنے قریبی شاگرد آنند کو مخاطب کیا اور کہا:

> "تمہیں معلوم ہے کہ اوجیہ قوم کے لوگ ہمیشہ عمومی مجالس برپا کرتے اور تمام ضروری امور آپس میں باہمی مشاورت سے سرانجام دیتے ہیں۔ جب تک ان میں اتحاد و اتفاق رہے گا، جب تک وہ باہمی مشاورت کی حکمت عملی پر عمل پیرا رہیں گے، جب تک وہ اپنے بزرگوں، مذہبی رہنماؤں اور عالموں کی قدر و منزلت کرتے رہیں گے، جب تک ان کی طرف سے عورتوں کے ساتھ بدسلوکی نہ ہو گی، جب تک وہ انصاف اور سچے اصولوں پر مبنی روایات کے امین رہیں گے، جب تک وہ اپنی زندگی طے شدہ آفاقی اقدار اور ضابطوں کے تحت بسر کرتے رہیں گے، جب تک وہ پاکیزہ اور باعلم ہستیوں کے حامی رہیں گے اور ان کی مدد کرتے رہیں گے---- تب تک انہیں زوال نہ آئے گا بلکہ وہ مائل بہ عروج رہیں گے۔"

اس کے بعد بدھ دیو جی نے روئے سخن اجات شترو کے وزیر اعظم کی طرف موڑا اور کہا:

"اے وزیر جب تک اس قوم میں اتفاق رہے گا تب تک تم ان کو فتح نہیں کر سکتے۔ جب میں ویشالی میں تھا تو میں نے ان لوگوں کو اپدیش دیا تھا کہ جب تک تم باعلم، سچائی کے پرستار اور پاکیزہ اصولوں کے علمبردار رہو گے تب تک زوال تمہیں چھوئے

گا بھی نہیں بلکہ تم دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرو گے۔"

یہ سن کر وزیر بولا:

"آقا! مگدھ کی ریاست اوجیہ قوم کو لڑ کر کبھی شکست نہ دے سکے گی۔ ہاں! اگر ان میں نفاق پیدا ہو جائے تو شاید وہ مغلوب ہو جائیں۔"

وزیر کی اس بات کا جواب مہاتما بدھ کی خاموشی نے دیا چنانچہ وہ رخصت کی اجازت لے کر واپس چلا گیا۔

وزیر کے جانے کے بعد بدھ نے آنند سے کہا:

"تمام بھکشوؤں کو وعظ کے لئے مخصوص کمرہ میں جمع کرو۔ میں تم کو معاشرہ کی ترقی اور بھلائی کے بنیادی ذرائع پر اپدیش دینا چاہتا ہوں۔ میں بیان کروں گا اور تم سب غور سے سماعت کرنا۔"

جب آنند کی اطلاع پر تمام بھکشو وعظ کے کمرہ میں جمع ہو گئے تو بدھ اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوئے:

"اے بھکشوؤ! جب تک تم باہمی مجالس برپا کرتے رہو گے' آپس میں برادرانہ تعلقات استوار رکھو گے' مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعے مفید ثابت ہونے والے اصولوں کی پیروی کرتے رہو گے' عمدہ ضوابط کو ذاتی مفادات کے باعث منسوخ نہ کرو گے' متعین ضوابط میں غیر ضروری اور غیر منصفانہ ترامیم نہ کرو گے' نصفت شعار بزرگوں کی قدر و منزلت کرو گے' علماء سے عقیدت کا اظہار کرتے رہو گے' دانشوروں کے حکم کی تعمیل کرو گے' ان کے اقوال پر یقین رکھو گے' خواہشات کے تعاقب میں نہ جاؤ گے' دھرم کی طمانیت کو محسوس کرو گے اور خلوت نشینی سے پیار کرتے رہو گے----

تب تک تمہاری صحبت سے مستفید ہونے کے لئے غیر معمولی لوگ تم سے رجوع کرتے رہیں گے۔ وہ تمہاری ہمراہی میں طمانیت' تحفظ اور باطنی سکون پائیں گے۔ اگر تم ایسا کرتے رہے تو زوال تمہارے پاس سے بھی نہ گزرے گا اور تم مائل بہ عروج رہو گے۔

"اے بھکشوؤ! جب تک تم دنیا داری کے عشق میں گرفتار نہ ہو گے' لایعنی گفتار کا دم نہ بھرو گے' غلیظ خواہشات کی غلامی نہ کرو گے' گناہگاروں سے کنارہ کشی کرو گے اور معمولی اہداف کے حصول کے بعد غرور میں نہ آؤ گے۔۔۔۔ تب تک تمہارے لئے کوئی خرابی اور بربادی نہیں۔

"اے بھکشوؤ! جب تک تم ایماندار رہو گے۔ حلیم الطبع رہو گے' صاحب علم رہو گے' پرجوش رہو گے' گناہ سے متنفر رہو گے اور نیکی کے لئے سرگرم رہو گے۔۔۔۔ تب تک خوف تمہارے قریب سے بھی نہیں گزرے گا۔

"جب تک تم میں علم کی ترویج' سچائی کی تلاش' دلیری و بلند ہمتی کے حصول' راحت کی بازیابی' مراقبہ کی کشش' دکھ اور سکھ سے مستقل مزاجی سے استفادہ' دنیا اور متعلق بہ دنیا اشیاء کی ناپائیداری کا احساس' بدی کو پہچاننے کی طاقت اور نیکی کو پرکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔۔۔۔ تب تک تم ناقابل شکست ہو۔

"اے بھکشوؤ! جب تک تم فکر' کلام اور عمل میں سچے رہو گے' مساوات پر چلو گے' پاکیزہ اور بے غرض کردار کے مالک رہو گے اور عظیم تر اعتماد کے حامل تصور کئے جاتے رہو گے۔۔۔۔ تب تک تمہارے لئے تباہی نہیں ترقی ہے۔"

○

گوتم بدھ گردھر کوٹ سے مختلف مقامات کے دورہ کے لئے عازم سفر ہوئے۔ اسی دوران انہوں نے نالندا (119) کے پاوارک نامی آموں کے باغ میں بسیرا کیا۔ یہاں ساری پتر آپ کی ملاقات کو آیا اور کہنے لگا:

"اے آقا! آپ جیسا عالم دنیا میں نہ کوئی تھا' نہ ہے اور نہ ہی آئندہ ہو گا۔"

اس پر بدھ بولے:

"اے ساری پتر! تم مبالغہ سے کام لے رہے ہو۔ تم ماضی' حال اور مستقبل کے اہل دانش سے متعلق کیا جانتے ہو۔ تم محض لاعلمی کی وجہ سے مجھے عظیم عالم قرار دیتے ہو۔"

یہی وہ عاجزی اور انکساری تھی جس کے بل پر مہاتما بدھ نے مغرور اور سرکش دنیا کو فتح کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ روندی ہوئی گھاس کی طرح زمین پر بچھا رہنے اور انتہا درجہ کی عاجزی اور انکساری کے بغیر کبھی سچے اصولوں کا ابلاغ ممکن ہی نہیں ہوا۔

نالندا سے روانہ ہو کر بدھ پاٹلی (120) کو سدھارے۔ یہاں اجات شترو اوجیہ قوم کے خلاف کارروائیاں تیز کرنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ تعمیر کر رہا تھا۔ مقامی لوگوں نے نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ بدھ کا استقبال کیا۔ بدھ نے گاؤں میں اپنے لئے مخصوص کی گئی آرام گاہ میں بیٹھ کر کہا:

"اے گھر ہستیو! گناہگار اپنے برے اعمال کے باعث پانچ قسم کے نقصانات سے دوچار ہوتا ہے:

(i) ایسے شخص پر کوئی اعتماد نہیں کرتا۔ (ii) یہ اپنی غفلت' سستی اور کج روی کے باعث ہمیشہ فلاکت میں رہتا ہے (iii) بدنامی اس کا مقدر بن جاتی ہے' (iv) ہر وقت تشویش تفکرات اور خوف میں گھرا رہتا ہے اور (v) مرنے کے بعد سخت عذاب پاتا ہے۔ یہ پانچ طرح کا دکھ گناہگار کو اپنے اعمال بد کے عوض برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس جو پاکیزگی' نیکی اور ترک دنیا کی بنیاد پر زندگی بسر کرتا ہے وہ اس کے صلہ میں پانچ طرح کے سکھ پاتا ہے: (i) ایسا شخص قوت بازو' محنت اور مشقت کے باعث خوشحالی اور فارغ البالی کی برکات سے مستفید ہوتا ہے اور تنگ دستی سے محفوظ رہتا ہے (ii) پاکیزہ آدمی نیک نامی حاصل کرتا ہے (iii) ہر جگہ وہ بے خوفی' اعتماد اور ذاتی بلند حوصلگی ساتھ لئے پھرتا ہے (iv) مرتے وقت طمانیت حاصل کرتا ہے اور (v) جسم سے الگ ہو کر بھی اس کا من سکون اور طمانیت کی حالت میں ہی رہتا ہے۔

پاک اور اعلیٰ اصولوں پر کاربند لوگ ہر جگہ عزت و تکریم
کے مستحق خیال کئے جاتے ہیں' ان کے لئے اس جہان فانی اور
اگلی دنیا میں یکساں سکون اور سکھ ہیں۔"

گوتم نے پاٹلی سے روانہ ہو کر دریائے گنگا عبور کیا اور موضع کوٹی جا پہنچے۔ گنگا کے دوسری طرف اپنے شاگردوں اور پیروکاران سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"مغرور لوگ دنیا کے سمندر کو پار کرنے کے لئے کشتیاں اور جہاز تیار کرتے ہیں لیکن فقیر لوگ ترک کے سمندر کا تلخ' کٹھن اور مشکل راستہ اختیار کر کے اس دنیاوی ساگر کو دیکھتے ہی دیکھتے عبور کر لیتے ہیں۔ ظاہری فقیری کی کشتیاں اور جھوٹی مذہبی روایات و تعلیمات کے جہاز دنیا کے سمندر کی تیز لہروں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں۔ صرف علم کی کشتی ہی اس سمندر کے دوسری طرف۔۔۔۔ نجات کے ساحل تک جا سکتی ہے۔"

کوٹی کے بعد آپ کے قدم ناڑک کی سرزمین پر پہنچے۔ یہاں کچھ عرصہ آرام کرنے کے بعد ویشالی آئے اور امب پالی کے باغ میں قیام پذیر ہوئے۔ (121)

امب پالی ویشالی شہر کی نہایت مشہور اور دولت مند طوائف تھی۔ جب اسے اپنے باغ میں گوتم کے آنے کی خبر ملی تو وہ خوشی سے دیوانی ہو گئی۔ بھاگی بھاگی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اگلے روز کھانے پر تشریف لانے کو کہا۔

بدھ دیو جی کے باطن میں تو کیڑوں مکوڑوں کے لئے بھی رحم اور پیار کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا تھا۔۔۔۔ امب پالی تو پھر بھی ایک انسان تھی۔ اگرچہ وہ طوائف تھی لیکن بدھ نے سوچا کہ محض اس لئے اس کے ساتھ نفرت روا نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ ایک گناہ آلودہ زندگی بسر کر رہی ہے۔ اگر ایسے لوگوں کو دھتکار کر دور ہٹا دیا جائے تو پھر اصلاح کیسے ممکن ہو۔ انہی خیالات کے تحت آپ نے امب پالی کی دعوت طعام کو شرف قبولیت بخشا اور وہ ہواؤں کے دوش پر سوار واپس ہوئی۔

دوسری طرف ویشالی کے طاقتور اور صاحب اقتدار لکھش وش خاندان کے جملہ

افراد بہت دھوم دھام اور جاہ و جلال کے ساتھ گوتم جی کے درشن کرنے گئے۔ انہوں نے بدھ سے درخواست کی کہ کل کا کھانا شاہی محل میں آ کر کھائیں۔

بدھ نے کہا:

"میں کل کے لئے امب پالی کی دعوت قبول کر چکا ہوں۔" یہ سن کر لکھش وش خاندان کے لوگ نہایت دل برداشتہ ہوئے۔ انہیں حیرت تھی کہ گوتم نے ایوان سلطنت کی دعوت ٹھکرا کر ایک طوائف کے گھر کھانا کھانے کو ترجیح دی جس کے دروازے پر کوئی سادھو' فقیر اور پاکیزہ ہستی تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔۔۔۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ انسانیت کے سچے محسن حاکم و رعایا' امیر و غریب اور گنہگار و پاک دامن کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اگلے دن وعدہ کے مطابق بدھ دیو جی نے اپنے شاگردوں کے ہمراہ امب پالی کے مکان پر کھانا کھایا۔ بعد از دعوت طعام امب پالی نے اپنے باغ میں واقع مکان بھکشوؤں کے لئے خیرات میں نذر کیا۔ امب پالی طوائف کے باغ میں قیام کے دوران ایک دن بدھ نے بھکشوؤں سے کہا:

"تم ہمیشہ محتاط اور محو غور و فکر رہو۔ جسمانی ضروریات اور نفسانی خواہشات کی ہلاکت خیزیوں سے بالاتر ہو جاؤ۔ ہر عمل اطمینان اور مفکرانہ انداز میں کرو۔ یہاں تک کہ تم کھانے' پینے' سونے' جاگنے' بولنے' چلنے' اٹھنے' بیٹھنے اور چپ رہنے میں بھی غور و فکر اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو۔"

شاگرد ہمہ تن گوش سن رہے تھے اور بدھ دیو جی علم و حکمت کے انمول موتی برساتے ہوئے کہہ رہے تھے:

> "موت کسی کا انتظار نہیں کرتی اور نہ ہی جانبداری سے کام لیتی ہے۔ امیر' غریب' نیک' بد' حاکم اور محکوم غرض کہ ہر کوئی اس کے پنجہ میں ضرور آتا ہے۔ اس سے فرار یا بچاؤ ممکن نہیں۔ اس کا سامنا کرنا چاہیے' اس کے لئے اپنی بانہیں کھول دینی

چاہئیں اور بیقراری سے اس کی آمد کا انتظار کرتے رہنا چاہئے۔
"

موت سے متعلق بدھ دیو جی کے یہ خیالات اس زمانہ میں ہی کیوں ظاہر ہوئے؟ اس سوال کا جواب اس کے علاوہ اور کیا دیا جا سکتا ہے کہ اب ان خیالات کے اظہار کا موزوں ترین وقت آ چکا تھا۔

○

بہت سے بھکشو خواب نما بچپن اور تکلیف دہ جوانی گزار کر بڑھاپے کی سلطنت میں داخل ہو چکے ہیں۔ بنجر زمین جیسے ان کے چہرے جھریوں سے بھر چکے ہیں---- یہ جھریاں بیتے وقت کے انمٹ نقوش ہیں یا موت کی پگڈنڈیاں---- یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ سینے سے سفر کر کے ہونٹوں کا دروازہ عبور کرنے تک بدھ کے دیرینہ ساتھیوں کے سانس کئی بار ڈگمگاتے ہیں---- اور پھر خوفناک انداز میں واپس سینے کو لوٹتے ہیں---- بالکل ان بچوں کی طرح جو بڑوں سے کہانیاں سنتے ہوئے کسی لرزاں خیز مرحلے پر اچانک لحافوں میں روپوش ہو جاتے ہیں---- ایک بار پھر سر باہر نکال کر کہانی سننے کے لئے۔

ساری پتر اور مود گلیان بدھ کے دو طاقتور بازو تھے لیکن موت سے طاقتور نہ تھے لہٰذا بدھ کو بے سہارا کر کے اگلی دنیاؤں کو سدھار گئے۔ بزرگ بھکشوؤں کی اموات اور روز بروز تشویش ناک حد تک بگڑتی جا رہی صورتحال کے پیش نظر بوڑھے بدھ دیو جی نے دھرم کی تبلیغ کا کام تیز کر دیا---- اپنے تھکے ہوئے سانسوں اور قدموں کی حرکت سے بھی تیز۔

اب مہاتما بدھ عمر کے 80 ویں سال میں داخل ہو چکے ہیں۔ ساری پتر اور مود گلیان جیسے قابل شاگردوں کی موت کے بعد وہ اپنے آپ کو نہایت نحیف و نزار محسوس کرتے ہیں---- موسم برسات کی آمد آمد ہے---- بدھ سوچتے ہیں: یہ موسم نجانے کیوں بوڑھے نہیں ہوتے۔ اب کا موسم برسات بھی اسی طرح جوان اور پرجوش ہے

جیسے میری جوانی میں ہوتا تھا۔

اس برسات میں بدھ ویشالی کے نواحی گاؤں بیلور میں گئے' جو ایک پہاڑ کے دامن میں آباد تھا۔ یہاں انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا:

"تم اپنے پسندیدہ مقامات پر برسات گزارنے جا سکتے ہو لیکن میں تو یہیں قیام کروں گا۔"

برسات کے آغاز میں ہی آپ ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ ایسا شدید درد اٹھتا تھا گویا پورا جسم ہی درد بن گیا ہو۔ یہ لمحات نہایت امتحانی اور ناقابل برداشت تھے۔ بدھ محسوس کرتے تھے کہ بس اب اگلی سانس نہ آئے گی۔ اس شدت کی بیماری میں بھی ان کا طبعی تحمل' صبر اور طمانیت برقرار تھے۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ اب وہ اس فانی دنیا میں زیادہ دیر نہیں رہیں گے لیکن محض قوت ارادی کے بل پر انہوں نے اپنی ظاہری حالت کو دگرگوں نہ ہونے دیا۔ وہ اپنے شاگردوں سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے' بہت سی ہدایات دینا چاہتے تھے اور ان سے رخصت لینا چاہتے تھے کیونکہ اب وہ تھک گئے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ موت کے آگے بے بسی سے سر جھکا دینے سے ممکن نہ تھا لہٰذا بدھ دیو نے ٹوٹتے ہوئے سانسوں کو استقلال کی مدد سے استوار کیا' درد کی لہروں کو بے نیازی کی کشتی میں بیٹھ کر بے اثر کیا' لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی نقاہت کو صبر و تحمل کے ساتھ مقدور بھر قوت میں بدلا اور نہایت عظیم باطنی مزاحمتی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرض الموت کے پنجوں سے کچھ وقت کے لئے رہا ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ (122)

اب وہ پہلے کی نسبت کچھ بہتر حالت میں تھے۔۔۔۔۔ چند دن بعد آپ بظاہر بالکل صحت مند نظر آنے لگے لیکن جسم کا کھنڈر صاف چغلی کھاتا تھا کہ بیماری کا لشکر صحت کی سلطنت تاراج کر چکا ہے۔

ایک دن آپ رہائش گاہ کے عقبی حصہ میں اکیلے بیٹھے غور و فکر میں محو تھے کہ آنند پاس چلا آیا اور بولا:

"جب آپ صحت مند تھے تو چہرے پر کس قدر جلال اور رونق تھی لیکن افسوس

کہ اب بیماری نے گویا خزاں چھڑک دی ہے۔ آپ کی علالت کے دوران میں بہت فکرمند تھا‘ سوچتے سوچتے میں چکرا جاتا اور آنکھوں میں اندھیرا بھر جاتا۔ میں دماغی طور پر منتشر ہو چکا تھا کیونکہ اپنے چاروں طرف تاریکی دیکھتا تھا۔ لیکن اس تاریکی میں امید کی واحد کرن یہ سوچ تھی کہ آپ ہمیں سنگھ کی حفاظت اور دھرم کی ترقی کے ذرائع بتائے بغیر اور ہر معاملہ میں واضح ہدایات دیئے بغیر ہرگز دنیا نہ چھوڑیں گے۔“

بدھ بولے:

”اے آنند! اب تم لوگ اور کیا چاہتے ہو۔ میں ہر چیز تمہارے لئے کھول کر بیان کر چکا ہوں۔ میں نے عام اور خاص کے امتیاز کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر سچائی کا اعلان کر دیا ہے۔ کیونکہ اے آنند! عارفوں کا عارف (تتھاگت) سچ کو ہر پہلو سے ہر ایک پر آشکار کرتا ہے۔ وہ اس استاد جیسا نہیں جو اپنا علم شاگردوں سے چھپاتا پھرے اور اسے ساتھ لے مرے۔ اگر تم میں سے کوئی یہ خیال کرے کہ وہ سنگھ کا رہنماء ہے تو اسے حق ہے کہ وہ جماعت کی بہتری کے لئے مضبوط قواعد و ضوابط وضع کرے لیکن میں نے کبھی خود کو سنگھ کا رہنماء نہیں سمجھا۔ میں بوڑھا تو اب عمر رفتہ کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں‘ یہ بوجھ اب اترنے کو ہے۔ میرا جسم اس بوسیدہ اور ٹوٹے پھوٹے چھکڑے کی طرح ہے‘ جس پر کچھ لاد کر تھوڑی ہی دور تک سواری کی جا سکتی ہے۔ جب میں دنیاوی معاملات سے توجہ ہٹانے کے بعد مراقبہ میں محو ہوتا ہوں تو نہایت سکون پاتا ہوں۔ تب میرا جسم سکھ کی حالت میں ہوتا ہے۔ مراقبہ کے بغیر مجھ پر ہر گھڑی قیامت بن کر گزرتی ہے۔ اس لئے اے آنند! اپنا چراغ خود بنو‘ اپنے آپ پر اعتماد کرو‘ خود پر بھروسہ رکھو‘ اپنا راستہ خود تلاش کرو‘ کسی پر انحصار نہ کرو‘ کسی کا سہارا نہ ڈھونڈو‘ خود اپنا سہارا بنو‘ سچائی کی روشنی میں اپنے آئندہ اقدامات کا تعین کرو‘ سچائی ہی کو رہنماء تسلیم کرو‘ اسی میں نجات کو ڈھونڈو‘ کسی کی مدد کا خیال مت کرو‘ جب تک زندہ ہو غور و فکر اور مستقل مزاجی کے ذریعہ اپنے حواس پر قابو رکھو‘ حواس پر قابو رکھو گے تو خواہشات کم ہوں گی اور دکھ دور ہوں گے۔ اب اگر مجھے موت آ بھی جائے تو کیا ہے؟

کیونکہ جو میری ان ہدایات پر عمل کریں گے وہ نجات کا درجہ ضرور پائیں گے۔ اے آنند! جو لوگ ان ہدایات سے روشنی لے کر عمل کے راستوں پر نکلیں گے وہی میرے بھکشوؤں میں سب سے اعلیٰ اور برتر تصور ہوں گے۔ میرے ان افکار کو عملی صورت دینے والے ہی طمانیت اور نجات کی معراج کو پائیں گے بشرطیکہ ان کے باطن میں حصول علم کی تڑپ موجود ہو۔"

آنند مہاتما بدھ کا نہایت پیارا اور فرمانبردار شاگرد تھا۔ ان باتوں سے اس نے اندازہ کر لیا کہ آقا اب ہم میں زیادہ دیر نہیں رہیں گے۔ یہ خیال ہی روح فرسا تھا چنانچہ وہ زار زار رونے لگا اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔

اپنے شاگرد عزیز کی یہ حالت دیکھ کر بدھ بولے :

"دیکھ آنند! میں نے تم سے پہلے بھی متعدد بار کہا ہے کہ جس نے جنم لیا ہے موت اس کے لئے ناگزیر ہے۔ انسان جنہیں جان سے پیارے سمجھتا ہے وہی جدا بھی ہوتے ہیں اور ایسے ہوتے ہیں کہ پھر آ کر نہیں ملتے۔ یہ قدرت کا اٹل قانون ہے جس کا اطلاق ہر پیدا ہونے اور وجود پانے والے پر ازل سے ہوتا آیا ہے۔ سنو! جو پیاری ہستیوں کی جدائی پر ملول نہ ہوں وہ فاتحین اجل ہیں۔"

اس کے بعد گوتم بدھ نے آنند کو حکم دیا کہ مہابن کے گناگار بہار میں سب بھکشوؤں کو اکٹھا کرو تاکہ میں انہیں اپنی زندگی کا آخری اپدیش دے سکوں۔

آنند کی اطلاع پر تمام بھکشو نہایت متانت' سنجیدگی' اداسی اور افسردگی کے عالم میں اپنے رہنماء کا خطاب سننے کے لئے کھنچے چلے آئے۔ ہر کوئی سانس روکے تھا' ہر کسی کی خواہش تھی کہ اس عظیم معلم کے ہونٹوں سے ادا ہونے والے الفاظ کو اپنی رگوں میں دوڑنے والے خون میں بساتا جائے اور ہر ایک سراپا سماعت بن چکا تھا تاکہ بدھ دیو جی کی لافانی تعلیمات کو اپنی روح کی گہرائیوں میں اتار سکے۔

آخر کار بدھ نے اپنی باطن کے سرمایہ پر نگاہ کی اور معرفت کے پاتال سے افکار کے جواہر مٹھیاں بھر بھر کر حاضرین پر نچھاور کرنے لگے۔ بدھ کہہ رہے تھے۔

اے بھکشوؤ! میں نے جس دھرم کو دریافت کیا' اسے دل کی گہرائیوں سے سمجھو اور روح کی گہرائیوں سے محسوس کرو' اس کے بارے میں غور و فکر کرو' نجات کا مقام حاصل کرو' اس دھرم کو جوش کے ساتھ ہر طرف پھیلاؤ تاکہ یہ ہر کسی تک پہنچے اور کروڑوں مرد و زن کی فلاح کا باعث بنے۔ کوشش کرو کہ ہماری تعلیمات ہر دنیا کے باسی کے لئے خیر و برکت کا سامان بنیں۔

ستاروں کا دیکھنا' نجوم' نیک و بد شگون بتانا اور پیش گوئی کرنا منع ہے' جس نے اپنے آپ کو قواعد و ضوابط سے باہر نکالا اس کے لئے نجات نہیں ہے لہٰذا اپنے آپ کو قابو میں رکھو اور دنیاوی ہنگاموں سے منہ موڑ کر باطنی طمانیت حاصل کرو۔

پیاس میں تسکین کے لئے پانی پیو' بھوک میں شکم سیری کے لئے کھانا کھاؤ اور ضروریات کو مناسب حد کے اندر رہ کر پورا کرو۔ یہ عمل تم اس بھنورے کی طرح انجام دو جو پھول پر بیٹھ کر اس کا رس تو چوستا ہے لیکن اس کی خوشبو' نزاکت اور وجود کے لئے خطرہ نہیں بنتا۔

میں نے سچائی کا اظہار کر کے تمہیں سات سنہری اصولوں کے ہیرے عطا کئے۔ انہی سات ہیروں سے نجات کا تاج جگمگاتا ہے۔ اجمالی طور پر میں پھر انہیں تمہارے سامنے دوہراتا ہوں۔ غور سے سنو! دھرم کے سات ہیرے مندرجہ ذیل اصول و ضوابط ہیں:

اول: چہار سمرتی اپستھان

(i) جسمانی ناپاکی کا دھیان۔

(ii) خواہشات کے دکھ سکھ کا دھیان۔

(iii) حقیقت کو وہم اور وہم کو حقیقت سمجھنے کا دھیان۔

(iv) تمام مرکب وجودوں کی ناپائیداری کا دھیان۔ مرکب وجودوں کی مثالیں روپ' مظاہر خارجی کا ادراک' خودی' علم ذات اور دنیاوی رغبت ہیں۔

دوم: چہار سمیک پردھان

(i) روح میں گناہ کو داخل ہونے سے روکنے کے لئے کشمکش۔

(ii) روح میں موجود گناہ کو نابود کرنے کے لئے کشمکش۔

(iii) نئے پاکیزہ اور مسرت انگیز جذبوں کو روح میں بیدار کرنے کے لئے کشمکش۔

(iv) روح کے پاکیزہ اور پر مسرت جذبوں کی پرورش کرنے کے لئے کشمکش۔

سوم: چہار ردھی پد

(i) غیر متزلزل قوت ارادی۔

(ii) ضروری کوشش۔

(iii) دلی (باطنی) آمادگی۔

(iv) خود پر تصرف اور غور و فکر۔

چہارم: پنچ بل

(i) اعتماد' ایمان اور بھروسہ کی طاقت۔

(ii) جوش اور استقلال کی طاقت۔

(iii) یادداشتی صلاحیت کی طاقت۔

(iv) دھیان (مراقبہ) کی طاقت۔

(v) علم کی طاقت

پنجم: پنچ اندریہ

(i) قوت ایمان۔

(ii) قوت جذبہ۔

(iii) قوت ذہنی۔

(iv) قوت جذب۔

(v) علمی صلاحیت۔

ششم: سپت بودھینک

(i) توانائی' قوت۔

(ii) شعور۔

(iii) مراقبہ۔

(iv) عظیم طمانیت۔

(v) تلاش و جستجو

(vi) بشاشت

(vii) محبت و نفرت کے جذبات پر تصرف۔

ہفتم: اشٹانگ مارگ

(i) قانون علت و معلول کا سچا علم۔

(ii) سچا تصور۔

(iii) سچا قول۔

(iv) نیک چلنی۔

(v) نیک پیشہ۔

(vi) فکر' کلام اور عمل کے ذریعے بھلائی کی سچی کوشش۔

(vii) سچا غور و فکر۔

(viii) حقیقی باطنی طمانیت۔

یہ بیان کرکے گوتم بولے:

"اے بھکشوؤ! دنیا کی تمام اشیاء بتدریج خستہ اور ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ تم نجات کے لئے کوشاں رہو۔ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ موت سر پر آن پہنچی اور زندگی ختم

ہونے کو ہے۔ اب میں تم سے رخصت چاہتا ہوں۔

"تم ان صداقتوں کے ہمیشہ متلاشی رہنا جو میں نے بیان کی ہیں۔ گناہ اور جرم کے خلاف مسلسل جدوجہد کرتے رہنا اور پاکیزگی کے رستہ پر چلنا۔ جب تم اپنی باطنی توانائیوں کا ادراک کر لو گے اور دانائی کے سات اصولوں سے آشنا ہو جاؤ گے تو آٹھ اصولوں کے روشن راستے کو بھی سمجھ جاؤ گے۔ یہی نجات کا راستہ ہے۔

"ہمیشہ سرگرم' شفیق' پاکیزہ اور بااراده رہو' اپنے باطن پر مسلسل نظر رکھو' دل کی پاکیزگی کا اہتمام کرو اور مراقبہ میں مشغول رہو۔ جو شخص نہایت لگن اور خلوص کے ساتھ میرے دھرم کی پیروی کرے گا وہ زندگی کے مہلک سمندر کے اس پار پہنچ جائے گا۔ ایسے خوش قسمت کے تمام دکھ اور مصائب نجات کی پرسکون جھیل میں ڈوب جائیں گے۔ تمام مرکب اشیاء خستہ ہونے کے بعد بکھر جاتی ہیں لہٰذا تم اس کی تلاش میں نکلو جو ابدی اور لافانی ہے۔ محنت اور کوشش کے ساتھ اپنی نجات کا حصول ممکن بنانے میں مصروف رہو۔"

بدھ دھرم کے معتقدین' زیر تربیت طلبہ' اساتذہ اور بھکشوؤں نے اپنے عظیم رہنماء کے تاریخی خطاب کو نہایت غیر معمولی متانت' خاموشی' تعجب اور حیرت سے سنا۔ بدھ کے جلد ہی دنیا سے رخصت ہو جانے کے اعلان پر تو جیسے ان پر بجلی آ گری۔۔۔۔ سب بے حس و حرکت بیٹھے تھے' جیسے کہ انسانوں کی بجائے پتھر کے مجسمے ہوں۔

بدھ نے تجربہ کار اور فاضل بھکشو کشیپ کو بلایا۔ اس کے ساتھ تبادلہ لباس کیا اور کہا:

"میری موت کے بعد تم نہایت پیار' خلوص اور لگن کے ساتھ ساتھیوں کو اپدیش دینا۔ مجھے امید ہے کہ تم یہ مشکل ذمہ داری بطریق احسن ادا کر سکو گے۔"

بعدازاں بدھ ویشالی سے آخری اور حتمی رخصت لے کر دھیرے دھیرے کشی نگر (123) کی جانب روانہ ہوئے۔ دوران سفر ایک دن شاگردوں سے کہا:

"میری موت کے بعد اگر کوئی شخص کسی بات کو مجھ سے منسوب قرار دے کر

بیان کرے تو دھرم کی تعلیمات سے رجوع کرو۔ بیان کردہ بات ان تعلیمات سے مطابقت رکھتی ہو تو تسلیم کرو ورنہ انکار کر دو۔"

اس سفر کے وسطی دور میں گوتم بدھ نے ویشالی کے نواحی دیہات کا دورہ کیا اور آخرکار پاوا نامی گاؤں میں پہنچے۔ گاؤں کی حدود میں داخل ہو کر آپ نے چنڈ (124) نامی ایک شخص کے آموں کے باغ میں قیام کیا۔ چنڈ نے بدھ کے اپنے باغ میں ورود کو باعث خیر و برکت جانا اور حاضر خدمت ہوا۔ آداب بجالانے کے بعد بیٹھ گیا۔ بدھ کے غیر معمولی اور پر تاثیر اپدیش سن کر اس کے من کی دنیا لمحہ بھر میں بدل گئی۔ وہ دھرم اور دھرم کے بانی کا گرویدہ ہو گیا۔ اس نے عرض کی کہ اے آقا! آپ کل کا کھانا میرے غریب خانہ میں تناول فرمائیں۔ چنڈ کی عرض منظور ہوئی اور بدھ دیو نے دعوت قبول کر لی۔

اس دعوت میں چنڈ نے ان کی تواضع کے لئے چاول کے آٹا کی روٹیاں اور سؤر کا گوشت (125) تیار کروایا تھا۔ بدھ اپنے قاعدہ کے مطابق جو ملتا چپ چاپ کھا لیا کرتے تھے۔ عام طور پر لوگ سنیاسی سمجھ کر ان کے کھانا میں گوشت شامل نہیں کرتے تھے۔ چنڈ کی طرف سے پکوائے جانے والے کھانے میں گوشت دیکھ کر بدھ نے خیال کیا کہ اگر میں نے گوشت کھانے سے انکار کیا تو عین ممکن ہے چنڈ کی دل شکنی ہو۔ اس لئے انہوں نے صاحب خانہ سے کہا کہ گوشت صرف مجھے دینا' باقی بھکشوؤں کو نہیں۔ چونکہ بدھ کا معدہ گوشت جیسی ثقیل اور بھاری بھرکم غذا کا عادی نہ تھا لہٰذا غیر معمولی قسم کی غذا کھانے سے انہیں پیچش کی بیماری نے آ لیا۔ پیٹ درد اور کمزوری کے باعث وہ چند قدم چلتے اور رک جاتے۔ اسی حالت میں آپ کمال استقامت اور صبر و تحمل کے ساتھ پاوا سے کشی نگر تک گئے۔ رستے میں پیاس محسوس ہوئی' نہایت تھک گئے اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے کچھ دیر آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ آنند نے آپ کو پانی پلایا جس سے طبیعت قدرے بحال ہوئی۔

اس مقام سے شاگردوں کی ہمراہی میں روانہ ہونے کے بعد بدھ دیو کوکشا ندی

(126) کے کنارے آن پہنچے۔ ندی کے رواں دواں' تازہ اور فرحت بخش پانی سے غسل کیا تو طبیعت میں مزید بہتری کے آثار نظر آئے لیکن دراصل اب صحت کی بحالی کا وقت نہ تھا۔

کوکشا ندی پار کرنے کے بعد بدھ نے آنند سے کہا:

"اے آنند! ہو سکتا ہے کہ لوگ چنڈ کی طرف سے فراہم کردہ سئور کے گوشت کو میری موت کا سبب جانیں۔ اگر یہ بات چنڈ تک پہنچی تو اسے نہایت صدمہ ہو گا۔ تم اسے کہنا کہ سجاتا کی کھیر کھا کر مجھے حقیقی علم حاصل ہوا تھا اور تیرا کھانا کھا کر میں نے دنیا کے ظالم ہاتھوں سے دائمی نجات پائی ہے۔ سجاتا اور چنڈ دونوں میرے معاون اور دوست ہیں۔ اس نیک کام کے عوض چنڈ نے اجر عظیم حاصل کیا ہے۔"

اب بدھ دیو جی مل راج کے شال باغ تشریف لے گئے۔ اس مقام پر انہوں نے آنند کو بلایا اور اپنا علم سے معمور سینہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ عورتوں کے ساتھ سلوک سے متعلق آپ نے کہا:

"عورتوں کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش نہ کرو' رستہ میں اتفاق سے ٹکرا جائیں تو ان کے ساتھ بات چیت نہ کرو اور اگر بات چیت ناگزیر ہو تو نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے ان کے کہے کا جواب دو۔"

اپنی آخری رسوم سے متعلق بدھ نے کہا:

"میرا جسد خاکی نئے کپڑے اور دھنی ہوئی روئی میں لپیٹ کر تیل سے بھگونا اور نذر آتش کر دینا۔ راکھ کو کسی کھلی جگہ دفن کر کے وہاں سمادھی بنا دینا۔ لیکن یاد رکھو' میری راکھ یا سمادھی کی پوجا اور عبادت کر کے کہیں اپنے حصول نجات کے عمل میں رکاوٹیں نہ پیدا کر لینا۔ تمہیں اپنی نجات کا سامان خود ہی کرنا ہے۔ جوش اور وارفتگی کے ساتھ اپنے لئے نجات تلاش کرو اور مسلسل کوشاں رہو۔"

بدھ کے یہ الفاظ سن کر آنند کا من اتنا بھاری ہوا کہ وہ چپکے سے اٹھا اور ایک سنسان مقام پر جا کے آہ و زاری کرنے لگا:

"ہائے! میں نے اب تک نجات کا سامان نہیں کیا۔ میرے مرشد اور استاد اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ وہ مجھے حد سے زیادہ پیارا جانتے تھے۔ اب میرا کیا ہو گا۔"

بدھ نے چاروں طرف نظر دوڑائی مگر آنند کہیں نہ تھا۔ تب انہوں نے ایک بھکشو سے کہا کہ آنند جہاں بھی ہے اسے میرے پاس لے کر آؤ۔ بھکشو تلاش میں نکلا اور کچھ ہی دیر بعد بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ آنند بدھ کی خدمت میں دوبارہ حاضر تھا۔ بدھ نے نہایت دکھ سے کہا:

"بھائی آنند! رونا بند کر۔ اپنا حال کیوں خراب کرتا ہے۔ بے چین ہونا چھوڑ۔ میں کتنی بار تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہ دنیا اور اس دنیا کی ہر چیز فانی اور مائل بہ تخریب ہے۔ یہاں کا ہر رشتہ اور تعلق ناپائیدار ہے۔ وصل کے ساتھ ہی جدائی بھی ہوتی ہے۔ اس آفاقی اور اٹل قانون کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ہر لمحہ پیاری اور جان سے عزیز ہستیاں جدا ہوتی رہتی ہیں۔ اس امر کو سمجھو۔ اے آنند! زیادہ رنج و غم نہ کرو۔ میں تمہارے مذہب اور اپنے ساتھ جذبہ الفت و ہمدردی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ تم میں بہت سی خوبیاں ہیں لہٰذا گناہ' جہالت اور تاریکی سے محفوظ رہنے کے لئے نجات کے حصول کی کوشش کرو۔ یہی آلام میں گرفتار انسان کی آخری پناہ گاہ ہے۔"

بدھ آہستہ آہستہ نحیف ہوتے چلے گئے۔ ریاضتوں کے باعث جسمانی توانائی تو پہلے بھی عام لوگوں سے کم تھی لیکن بیماری سے تو بالکل ہی سوکھ کر کانٹا ہو گئے۔

آنند مل حکومت کے اکابرین کو گوتم بدھ کے نہایت علیل ہونے کی خبر دے آیا۔ مل حکمران یہ روح فرسا اطلاع پا کر اپنی رانیوں' شہزادوں' خدمت گاروں اور سپاہیوں کے ساتھ عیادت کو حاضر ہوا۔ سب کے چہرے اترے ہوئے اور آنکھیں پرنم تھیں۔ مل حکمران نے اپنے اور اہل خاندان کے لئے دعا کی التجا کی۔ بدھ نے کہا:

"حقیقی عظمت اور نیک نامی حاصل کرنے کے لئے سچے دل سے کوشش کرو۔ صرف مجھ سے ملنا اور عقیدت رکھنا ہی کافی نہیں بلکہ میری تعلیمات پر عمل کرنا اہم ہے۔ اپنے آپ کو دکھ کے پھندوں سے رہائی دلاؤ۔ اپنے سامنے ایک مقصد اور نصب

العین کا خاکہ کھینچو اور پھر اسے حاصل کرنے کے لئے محو سفر ہو جاؤ' اسی میں بڑائی ہے۔ جس طرح ایک مریض حکیم کو دیکھے اور ملے بغیر بھی مناسب دوا کھا کر صحت حاصل کر سکتا ہے' اسی طرح میرے بعد میرے افکار انسانیت کے دکھ دور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ جس نے میری تعلیمات پر عمل نہ کیا' اس کا مجھ سے ملنا بھی کچھ معنی نہیں رکھتا۔ جو شخص عملی طور پر میرے نزدیک ہے وہ جسمانی طور پر دور ہونے کے باوجود مجھے عزیز ہے۔ اس کے برعکس میرا ذاتی خدمت گار بھی اگر بے عمل ہے تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ جو دھرم کی پیروی کرتا ہے وہ یوں سمجھے کہ جیسے میری صحبت میں ہے۔"

اسی دوران سوبھدرا (127) نامی ایک برہمن بدھ دھرم سے متعلق اپنے کچھ تحفظات جتانے اور شکوک رفع کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ آنند نے گوتم کی حالت کے پیش نظر اسے دروازے کے باہر ہی روکتے ہوئے کہا:

"اے برہمن! آخری وقت میں انہیں پیچیدہ اور مشکل سوالات سے تنگ نہ ہی کرو تو اچھا ہے۔"

برہمن مصر رہا کہ میں ملاقات اور سوالات کئے بغیر نہ جاؤں گا۔ لیکن آنند اسے اجازت دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ تھک ہار کر برہمن منت سماجت پر اتر آیا' اس کے چند التجائیہ فقرے گوتم کی سماعت سے بھی جا ٹکرائے اور انہوں نے آنند سے کہا:

"اے آنند سوبھدرا کو مت روکو۔ اسے میرے پاس آنے دو۔ یہ جو بھی مجھ سے دریافت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ ایسا کر کے یہ مجھے تنگ نہیں کرے گا۔ اس کے باطن میں علم حاصل کرنے کی تڑپ ہے لہٰذا میں اس کے تمام سوالوں کے جواب دوں گا۔ امید ہے کہ یہ میری باتیں ضرور سمجھے گا۔"

آنند نے سوبھدرا کو اندر آنے کی اجازت دی۔ برہمن نے بدھ سے استفسار کرتے ہوئے کہا:

"اے آقا! یہاں چھ عالم رہتے ہیں لیکن ہر ایک مختلف العقیدہ ہے۔ آپ میری رہنمائی فرمائیں کہ ان میں سے کون حقیقی علم دے سکتا ہے۔"

بدھ نے کہا:

"اس طرح کے سوالات تفصیلی جواب کا تقاضا کرتے ہیں لیکن میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ مختصر طور پر میں یہ کہتا ہوں کہ جس تعلیم میں آٹھ اصولوں والے روشن راستے کے لئے گنجائش اور سچی تعلیمات کا احترام نہیں اس کے ذریعے کبھی بھی نجات نہیں مل سکتی۔ میں انتیس برس کی عمر میں گھر سے نکلا تھا تاکہ دھرم کی سچائیوں اور حقائق کو تلاش کر سکوں۔ نجات کا راستہ دریافت کرنے کے بعد گزشتہ 51 برس مجھے سچائی کی سلطنت میں رہتے ہوئے گزرے ہیں۔ جو میں نے تمہیں بتایا ہے اس کے علاوہ نجات کا کوئی اور راستہ مجھے معلوم نہیں۔ یہی واحد اور سچا راستہ ہے۔"

○

بدھ دیو جی کا آخری وقت آ پہنچا ہے---- شال کے درختوں کے باغ میں' آدھی رات کے وقت وہ بستر اجل پر دراز ہیں---- موت کچھ ہی دور کھڑی دانت کچکچا رہی ہے جبکہ بدھ طمانیت سے مسکرا رہے ہیں---- چہرہ نہایت پر سکون' بارونق اور نورانی ہے---- بہت سے بھکشو ان کے چاروں طرف نہایت اداسی اور مایوسی کے عالم میں بیٹھے ہیں---- سب کی حالات ناقابل بیان ہے---- آنکھیں مرشد کے غم میں بھیگی اور سوجی ہوئیں' ہونٹوں پر پپڑی' چہرے پر زردی' بدن پر لرزا اور دل میں عظیم استاد کی جدائی کا ملال---- سب بدھ کے چہرہ کی طرف دیکھ رہے ہیں---- بلا کا سکوت اور سنجیدگی ہے---- اس گہرے سناٹے میں بدھ کے مسکراتے ہوئے ہونٹ اور ادھ کھلی آنکھیں حرکت میں آتی ہیں۔

وہ کہہ رہے ہیں:

"کبھی یہ نہ سوچنا کہ تمہارا رہنماء اس دنیا سے چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی تم آزاد ہو گئے۔ میری موت کے بعد دھرم اور اصول و ضوابط ہی تمہارے رہنماء ہوں گے۔ میرے بعد اپنے بزرگوں کو احترام سے مخاطب کیا کرنا' چھوٹوں کو پیار کیا کرنا اور اگر تم چاہو تو معمولی اور غیر معمولی قوانین منسوخ کر سکتے ہو۔"

اتنا کہہ کر بدھ کی روشن آواز کا چاند دوبارہ خاموشی کے بادلوں کی تہوں میں اتر گیا۔ کچھ دیر بعد دوبارہ ہوش میں آکر بولے :

"اگر تمہارے دلوں میں دھرم، سنگھ یا کسی اور حوالہ سے کچھ شکوک باقی ہوں تو مجھ سے دریافت کر لو تاکہ میں انہیں رفع کر سکوں ورنہ میرے بعد افسوس کرتے پھرو گے۔"

بدھ دیو جی نے تین بار مندرجہ بالا الفاظ دوہرائے لیکن تمام بھکشو جوں کے توں بیٹھے سسکیاں بھرتے رہے۔ چند لمحوں کی بوجھل اور صدیوں سی خاموشی کے بعد بدھ پھر گویا ہوئے :

"اے بھکشوؤ! یہ میرا آخری کلام ہے کہ جسم، انسانی طاقت اور تمام لوازمات دنیا ناپائیدار اور فانی ہیں۔ سچ ہی واحد چیز ہے جو دائمی اور قائم بالذات ہے۔ محنت اور کوشش سے تمہیں خود اپنی نجات کا اہتمام کرنا ہے۔" (128)

اس مرتبہ بدھ دیو جی کی آواز دل کی دھڑکنوں اور نبض کی حرکتوں کو بھی ساتھ لے کر ڈوبی ---- ان کے لڑکھڑاتے ہوئے سانس آخرکار حلق میں ڈھیری ہو گئے ---- آنکھوں کی پتلیوں کی ضعیف سی حرکت بھی ختم ہو گئی ---- بدھ فانی جسم کو فانی دنیا میں چھوڑ کر نجات اور سچائی کی سلطنت میں جا چکے تھے ---- ہندوستان کے آسمان پر طلوع ہونے والا آفتاب ہدایت موت کی شام سے شکست کھا کر مغرب میں کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ ہندوستان بھر کے مذہبی ماحول کو زیر و زبر کر دینے والے مہاتما بدھ اب زندہ نہیں مردہ تھے۔

بدھ کو مسلسل خاموش پا کر آنند نے روتے ہوئے انی رودھ سے کہا :

"پربھو! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گرو دیو ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔" یہ سن کر انی رودھ نے جواب دیا :

"نہیں، اے آنند! وہ اب بھی زندہ ہیں۔ مراقبہ میں مگن ہیں اور حواس سے ماوراء ہو چکے ہیں۔"

بہرحال کچھ وقت اور گزرا تو سب جان گئے کہ ان کے عظیم رہنماء اب اس دنیا میں نہیں رہے۔۔۔۔ بھکشو چلا چلا کر رونے لگے۔۔۔۔ لاتعداد درویش ایک ایسے عظیم فقیر کی موت پر نوحہ کناں تھے جو شہنشاہی کو ٹھوکر مار کر جنگلوں میں بھٹکنے کے لئے نکلا تھا۔ رات کے سکوت میں بدھ کی میت پر بھکشوؤں کی آہ و زاری زمین سے آسمان تک چھائے سناٹے کا سینہ چیرتی جا رہی تھی۔ سنگھ کے تجربہ کار اور ہردلعزیز بھکشو ساتھیوں کو تسلیاں اور دلاسے دے رہے تھے' انہیں رونے سے منع کر رہے تھے' ان کے آنسو پونچھ رہے تھے اور ان کی ڈھارس بندھا رہے تھے لیکن یہ سب کچھ بہرحال گوتم بدھ کا نعم البدل کہاں تھا۔

صبح ہوئی تو گوتم کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل چکی تھی۔ معتقدین آنا شروع ہوئے تو آتے ہی گئے۔ آنند نے مل حکمرانوں کو اس سانحہ سے آگاہ کر دیا تھا لہٰذا ریاست آنے جانے والوں کی سہولت کا انتظام کر رہی تھی۔ موت کے ساتویں دن مہاتما بدھ کی لاش اس چتا پر رکھی گئی' جو مل حکمرانوں نے خوشبودار لکڑی سے تیار کروائی تھی۔

بدھ کی آخری رسومات شروع ہونے والی تھیں۔۔۔۔ عین اسی وقت مہا کیشپ اپنے ساتھیوں سمیت کشی نگر کے پاس سے گزر رہا تھا۔ جب اس نے اپنے گرو دیو جی کی موت کی خبر سنی تو شمشان گھاٹ پہنچا اور گریہ و زاری میں مصروف ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں میں ایک سوبھدرا (129) نامی بھکشو بھی تھا' وہ بولا:

"اے بھائیو! تم کیوں روتے ہو' کیوں سوگ مناتے ہو۔ جب گرو دیو جی ہمارے درمیان تھے تو غفلت یا قواعد کی خلاف ورزی پر ہمیں تنبیہہ کرتے' جھڑکیاں دیتے اور ڈانٹتے تھے۔ ہم ہمیشہ ان سے خوفزدہ رہتے تھے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے لہٰذا ہم اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ اب ہم وہی کریں گے جو کرنا چاہیں گے لہٰذا زیادہ اداس ہونے اور آنسو بہانے کی ضرورت نہیں۔"

اس قیامت کی گھڑی میں اپنے ایک ساتھی کے منہ سے ایسی گھٹیا اور دل شکن

باتیں سن کر باقی بھکشو سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے سوبھدرا سے قطع تعلقی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

مہا کیسپ اور اس کے پانچ سو شاگردوں نے تین بار بدھ کے جسد خاکی کے گرد چکر لگایا اور تمام مذہبی تقاضے ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چتا کو آگ دکھائی۔ (130) رفتہ رفتہ بلند اور--- بلند تر ہوتے ہوئے شعلوں نے چتا کو اپنی آغوش میں لے لیا--- کپل وستو کے ولی عہد کی زندگی تمام ہوئی---- سدھارتھ بدھ بن کر' تمام انسانوں کو محبت' خلوص' ہمدردی اور رحم کے گلہائے فکر بانٹنے کے بعد آگ کی نذر ہو گئے۔

بدھ کی لافانی روح نے جسم کا فانی قفس چھوڑ کر لامحدود آزادی حاصل کی---- انسانیت کے عظیم محسن کی روح ابدی طمانیت اور آفاقی محبت کے دیس سدھار گئی---- اس دیس میں وصل ہی وصل ہے' جدائی نہیں۔ سکھ ہی سکھ ہے' دکھ نہیں۔ اب بدھ اس عالم کے باسی تھے جہاں نہ خواہشات کی ہلاکت خیزی تھی اور نہ ہوس کی فتنہ انگیزی۔

کپل وستو میں جنم لینے والے سدھارتھ بدھ بن کر عالم نور کے مکین ہو گئے۔

روتی برستی آنکھوں کے ساتھ شاگرد ہڈیاں' راکھ اور دیگر باقیات سمیٹ کر شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ تبرکات راج گرہ' ویشالی' کپل وستو' الکا پری' رام گرام' اتھ دویپ' پاوا اور کوشی نگر کے بھکشوؤں نے بانٹ لئے۔ بدھ کی راکھ کو انتہائی عزت' احترام اور عقیدت کے ساتھ دفن کر کے سمادھی تعمیر کر دی گئی۔

یوں گوتم بدھ کا جسمانی انتقال تو ہو گیا لیکن وہ اپنے فلسفہ' فکر' تعلیم اور افکار کی صورت زندہ رہے اور آج بھی ہیں۔ آج بھی بدھ کی مورتی دیکھ کر یہی احساس ہوتا ہے کہ:

موت دور کھڑی دانت کچکچا رہی ہے اور مہاتما بدھ طمانیت سے معمور بیٹھا مسکرا رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

دوسرا حصّہ

بدھ مت کی مختصر تاریخ

پہلا باب

ہندوستان کا تاریخی اور سیاسی منظر نامہ

(زمانہ قبل از تاریخ تا بدھ عہد)

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ موت کا بے رحم ہاتھ گوتم کو دکھی انسانیت سے پہلی ہی کوشش میں چھین کر لے گیا' لیکن وہ ان کے کارناموں کو آج تک چھو بھی نہیں سکا۔ بدھ کو دنیا سے رخصت ہوئے اڑھائی ہزار سال گزر گئے لیکن کروڑوں انسان آج بھی ان کے نام کے دیوانے ہیں۔ نیپال' تاتار' تبت' برما' چین' تھائی لینڈ' جاپان' سیام' سری لنکا اور بھارت کے علاوہ دنیا کے دیگر خطوں میں بھی لاتعداد لوگ بدھی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ بدھ مت کے ان گنت ماننے والے پاکستان سے لے کر کوریا تک پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے عظیم رہنماء مہاتما گوتم کے بتائے ہوئے اصول و ضوابط کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔

پیروکاروں کی تعداد کے حوالہ سے بدھ مت دنیا کے بڑے مذاہب میں شمار ہوتا ہے' لیکن مذہب سے زیادہ یہ ایک فلسفہ' نظریہ اور تحریک ہے جس کا یک نکاتی منشور احترام آدمیت ہے۔ بدھ افکار کا وسیع ترین ابلاغ کیسے ممکن ہوا اور وہ کون سی وجوہات ہیں جو ایک عام آدمی کو بدھ مت سے متاثر ہونے پر اکساتی ہیں۔ ان امور کو زیادہ بہتر انداز میں سمجھنے کے لئے بدھ سے پہلے کے تاریخی' سیاسی' مذہبی اور مابعدالطبیعیاتی منظر نامے سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ ذیل میں اسی غرض سے ہم بدھ سے پہلے کے ہندوستان کی تاریخ اور سیاست پر ایک سرسری نظر ڈال کر آئندہ باب میں قبل از بدھ کے مذہبی ہندوستان کے نمایاں خدوخال کا تذکرہ کریں گے۔

ہندوستانی کا ابتدائی انسان

زمانہ ماقبل تاریخ کے یورپ کی طرح شمالی ہند کو بھی برفانی ادوار سے گزرنا پڑا اور دوسرے برفانی دور کے بعد چار لاکھ سال قبل مسیح اور دو لاکھ سال قبل مسیح کے درمیان ہمیں ہندوستان میں انسان کی زندگی کے آثار دستیاب ہوتے ہیں' یہ آثار سوان (Soan) تمدن کے سنگی دور کے پتھر کے بنے ہوئے اوزار ہیں اس تمدن کو یہ نام اس چھوٹے سے دریا کی وجہ سے دیا گیا جو پنجاب میں ہے جہاں کہ یہ آثار بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اپنی ساخت کے اعتبار سے یہ اوزار قدیم دنیا یعنی انگلستان سے لے کر افریقہ اور چین تک کے اوزاروں سے مشابہت رکھتے ہیں۔

ابتدائی گاؤں

قدیم پتھر کے دور کا انسان شکار اور غذا فراہم کرنے والا تھا اور ایسے چھوٹے چھوٹے فرقوں میں رہتا تھا جو بالعموم خانہ بدوش ہوتے تھے۔ امتداد زمانہ کے ساتھ اس نے آگ جلانا' موسم سے اپنے جسم کو محفوظ رکھنے کے لئے کھال' چھال یا پتیوں کا استعمال کرنا اور جنگلی کتوں کا پالنا سیکھا جو اس کے خیموں کی آگ کے چاروں طرف گھوما کرتے تھے۔ دنیا کے دوسرے لوگوں کی طرح ہندوستاں کے لوگ بھی لاکھوں برس تک اسی طرح زندگی بسر کرتے رہے۔ ان کی آبادی کا ایک یونٹ چند خیموں پر مشتمل ابتدائی ہندوستانی گاؤں کی نمائندگی کرتا ہے۔

ہڑپا کا شہری تمدن

تین ہزار سال قبل مسیح کے آغاز میں تہذیب ایک طویل رقبہ پر تقریباً بیک وقت نیل' فرات اور سندھ کی دریائی وادیوں میں ارتقاء پذیر ہوئی۔ ہم مصر اور عراق و عرب کی تہذیبوں کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں کیونکہ انہوں نے کچھ ایسے تحریری مواد چھوڑے ہیں جنہیں تشفی بخش طور پر پڑھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔اس کے برخلاف

وادی سندھ کے لوگوں نے پتھروں پر طویل کتبات کندہ نہیں کرائے اور نہ ہی اپنے مردوں کے مرقدوں پر کوئی تحریر' دستاویز یا پیپرس (131) ہی چھوڑا' ان کی تحریری سرگرمیوں کے بارے میں ہماری معلومات کا سرچشمہ وہ مہریں ہیں جن پر ان کے مختصر کتبات کندہ ہیں۔ متعدد بار وادی سندھ کی مہروں کو پڑھنے کی کوششیں کی گئیں لیکن ہنوز کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس طرح وادی سندھ کی تہذیب کے بارے میں ہماری معلومات کئی اعتبار سے ناقص ہیں اور اس کا تعین زمانہ قبل از تاریخ میں ہونا چاہئے کیونکہ صحیح معنوں میں اس کی کوئی تاریخ دستیاب نہیں ہے۔

سندھ کی تہذیب ماہرین آثار قدیمہ میں ہڑپا تمدن کی حیثیت سے معروف ہے ہڑپا حالیہ نام ہے ان دو شہروں میں سے ایک کا جو کہ پنجاب میں دریائے راوی کے بائیں ساحل پر واقع ہے' دوسرا شہر موئن جوڈارو' دریائے سندھ کے داہنے ساحل پر اس کے منبع سے کوئی ڈھائی سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان دو شہروں کے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے شہر بھی ہیں اور متعدد گاؤں بھی ہیں جو دریائے ستلج کے بالائی حصے روپڑ سے لے کر گجرات میں رنگ پور تک پھیلے ہوئے ہیں اس اعتبار سے ہڑپا کے شہری تمدن کی گرفت میں شمال سے لے کر جنوب تک تقریباً ساڑھے نو سو میل کا رقبہ تھا۔

وادی سندھ کے شہروں کا زوال

جب ہڑپا کی اولین تعمیر ہوئی تب اس کے حصار کے چاروں طرف چالیس فٹ چوڑی اور پینتیس فٹ اونچی برج دار حفاظتی دیواریں تھیں لیکن ہڑپا تہذیب کے زوال کے قریب ان دیواروں کو اور زیادہ مضبوط کیا گیا اور ایک پھاٹک تو بند ہی کر دیا گیا کیونکہ مغرب سے خطرے کا زیادہ امکان تھا۔

ہڑپا سے ہمیں نہایت خاص قسم کی ایک شہادت ملتی ہے یہاں پرانے قبرستان کے قریب ایک اور قبرستان ذرا اونچی سطح پر پایا گیا ہے' جہاں سے برتنوں میں دفن جسم کے کچھ حصے برآمد ہوئے ہیں۔ ایک کھوپڑی خود قلعہ میں مدفون پائی گئی ہے' دریائے سندھ

کے نشیبی علاقوں کے لوگ آتش دانوں کا استعمال کرتے تھے یہ ایک ایسی نئی چیز تھی جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ کسی ٹھنڈی آب و ہوا سے آئے تھے یہ نووارد اگرچہ کئی اعتبار سے غیر مہذب تھے لیکن ان کے اوزار اور ہتھیار برتر تھے۔ بلوچستان میں بھی اس وقت کچھ آبادیاں قائم ہوئیں۔ ان حملہ آوروں کی قلیل اور ناقص باقیات سے یہ شہادت ملتی ہے کہ ان کے پاس گھوڑے وغیرہ کثرت سے تھے۔ وادی سندھ کے شہران وحشی قبائل کے قبضہ میں صرف اسی بناء پر نہیں آئے کہ ان میں زیادہ فوجی طاقت تھی بلکہ اس لئے بھی کہ یہ لوگ اچھے ہتھیاروں سے لیس تھے اور تیز اوزاروں اور برق رفتار گھوڑوں کا استعمال اچھی طرح جانتے تھے۔

ان عظیم واقعات کی تاریخ کا تعین مشرق اوسط کے ان واقعات سے کیا جا سکتا ہے جو کم و بیش اسی زمانہ میں رونما ہوئے۔ گمان غالب ہے کہ وادی سندھ کے شہروں کا زوال حمورابی کے خاندان کے زوال کے ساتھ ہوا' قدیم ماہرین کے خیال میں مئوخرالذکر واقعہ دوسرے ہزار سال قبل مسیح کی پہلی صدیوں میں رونما ہوا' لیکن دوسری جنگ عظیم سے ذرا پہلے تاریخ کے تعین کے سلسلے میں ان شہادتوں پر نظر ثانی کی گئی اب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بابل کے پہلے شاہی خاندان کا زوال سولہ سو قبل مسیح کے قریب ہوا ہو گا۔

ہمارے پاس قدیم ترین ہندوستانی ادبی شہادت کی شکل میں رگ وید ہے جس کا بیشتر حصہ دوسرے ہزار سال قبل مسیح کے دوسرے نصف میں منظوم کیا گیا' شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حملہ آور لوگوں کی تصنیف ہے' یہ لوگ پورے طور پر شمال مغربی ہندوستان کے اصل باشندوں کو مغلوب نہیں کر سکے تھے۔ سر جان مارشل نے موئن جو داڑو کی کھدائی کے متعلق اپنی عظیم رپورٹ میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وادی سندھ کے شہروں کے زوال اور آریوں کے حملہ کے درمیان کم و بیش دو صدیاں یا اس سے زائد کا وقفہ ہے لیکن حال ہی میں ہڑپا وغیرہ میں جو کھدائی ہوئی ہے' بابل کے پہلے خانوادے کے زوال کی تاریخ پر جو نظر ثانی ہوئی ہے اور رگ وید میں جو اشارے ملتے

ہیں ان سب نے مل کر اس وقفہ میں تخفیف کر دی ہے۔ ماہرین کا اب یہ خیال ہے کہ ہڑپا کو آریوں نے تہس نہس نہیں کیا' یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ہڑپا میں بعد والے قبرستان سے جو مدفون ڈھانچے ملے ہیں وہ "اصلی ویدی آریوں" کے ہیں اور جو قلعے ویدی خدائے جنگ اندر نے برباد کئے ان میں ہڑپا بھی شامل تھا۔

ہند اور آریہ

جو لوگ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں ہم ان لوگوں کی ابتداء کے متعلق مختلف نظریات پر بحث نہیں کر سکتے بلکہ صرف وہی نظریہ پیش کر سکتے ہیں جو معقول معلوم ہوتا ہے اور جس پر ہمارا یقین ہے اور اسے ان لوگوں کی اکثریت قبول کرے گی جو اس موضوع پر اختصاص حاصل کر رہے ہیں۔

ہندوستان پر آریوں کا حملہ صرف ایک اتفاقی حملہ نہ تھا بلکہ ایک ایسا حملہ تھا جو صدیوں تک جاری رہا اور اس میں بہت سے قبائل شامل تھے' غالباً یہ قبائل نہ تو ایک نسل ہی کے تھے اور نہ ایک زبان بولنے والے۔ یقیناً مغربی پہاڑیوں کا دیہی تمدن وادی سندھ کے شہروں سے پہلے تباہ ہو چکا تھا' لیکن حملہ آوروں کی توسیع کا نقشہ مادی باقیات کی قلت کی وجہ سے کھینچنا ممکن نہیں۔

آریہ' ہندوستان میں ---- ابتدائی تاریخ کا دور

ان متعدد لوگوں میں جو دوسرے ہزار سال قبل مسیح میں ہندوستان میں داخل ہوئے ایک گروہ ملے جلے قبائل کا بھی تھا جن کے مذہبی پیشواؤں نے ایک شاعرانہ طرز کو انتہائے کمال تک پہنچا دیا تھا۔ یہ لوگ اس طرز میں ان مناجاتوں کو نظم کرتے تھے جنہیں قربانیوں کے موقعوں پر دیوتاؤں کی تعریف میں گایا جاتا تھا۔

ویدوں' براہمنوں اور اپنشدوں کا یہ دور ماقبل تاریخ سے تاریخ کی جانب ایک عبوری دور ہے۔ ہندوستان کی نسبتاً واضح تاریخ آریوں سے شروع ہوتی ہے۔ رگ وید' اتھروید (132) اور اپنشدوں کے مطالعہ سے ایک مضبوط تمدن کے خط و خال ابھرتے

معلوم ہوتے ہیں، اگرچہ یہ نہایت ہی دھندلے ہیں لیکن مہاتما بدھ سے پہلے ہمیں ان میں اس تہذیب کے خاکے نظر آتے ہیں جس نے ویدوں کو جنم دیا۔

رگ وید کا تمدن

رگ وید میں کوئی ایسا مواد دستیاب نہیں جس سے اس کی ترتیب کی تاریخ متعین کی جا سکے۔ گزشتہ زمانہ کے کچھ ماہرین کا دعویٰ تھا کہ یہ بہت پہلے لکھے گئے ہیں اور اس کی بنیاد روایت تھی اور علم نجوم کے وہ مشتبہ حوالہ جات تھے جو ان مناجاتوں میں درج ہیں۔ وادی سندھ کے شہروں کی دریافت اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ یہ مناجاتیں ہڑپا کے زوال سے قبل کی نہیں ہو سکتیں۔ تمدن مذہب اور زبان کی عظیم ترقی جو آنے والے ادبیات میں دکھائی دیتی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رگ وید کی آخری مناجاتوں اور مہاتما بدھ کے زمانہ کے درمیان ایک بہت بڑا وقفہ گزر چکا ہے، یہ وقفہ کم و بیش پانچ سو سال کا ہے اس لئے گمان غالب ہے کہ رگ وید کا بیشتر حصہ پندرہ سو اور ایک ہزار سال قبل مسیح کے درمیان نظم کیا گیا، اگرچہ اس کی جدید ترین مناجاتیں اور مجموعی طور پر اس کی تالیف ایک یا دو صدی بعد کی ہو گی۔

ویدی عہد

ہمیں ہندوستان کی تاریخ مقابلتاً" زیادہ واضح طور پر رگ وید کے منظوم کئے جانے کے دور اور مہاتما بدھ کے عہد کے درمیان ملتی ہے اور یہ درمیانی مدت بھی چار یا پانچ سو سال سے کم نہیں ہے۔ اس زمانہ میں آریا مشرق کی جانب دریائے گنگا کی طرف بڑھے اور ان کے تمدن نے اپنے آپ کو بدلے ہوئے حالات کے مطابق بنا لیا ابھی حال ہی میں ہندوستانی ماہرین آثار قدیمہ نے ایک ایسی جگہ کی کھدائی کی ہے جس کا تعلق اسی دور سے ہے۔ یہ ہستناپور کا قدیم شہر ہے جس کی سب سے نچلی سطح کی تاریخ کا تعین معقول طور پر ایک ہزار اور سات سو قبل مسیح کے درمیان کیا گیا ہے اور یہ زمانہ بعد کے ویدوں کا ہے۔ اپنے وجود کے اختتام پر اس شہر کو سیلاب نے تباہ کر دیا تھا اور

کچھ مٹی کے برتنوں' کانسی کے اوزاروں اور کچی اینٹوں کے بنے ہوئے مکانوں کے نشانات کے علاوہ کوئی آثار نہیں ملتے۔ کوسامبھی میں اسی قسم کے مٹی کے ظروف اور تھوڑا بہت لوہا دستیاب ہوا ہے' ساتھ ہی ایک عمدہ محصور شہر کے نشانات بھی موجود ہیں جس کی دیواریں پختہ اینٹوں کی بنی ہوئی ہیں' لیکن اس کی یقینی تاریخ کے ضمن میں ماہرین آثار قدیمہ میں اختلاف رائے ہے۔ یہ مخصوص مٹی کے برتن مشرق میں دریائے گنگا کے بالائی حصہ کے قریب پائے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ ہمیں اس دور کے سلسلے میں مزید معلومات براہ راست نہیں حاصل ہوتیں اور جن وسائل سے ہمیں کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ سب کی سب بعد کے ویدوں' برہمنوں اور اپنشدوں پر مشتمل ہیں۔

قدیم ہندوستان کی سیاسی تاریخ

قدیم ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے متعلق ہماری معلومات مایوس کن حد تک غیر متغیر اور غیر یقینی ہیں عہد وسطیٰ کا آغاز ہم ساتویں صدی عیسوی میں فرض کر سکتے ہیں اس عہد کی جو تاریخ ہمیں ملتی ہے وہ کسی حد تک واضح اور درست ہے۔

یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ بہت سے اہل علم نے سیاسی اور تاریخی خلا میں ہندوستانی مذہب' فن' زبان اور ادب کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے اس تاثر کو زائل کرنے کی کوششوں کو تقویت حاصل ہوئی کہ قدیم ہندوستانی تہذیب محض روحانیت میں دلچسپی رکھتی تھی' ہماری معلومات خواہ کتنی ہی ناقص کیوں نہ ہوں ہم ایسی شہادتیں پیش کر سکتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں عظیم حکومتیں نقطہ عروج پر پہنچیں اور روبہ زوال ہوئیں اور یہ کہ مذہب' فن اور معاشرتی زندگی کی طرح سیاسی نظم میں بھی ہندوستان نے اپنے اصول پیش کئے جو اپنے ضعف و قوت میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا اس لئے اس کی قدیم تہذیب کو سمجھنے کے لئے اس کی سیاسی تاریخ کا جاننا ضروری ہے۔

مہاتما بدھ کا عہد

چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستانی سیاسی تاریخ افسانوں اور مشکوک روایات سے اپنا دامن چھڑاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اب پہلی بار ہم ایسے عظیم بادشاہوں کے بارے میں پڑھتے ہیں جن کی تاریخی حیثیت یقینی ہے اور جن کے بہت سے کارنامے معروف ہیں اب ہم جب یہاں سے آگے بڑھتے ہیں تو ہندوستان کے سیاسی ارتقاء کی خاص راہیں واضح ہوتی جاتی ہیں' اس عہد کی تاریخ کے سلسلہ میں ہمارا انحصار بدھ مت اور جین مذہب کی مقدس کتابوں پر ہے جو تاریخی دستاویزات کی حیثیت سے بہت ناقص ہیں ان کے مصنفین نے سیاسی معاملات کی طرف توجہ نہیں کی' ویدوں کی طرح یہ کتابیں بھی صدیوں تک سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں لیکن ویدوں کے برعکس یہ امتداد زمانہ کے ساتھ حجم میں بڑھتی گئیں اور ان میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔ بااین ہمہ ان میں تاریخی واقعات کی قابل اعتبار یادداشتیں درج ہیں اور اگرچہ یہ کتابیں آزادانہ طور پر مختلف زبانوں میں ترتیب دی گئیں لیکن یہ جزوی طور پر ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔

ہندوستان کی صحیح اور سچی تاریخ کے ابھرنے کا دور بڑے فکری اور روحانی انتشار کا دور ہے۔ جہانگرد درویش اور صوفیاء وادی گنگا میں گھومتے رہتے تھے' سبھی حصول نجات کی خاطر کسی نہ کسی طرح کی ذہنی تربیت اور خود آزاری کی تلقین کرتے تھے لیکن مہاتما بدھ کا دور بھی' جب بڑے بڑے دانشور اپنے گھروں اور پیشوں کو خود آزاری کی زندگی کے لئے ترک کر رہے تھے' تجارت و سیاسیات میں ترقی کا دور تھا۔ اس دور میں فلاسفر اور خود آزار درویش ہی نہیں پیدا ہوئے بلکہ بڑے بڑے تاجر اور صاحبان عمل بھی وجود میں آئے۔

اس وقت تک تہذیب کا نقطہ ارتکاز مشرقی حصہ ہو گیا تھا اور برہمنی تمدن کی حدود کے باہر چار عظیم حکومتوں نے سیاسی و معاشی اہمیت میں کوروں کے پرانے وطن کی عظمت کو خاک میں ملا دیا تھا مذکورہ حکومتیں کوسل' مگدھ' وتسہ اور ونتی کی تھیں۔ ان میں سے کوسل اور مگدھ کے بارے میں ہماری معلومات بہت زیادہ ہیں کیونکہ یہ

دونوں ہی بدھ مت اور جین مذہب کے بانیوں مہاتما بدھ اور مہاویر کی سرگرمیوں کا مرکز رہیں، کوسل کی حکومت جو افسانوی شخصیت رام کا وطن تھی پہلے ہی زوال آمادہ ہو چکی تھی اس کا بادشاہ پرسن جیت اب بھی ایک طاقتور مطلق العنان حکمران تھا۔ لیکن بدھ مت کی مقدس کتابوں میں موجود چند سرسری حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناکارہ تھا اور اپنا وقت اور اپنی دولت دونوں ہی لامذہب لوگوں پر صرف کرتا تھا اور اس کی حکومت رہزنوں کی آماجگاہ تھی۔

اس کے برخلاف مگدھ کا ․بمی سار ایک دوسری ہی طرح کا انسان تھا' ان وسائل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی اولوالعزم اور متحرک انسان تھا' ناکارہ افسروں کو بڑی بے دردی سے برخاست کر دیتا تھا' دیہاتوں کے سرداروں کی کانفرنس طلب کرتا تھا' اس نے شاہراہ عام اور اونچی اونچی سڑکیں بنوائیں اور وہ خود بھی پورے حدود سلطنت میں گھوم پھر کر حالات کا مطالعہ کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں وہ ایک پرامن انسان تھا اور اپنے مغربی ہمسایوں سے اچھے تعلقات رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے تعلقات بالائی سندھ میں واقعہ گندھارا جیسی دور دراز حکومت کے بادشاہ سے بھی خوشگوار تھے اس نے موجودہ بنگال کی سرحدوں پر واقع مختصر سی ریاست انگ کو فتح کیا' انگ کا دارالحکومت چمپا اس وجہ سے بہت زیادہ تجارتی اہمی کا حامل رہا ہے کہ وہ ایک دریا کے ساحل پر واقع تھا جہاں سے جہاز گنگا میں جا کر جنوبی ہند میں پہنچ سکتے تھے۔ اگرچہ انگ ․بمی سار کا واحد مفتوحہ علاقہ تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قبضہ اختیار میں کاشی کے ضلع (بنارس) کا بھی ایک حصہ تھا جو اس کی ملکہ خاص کے جہیز میں تھا جو کوسل کے بادشاہ کی بہن تھی اس کا دارالحکومت موجودہ پٹنہ کے جنوب مشرق میں تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر راج گرہ کے مقام پر تھا۔

مہاتما بدھ کی وفات سے سات سال قبل مسیح ․بمی سار کے لڑکے اجات شترو نے اس کو تخت و تاج سے محروم کر کے قید کر دیا اور 490 قبل مسیح میں قتل کر دیا' اپنے باپ کی سنواری ہوئی خوشحال حکومت کو غصب کرنے کے معا" بعد باپ کا یہ قاتل اپنے

ضعیف العمر ماموں پرسن جیت سے آمادہ پیکار ہو گیا اور کاشی پر مکمل قبضہ و دخل حاصل کر لیا اس کے فوراً" ہی بعد .بمی سار کی طرح پرسن جیت کو بھی اس کے لڑکے نے تخت و تاج سے محروم کر دیا اور اسی درمیان اس کو موت نے آ لیا' نئے بادشاہ ورودھک نے حملہ کر کے شاکیہ کے مختصر خود مختار قبیلہ کو ختم کر دیا- یہ قبیلہ ہمالیہ کے دامن میں تھا اور اب ہمیں اس قبیلہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں جس نے مہاتما بدھ جیسے عظیم ہندوستانیوں کو جنم دیا' معلوم ہوتا ہے کہ مگدھ کے اجات شترو کے طرح ورودھک کو بھی حکومت کی توسیع کا شوق تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے ان سرحدی حکومتوں کو براہ راست مرکز کے زیر نگین لائے جو اس کے باپ کی برے بھلے باج گزار تھیں اور پھر مزید فتوحات کا سلسلہ شروع کرے لیکن اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا' کیونکہ ایک قابل اعتبار کہانی کے علاوہ ہم اس کے بارے میں کچھ اور نہیں سنتے اور وہ یہ ہے کہ شاکیہ قبیلہ کی قتل و غارتگری کے معاً" بعد ہی وہ ایک آفت کے ذریعہ تباہ و برباد کر دیا گیا- بعد میں اس کی حکومت مگدھ میں شامل کر لی گئی-

پرسن جیت سے جنگ کے بعد اجات شترو نے اپنی توجہ وجینیوں کے قبائلی وفاق کی طرف مبذول کی' یہ قبیلے دریائے گنگا کے شمالی ساحل پر آباد تھے اور اکثر مگدھ پر حملہ آور ہو کر مصیبت کا سبب بنتے تھے ایک طویل جنگ کے بعد اس نے ان کے خاص شہر ویشالی پر قبضہ کر لیا اور تمام زمینوں کو اپنے حدود سلطنت میں شامل کر لیا- اس وفاق کا اہم عنصر لچھوی قبیلہ بہرحال اپنے وجود کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہو گیا اور چوتھی عیسوی تک زندہ رہا یہاں تک کہ وہ مشرقی ہندوستان کی سیاست میں پھر بااثر ہو گیا وجینیوں سے اجات شترو کی جنگ کے ابتدائی مراحل مہاتما بدھ کی موت کے زمانے یعنی تقریباً 483 ق م میں طے ہوئے-

.بمی سار اور اجات شترو کی حکومت کی تفصیلات جو ہم تک پہنچی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی ایک مستقل حکمت عملی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ جس حد تک ممکن ہو دریائے گنگا کے راستوں پر قبضہ و اختیار حاصل کیا جائے ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ وہ پہلے ہندوستانی بادشاہ تھے جنھوں نے ایک طویل و عریض حکومت کے امکان کے متعلق سوچا۔ قصہ کہانیوں میں ایسے بادشاہوں کا ذکر ملتا ہے جو پورے ملک کو ایک بندرگاہ سے دوسرے بندرگاہ تک اپنے تصرف میں لائے لیکن یہ غیر حقیقی شخصیتیں تقریباً یقینی طور پر آئندہ دور کے قصہ گویوں کا مبالغہ ہیں جو طاقتور موریہ بادشاہوں کے واقعات سن کر متاثر ہوئے ہوں گے' اس میں کوئی شک نہیں کہ افسانوی شہنشاہ مثلاً رام' مہاتما بدھ سے پہلے کی تاریخی شخصیتوں کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن وہ لوگ غالباً چھوٹے چھوٹے قبائلی سردار رہے ہوں گے جو یقیناً اپنے معاصر سرداروں کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور ہوں گے۔ جہاں تک ان کی عظیم و عریض فتوحات کا تعلق ہے تو ہمارے پاس ان کے حق میں کوئی مستند شہادت نہیں ہے۔

بدھ مت اور جین مذہب کی مقدس کتابوں میں ان واقعات کا کوئی ذکر نہیں ہے جو ان کے بانیوں کی موت کے بعد ظہور پذیر ہوئے اس لئے ہمیں اجات شترو کی حکومت کے آخری برسوں کے بارے میں مشکل ہی سے معلومات حاصل ہو پاتی ہیں' اونتی کے راجہ پر دیوتا سے اس جنگ کی شہادت ملتی ہے اور ایک وقت وہ آیا تھا جب جنگ کے پانسے اس کے خلاف ہو گئے تھے لیکن وہ یقینی طور پر ہندوستان میں ایک طاقتور حکومت کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب ہوا اور اس کا قبضہ دریائے گنگا کے دونوں کناروں سے لے کر بنگال کی سرحدوں تک ہو گیا۔ یہ علاقہ اب تک آریائی تہذیب کے زیر اثر نہیں تھا آنے والی ڈیڑھ صدی میں مگدھ کی سلطنت میں وسعت ہوتی رہی کیونکہ چوتھی صدی قبل مسیح میں جب دوبارہ ہندوستان کے ماضی سے نقاب اٹھتا ہے تو پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) جو مگدھ کا نیا دارالحکومت تھا' دریائے گنگا کے میدانی علاقوں پر حکومت کرتا نظر آتا ہے۔ راجستھان' سندھ' پنجاب اور شمال مغرب کو چھوڑ کر پورا شمالی ہندوستان مگدھ کی حکومت کے زیر نگین تھا دوسری حکومتیں یا تو بالکل نیست و نابود کر دی گئیں یا پھر انہیں حقیر باج گزاروں کی حیثیت دے دی گئی۔

☆ ☆ ☆

دوسرا باب

ہندوستان کا مذہبی اور مابعد الطبیعیاتی خاکہ

(زمانہ تہذیب تا بدھ عہد)

قدیم ہندوستان کی مجموعی تاریخ کی طرح مذہبی افکار کا ارتقائی عمل بھی اپنی ابتداء کے حوالے سے نہایت پیچیدگی کا حامل ہے۔ تاہم دستیاب شواہد' تحریری مواد اور جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی ہندوستانی لوگوں کا مذہب حملہ آوروں کے مذہب سے کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ ذیل کی تفصیل اسی بیان کی صداقت کی دلیل ہے۔

ہندوستان کے ابتدائی دیوتا

ہندوستان کے قدیم ترین مہذب باشندے ایک دیوی ماتا اور زرخیزی کے دیوتا کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ان کے مقدس درخت اور جانور ہوتے تھے۔ ان لوگوں کی مذہبی زندگی میں اشنان بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ ہڑپا کے لوگوں کے مذہب کے بارے میں 80 سے زائد باتیں کہی اور لکھی گئی ہیں لیکن قابل فہم کتب کی عدم موجودگی میں اس مذہب کی مزید تعریف و توجیہ کی کوشش محض خیال آرائی ہی ہے۔ ہڑپا کے لوگوں کے مذہب کی بعض خصوصیات عہد مابعد میں ایک دوسری شکل میں نمودار ہوئیں اور ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ مذہب کبھی بھی ختم نہیں ہوا بلکہ کم تر درجہ کے لوگ اس پر عمل کرتے رہے۔ اور اس میں دیگر معتقدات اور فرقوں سے روابط کی وجہ سے تغیرو تبدل ہوتا رہا' یہاں تک کہ اس نے اتنی قوت فراہم کر لی کہ دوبارہ نمودار ہو گیا

اور زیادہ تر ہندوستان کے آریائی حکمرانوں کے مذہب پر اس کو غلبہ حاصل ہو گیا۔

رگ وید کے دیوتا

رگ وید میں جو ایک ہزار اٹھائیس مناجاتیں ہیں ان سے ہمیں ابتدائی آریوں کے مذہب کے متعلق وافر معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ رگ وید دنیا میں وہ قدیم ترین مذہبی کتاب ہے جس کو آج بھی مقدس سمجھا جاتا ہے اور جس کی ترتیب غالباً ڈیڑھ ہزار اور نو سو سال قبل مسیح کے درمیان عمل میں آئی۔ رگ وید ان مناجاتوں کا مجموعہ ہے جو آریائی فرقے کی مذہبی رسوم کی ادائیگی کے مواقع پر مستعمل ہوتی تھیں' بقیہ تین وید یعنی سام وید' یجروید اور اتھروید دوسرے انداز کی کتابیں ہیں۔

رگ ویدی مذہب کے خاص خاص خط و خال بہت واضح ہیں خاص طور پر دیوتاؤں کی عبادت ہوتی تھی دیوتا کا لفظ لاطینی لفظ دیوس سے مشتق ہے اس لفظ کی اصل دیو ہے' اس کا تعلق روشنی اور چمک سے ہے' اس طرح لفظ دیو کے معنی ہوئے چمکتے ہوئے لوگ۔ آریوں کے ابتدائی دیوتا یونانیوں کے دیوتاؤں کی طرح آسمان سے متعلق تھے اور ان کی اکثریت ذکور تھی' رگ وید میں چند دیویوں کا بھی ذکر ہے' مثلاً پرتھوی جو زمین کا ایک اہم' مبہم اور نادر مجسمہ ہے---- دوسری دیوی "ادیتی" ہے جس کی شخصیت بہت پراسرار اور نازک ہے---- دیوتاؤں کی عظیم ماں اوشا ہے جو صبح کی دیوی ہے اور اس کو بہت سی مناجاتوں میں مخاطب کیا گیا ہے۔

آریائی جنگ بازی کے نقطہ نظر سے عظیم ترین دیوتا "اندر" تھا جو بیک وقت جنگ کا دیوتا بھی تھا اور موسم کا بھی۔ اگرچہ اس کا نام مختلف تھا لیکن وہ اپنی بیشتر خصوصیات میں یونانی دیوتا "زیوس" اور البانی دیوتا "تھور" سے مشترک تھا۔ وہ آریائی دیوتاؤں میں سرفہرست تھا۔ اندر کا تعلق باد و باراں سے تھا اور زیوس اور تھور کی طرح اس کے ہاتھوں میں بھی رعد ہے' جس کے ذریعے وہ اپنے دشمنوں کو تباہ و برباد کرتا ہے' اندر ایک تعیش پسند اور آوارہ گرد دیوتا کی حیثیت رکھتا تھا جو شراب و کباب کا

شائق تھا عام تشریح و توضیح کے مطابق ایک مناجات میں اندر کو بدمستی کے عالم میں دکھایا گیا ہے جو ساغر و مینا میں مصروف ہے۔

ان کے علاوہ بہت سے دوسرے دیوتا بھی تھے مثلاً توستر جو وید کے ولکن کی حیثیت رکھتا تھا' آریا مان جو معاہدوں اور شادی کا دیوتا تھا "وایو" جو ہوا کا دیوتا تھا۔ مختلف قسم کے بہت سے نیم دیوتا بھی تھے ان میں وشنو دیو تھے' یہ نیم دیوتاؤں کا ایک مبہم اور غیر معین گروہ تھا "ماروت" تھے جن کو طوفان کی ارواح کہا جا سکتا ہے۔ "زبھو " تھے جن کی حیثیت روح خاکی کی ہوتی تھی اور ان کا تعلق معدنیات سے ہوتا تھا۔ گندھرو الوہی موسیقاروں کا گروہ تھا' ابتداء میں یہ صرف واحد دیوتا تھا لیکن بعد میں متعدد سمجھا جانے لگا۔ خوبصورت اپسرائیں تھیں جن کا مقابلہ یونانی اپسراؤں سے کیا جا سکتا ہے جو دیوتاؤں اور انسانوں دونوں ہی کی محبوبائیں بن سکتی تھیں۔

آریائی عقائد کا مرکز قربانی ہے۔ خانگی چولہے کا عقیدہ بہت سے ہند یورپی فرقوں میں موجود تھا اور چھوٹی چھوٹی خانگی قربانیاں جن کی ادائیگی خاندان کا سربراہ کرتا تھا ویدی عہد میں اتنی ہی اہم رہی ہوں گی جتنی کہ بعد کے ہندو مذہب میں تھیں لیکن قدیم ترین کتاب جس میں ان کا ذکر آتا ہے "گرہ سوتر" ہے جو بہت بعد کے عہد کی ہے۔ رگ وید میں زیادہ تر بڑی قربانیوں کا ذکر ہے جن کے اخراجات سردار اور زیادہ تر دولت مند قبائلی برداشت کرتے تھے۔ ان قربانیوں کے آداب و رسوم اتنے پیچیدہ تھے کہ پہلے سے ان کی تیاری کی ضرورت ہوتی تھی مثلاً بہت سے جانوروں کا بھینٹ چڑھانا اور بہت سے باقاعدہ تربیت یافتہ مذہبی پیشواؤں کا ان میں حصہ لینا۔

قربانی کا خاص مقصد یہ تھا کہ دیوتاؤں کو خوش کیا جائے تاکہ ان سے برکتیں حاصل کی جائیں دیوتا' ان مقدس سرکنڈوں پر نازل ہوتے تھے جو قربان گاہ میں ہوتے تھے اور وہ پجاریوں کے ساتھ پیتے تھے اور کھاتے تھے اور وہ قربانی کے معاوضہ کے طور پر ان پجاریوں کو جنگ میں فتح اولاد اور مویشیوں کی تعداد میں اضافہ اور طویل العمری کے انعامات سے نوازتے تھے۔ ویدی مندر میں سنجیدہ اور متین ورون (133) اور ناقابل

فہم ردر کو مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا دیوتاؤں میں بیشتر خوش مزاج تھے قدیم عبرانیوں کے طریقے کی طرح جرم کا پیش کرنا یا شکریہ کا پیش کرنا ویدوں میں نظر نہیں آتا۔

ویدی مذہب کی نمایاں خصوصیات

آریہ عہد کے لوگ بہت ہی مذہبی تھے لیکن حقوق شہریت کا زیادہ لحاظ نہ کرتے تھے' غیر آریہ کا قتل ان کے نزدیک کوئی جرم نہ تھا۔ فاتح مفتوح پر مالکانہ تصرف کر سکتا تھا۔ لوگ مختلف قبیلوں میں منقسم تھے اور قبیلے خاندانوں میں۔ دولت و امارت کے لحاظ سے اختلاف و تفریق زیادہ نہ تھی۔ یعنی نہ کوئی خاص طور سے امیر تھا اور نہ کوئی بہت زیادہ غریب۔ وہ مختلف دیوتاؤں پر یقین رکھتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ اکثر مظاہر فطرت و قدرت انہی دیوتاؤں کا اظہار ہیں۔ مثلاً اگنی (آگ) (134) اندر (بارش) وغیرہ۔ اس کے علاوہ وہ ان سب سے اعلیٰ اور برتر ایک ذات کو بھی مانتے تھے جس کو وہ برہما کہتے تھے۔ آریہ سماجی اور سناتن دھرم مذاہب میں یہی اختلاف ہے کہ آیا یہ جو دیوتاؤں کے مختلف نام ہیں وہ برہما کی صرف صفات ہیں یا ان کی الگ ہستی بھی ہے۔ آریہ سماجی دیوتاؤں کو الگ ہستی نہیں مانتے بلکہ ان کے ناموں کو برہما کی صفات مانتے ہیں۔ سناتن دھرم والے ان کو الگ ہستیاں بھی مانتے ہیں اور صفات بھی۔ اس بات پر تو سب متفق ہیں کہ ویدوں کے زمانے میں نہ مورتیاں تھیں اور نہ مندر۔ یہ دونوں چیزیں بعد میں بڑھائی گئی ہیں۔ برہما کو سب ازلی و ابدی مانتے ہیں۔ ذیل میں دیئے ہوئے وید کے دو منتر اس کے شاہد ہیں۔

1- "اس وقت نہ است (ناپاک) تھا نہ ست (پاک)۔ نہ زمین تھی نہ آسمان۔ کوئی چیز ان پر حاوی ہونے والی نہ تھی اور کس کے لئے کچھ ہوتا؟ یہ گہرا سمندر بھی اس وقت کہاں تھا۔"

2- "یہ دنیا جس سے پیدا ہوئی ہے وہی ایک اسے اختیار کرنے والا ہے جو اس وسیع آسمان میں ہے اور اس پر قادر ہے وہی اس

کے بارے میں جان سکتا ہے۔"

ویدی آریوں کو روح کا بھی یقین تھا اور ان کا خیال تھا کہ روح ہمارے جسم سے ایک علیحدہ چیز ہے جو جسم کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ (ڈاکٹر محمد حفیظ سید کی تحقیق)

ریاضت

رگ وید کی ایک مناجات میں مقدس افراد کے ایک ایسے گروہ کا ذکر ملتا ہے جو برہمنوں سے مختلف ہے انہیں "منی" کہا جاتا تھا۔ یہ اپنی خاموشی ہی سے سرشار ہو کر ہوا میں اڑتے ہیں اور نیم دیوتاؤں اوز طائروں کی راہ میں پرواز کرتے ہیں "منی" سارے انسانوں کے خیالات کو جانتا ہے کیونکہ اس نے ردر کے اس ساحرانہ جام کو پیا ہے جو عام انسانوں کے لئے زہر کی حیثیت رکھتا ہے' ایک دوسرا طبقہ جس کا "اتھروید" میں بہت زیادہ ذکر آیا ہے وراتیہ کا ہے۔ عہد مابعد کی وسیع مثنویوں میں اس اصطلاح کا مفہوم وہ آریہ تھا جو بد عقیدہ ہو گیا ہو اور جو ویدوں کا احترام نہ کرتا ہو لیکن اتھروید میں جس وراتیہ کا ذکر ہے وہ ایک غیرویدی درویش ہوتا تھا جس کا تعلق رقص اور خود آزاری کے عقیدے سے ہوتا تھا۔ وہ ایک گاڑی میں ایک ایسی عورت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا تھا جس سے وہ اپنی جنسی ضروریات کی تکمیل کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک موسیقار ہوتا تھا جو بعض مراسم کی ادائیگی کے موقع پر موسیقی کی دھنیں بجاتا تھا وراتیوں کی نوعیت اب بھی پورے طور پر واضح نہیں ہے لیکن یہ امر بالکل واضح ہے کہ اس طبقہ کو آریائی عقیدہ کی جانب راغب کرنے کی بڑی کوشش کی گئی اور یہ جدوجہد بھی کی گئی کہ مذہبی گروہ بندی میں ان کے مرتبے کا بھی تعین ہو اور یہی وہ لوگ تھے جو غالباً اس نئے عقیدے اور نئے عمل کا خاص سرچشمہ تھے۔

جوگی ــــــ برہمن غلبہ کے بزدل باغی

اس دور میں پجاری طبقہ کے مذہبی تسلط نے عملی طور پر کچھ ایسی فضا قائم کر دی

کہ دیوتا برہمن اور برہمن دیوتا تصور کئے جانے لگے۔ اس بالادستی کو سب سے زیادہ خطرہ آزاد قوت فکر سے تھا۔ اس کا سدباب یوں کیا گیا کہ نجوم' دست شناسی' نیک و بد شگون' فال' ستاروں اور سیاروں کی حرکت اور نہ نجانے کیا کیا ماورائے عقل نظریات عام کئے جانے لگے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ آزاد ذہن کے ساتھ اپنی ذات اور گرد و پیش کے بارے میں غور و فکر نہ کر سکیں۔ پیدائش سے لے کر شادی اور شادی سے لے کر موت تک مذہبی طبقہ لوگوں کی گردن پر سوار ہو گیا۔ لوگ سمجھنے لگے کہ خاص خاص مذہبی تقاریب کا اہتمام انہیں نجات کے حصول کی ضمانت دے سکتا ہے لیکن درحقیقت ایسی سرگرمیوں کا واحد مقصد برہمن کا زیادہ سے زیادہ مادی فوائد حاصل کرنا تھا۔

کچھ لوگوں کے لئے یہ صورتحال ناپسندیدہ تو ضرور تھی لیکن وہ براہ راست اور اعلانیہ طور پر برہمن کی مذہبی طاقت کا سامنا کرنے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ ایسے لوگ جنگل جنگل پھر کر مالک کی خوشنودی اور رضا تلاش کرنے لگے اور جوگی کہلائے۔ ان میں کوئی نظریاتی یا فکری وحدت موجود نہ تھی اور یہ امر برہمن فکر کی لامحدود اجارہ داری کی وجہ سے ناقابل فہم نہیں ہے۔ ان میں سے کوئی خود اذیتی کو نجات کا ذریعہ قرار دیتا اور کوئی رائج رسومات کے خلاف زبانی جنگ کو ہی زندگی کی معراج سمجھ لیتا۔ غرضیکہ ہر کسی کا اپنا دھرم تھا جس کے چند ماننے والے بھی پیدا ہو جاتے تھے یوں برہمن غلبہ کے یہ بزدل باغی گروہ در گروہ جنگل جنگل بستی بستی بھٹکتے پھرتے تھے۔

اپنشدوں کے عہد تک ریاضت کے طریقے کو بہت زیادہ وسعت حاصل ہو چکی تھی اس مسلک کے فقیروں نے نئی تعلیمات کو پھیلایا اور وسعت دی' کچھ درویشان ایسے بھی تھے جو خلوت پسند دماغی مریض کی حیثیت رکھتے تھے' وہ گنجان جنگلوں میں رہتے تھے اور بھوک پیاس گرمی ٹھنڈک اور بارش کی خود عائد کردہ ایذاؤں کو برداشت کرتے تھے۔ کچھ ایسے تھے جو مقام ریاضت میں رہتے تھے جو شہروں کے باہر ہوتا تھا جہاں وہ عہد مابعد کے کمتر درجے کے درویشوں کی طرح خود کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے

تھے، چلچلاتی ہوئی دھوپ میں بھڑکتی ہوئی آگ کے قریب بیٹھتے تھے کانٹوں پر یا سلاخ دار بستروں پر لیٹتے تھے، گھٹنوں کو زمین کی طرف کئے ہوئے پیروں کی شاخوں سے لٹکے رہتے تھے یا اپنے بازوؤں کو اپنے سر پر بغیر حرکت کے اس وقت تک رکھتے جب تک وہ بے حس نہ ہو جاتے تھے۔

افکار کی نئی نشوونما کا زیادہ تر سبب وہ درویشان مرتاض بنے جن کا تعلق ایک کمتر درجہ کے سخت نظام سے تھا ان کے اعمال کا تعلق مراقبہ کی دماغی اور روحانی مشقتوں سے تھا ان میں سے کچھ ایسے تھے جو شہروں اور دیہاتوں کے باہر رہا کرتے تھے، کچھ ایسے تھے جو اپنے ایک سربراہ کی سرکردگی میں جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ کچھ ایسے تھے جو اکثر بڑے بڑے گروہوں میں گھوما کرتے تھے بھیک مانگتے تھے اور خواہشمند افراد کو اپنے اصول اور ضابطے بتاتے تھے اور اپنے حریفوں سے مباحثہ کرتے تھے، کچھ مادر زاد ننگے ہوتے تھے اور کچھ معمولی طور پر کپڑے پہنتے تھے۔

اگرچہ ان درویشوں کی ریاضتیں بہت سخت تھیں لیکن وہ قربانی کی رسم ادا کرنے والے پنڈتوں سے کہیں زیادہ بلند تر ہو گئے تھے۔ اگر ایک بار انہوں نے اپنے جسم کو درد و اذیت کا عادی بنا لیا تو پھر گوناگوں مسرتیں ان کی منتظر رہتی تھیں ایک کمتر درجے کے سادھو کو مادی معیار پر بھی بہت سی چیزوں کا منتظر رہنا پڑتا تھا مثلاً عزت و احترام کا جس کی وہ ایک عامی کی حیثیت سے امید نہیں کر سکتا تھا اور دنیاوی افکار اور خوف سے مکمل آزادی، خاندان اور خاندانی املاک کے بار کو اپنے کاندھوں سے اٹھا پھینکنے کے بعد آزادی کا جو احساس پیدا ہوتا ہے اس کا اظہار ہندوستانی مذہبی ادب کے بہت سے اقتباسات میں ملتا ہے جو ایک طرح کی پرسکون مسرت سے بھرپور ہیں لیکن ان کے مقابلے میں ریاضت کی زندگی بسر کرنے کے سلسلے میں کچھ زیادہ بڑے محرکات بھی تھے، جب سادھو اپنی تربیت کے میدان میں آگے بڑھتا ہے تو اس کو ایسی قوتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو عام انسانوں کے بس میں نہیں ہوتیں وہ ماضی حال اور مستقبل کو دیکھتا ہے، وہ آسمانوں پر سواری کرتا ہے اور دیوتاؤں کے دربار میں اس کا شاندار خیر مقدم کیا جاتا

ہے' اس کے علاوہ دیوتا زمین پر نازل ہو کر اس کی کٹیا میں اس کی زیارت کرتے ہیں۔ ریاضت کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے اسے جو طاقتیں حاصل ہوتی ہیں ان کی وجہ سے اس سے حیران کن اعمال کا صدور ہوتا ہے مثلاً وہ پہاڑوں کو چور چور کر کے سمندر میں ڈال سکتا ہے۔ اگر اس کو غصہ آ جائے تو وہ اپنی ایک نگاہ سے دشمنوں کو جلا کر خاک کر سکتا ہے یا پورے ملک کی فصل کو تباہ کر سکتا ہے' اگر اس کی عزت کی جائے تو اس کی مافوق البشر قوتیں بڑے بڑے شہروں کی حفاظت کرتی ہیں' ان کی دولت میں اضافہ کرتی ہیں اور انہیں قحط' وبا اور بیرونی حملوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ درحقیقت وہ ساحرانہ قوت جس کا تعلق پہلے قربانی سے تھا اب ریاضت سے منسوب کی جانے لگی۔ آنے والے زمانے میں یہ عقیدہ کہ اس کائنات کی بنیاد قربانی پر ہے اور یہ کہ یہ کائنات قربانی کی وجہ سے ہی برقرار ہے پس منظر میں چلا گیا اور اس کی جگہ اس عقیدے نے لے لی کہ کائنات کا انحصار عظیم شیو دیوتا کی ریاضتوں پر ہے جو ہمیشہ کوہ ہمالیہ میں مراقبہ کرتا رہتا ہے۔

غور و فکر کے رجحانات

ریاضت کا مقصود محض اس ناخوشگوار اور غیر اطمینان بخش دنیا سے فرار ہی نہیں تھا بلکہ اس کا ایک ایجابی پہلو بھی تھا۔ اس جذبہ کا بنیادی سرچشمہ علم اور عقل کی وہ خواہش ہوتی تھی جو چاروں ویدوں سے پوری نہیں ہوتی تھی۔ اس طرح ریاضت کی نشوونما اور ارتقاء صرف اس عدم یقین کا ایک مرحلہ نہیں جو اس وقت محسوس کیا جاتا تھا بلکہ علم کی تشنگی بھی تھی۔ یہ انصاف نہ ہو گا اگر ہندوستان کی قدیم عقل و دانش کو نفی حیات کہہ دیا جائے۔

ایک ہزار سال قبل مسیح میں ذہین لوگ راز کائنات کی مسکت تشریحات حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے رہے۔ رگ وید کے آخری دور میں شعراء اس تخلیق کی تلاش و جستجو کرنے لگے جس کی درست توضیح اس دور کا علم الاساطیر نہیں کر سکتا تھا

جیسا کہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ کچھ لوگ تخلیق کو کسی ابتدائی قربانی کا نتیجہ تصور کرتے تھے' یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا کہ یہ نتیجہ ہے ایک جنسی فعل کا۔ ایسا بھی کہا گیا ہے کہ یہ دنیا ایک "سنہرے رحم" میں پیدا ہوئی ہے جو بعد کی ہندو دیو مالا میں "کائناتی انڈے" سے تعبیر کی گئی۔ ایک مناجات میں شاعر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ دنیا حرارت سے وجود میں آئی' بعد میں اس حرارت یا "تپش" کے معنی ریاضت شاقہ لئے گئے لیکن پھر بھی شاعر افسوس کے ساتھ اعتراف کرتا ہے کہ اسے اپنے مفروضہ پر یقین نہیں ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اس حقیقت کو شاید عظیم دیوتا پرجاپتی بھی نہیں جانتا۔

اپنشدوں کی اخلاقیات

اپنشدوں میں عام طور پر یہ دعویٰ کیا گیا ہے: نجات کا ذریعہ علم یا شعور ہے نہ کہ عقیدہ۔ اعمال اور ان کی اخلاقیات بنیادی طور پر اعمال ہی سے متعلق ہیں۔ خیر و شر دونوں ہی برہمن میں تحلیل ہو جاتے ہیں جو ہر چیز میں جاری و ساری ہے اور دونوں صرف اضافی اصطلاحات ہیں۔ کسی جویائے حق کے نقطہ نظر سے وہ خیر ہی ہے جو برہمن کے شعور تک اس کی رسائی ممکن بناتی ہے اور شر اس کا نقیض ہے اس طرح ہر وہ شے جو غور و خوض کی زندگی کی تردید کرتی ہے وہ قطعی طور پر عظیم ہے اور اس راہ میں سنجیدہ ترین موانع خود غرضانہ خواہشات ہیں یہ بات متعدد سیاق و سباق میں کہی گئی ہے کہ یہ کائنات روح عالم کی خواہش اولین کے ذریعہ وجود میں آئی گویا برکت کی منزلوں کو حاصل کرنے کے لئے ایک سنیاسی کو تخلیق سے پہلے کی حالت کی جانب رجوع کرنا ہے۔ دنیا کی عام قدریں یعنی قربانی' خیر اور یہاں تک کہ ریاضت بھی صرف اسی حد تک درست ہیں جس حد تک وہ ارتقاع روح کی راہ میں رہنمائی کریں۔

قانون کی تین شاخیں ہیں۔ قربانی' مطالعہ اور خیرات پہلی شاخ سے متعلق ہیں۔ سادگی کا تعلق دوسری سے ہے' اور اپنے استاد کے گھر میں تجرد کی زندگی بسر کرنا..... تیسری۔ ان کے ذریعہ انسان صاحبان برکت کی دنیاؤں میں پہنچتا ہے' لیکن وہ شخص جس

نے اپنے آپ کو برہمن پر مرکوز کر لیا ہے' بقاء حاصل کر لیتا ہے۔

عہد قدیم کے حکماء اولاد نہیں چاہتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم بچوں کو کیا کریں گے جب ہمارے پاس برہمن اور دنیا ہے' انہوں نے اپنی اولاد' دولت اور سماوی دنیاؤں کی خواہش پر فتح حاصل کر لی اور گداگروں کی طرح سے آوارہ گردی کرتے رہے..... وہ شخص جو برہمن کے راز کو جانتا ہے وہ پرسکون' نفس پر قابو پانے والا' مطمئن' صابر اور پریقین ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو آتما (روح) پاتا ہے اور تمام چیزوں کو آتما ہی کی حیثیت سے دیکھتا ہے..... شر اس پر قابو نہیں حاصل کرتا بلکہ وہ شر پر غالب ہو جاتا ہے' شر سے آزاد' زوال سے آزاد' نفرت سے آزاد' پیاس سے آزاد' وہ صحیح معنوں میں برہمن ہو جاتا ہے۔

ویدی مذہب میں تبدیلیاں

رفتہ رفتہ بدلتے حالات' باہری تمدن اور اندرونی نسلی اختلافات کے اثرات اس مذہب پر پڑنے لگے۔ بت پرستی عروج پر پہنچی تو مندر بنے اور ذات پات کی تفریق پیدا ہوئی۔ مذہبی پیشوا برہمن' لڑنے والے اور راج کرنے والے چھتری' تجارت و زراعت کرنے والے ویش جبکہ غیر آریہ قومیں اور نوکر چاکر شودر کے نام سے پکارے جانے لگے۔ مہابھارت اور راماین جن زمانوں کا ذکر کرتی ہیں' ان میں آریوں کی سادہ زندگی میں تصنع و تکلف کا اضافہ ہو گیا تھا۔ وید کے زمانے میں لوگ چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں منقسم تھے اور گاؤں میں رہتے تھے۔ ان کی سیاسی زندگی میں بھی سوائے بزرگ خاندان کے رعایا پرجا کی تفریق نہ تھی۔ لیکن رزمیہ نظموں کے زمانے میں شہر بن گئے تھے اور لباس و غذا' معاشرت و معاش کی سادگی جاتی رہی تھی۔

اب راجا کے مرنے کے بعد راج رعایا کا نہ سمجھا جاتا بلکہ یہ اس کے وارثوں کا حق تصور ہوتا۔ وہ اپنا ولی عہد خود چننے لگا تھا اور اس کے ہاں پیشے ور سپاہیوں کی فوج رہنے لگی تھی۔ مذہبی حیثیت سے بھی بقول لالہ لاجپت رائے "ویدوں کی ایشور پرستی

پر دیوتا پرستی کا کلس چڑھ چکا تھا۔" ویدک دیوتاؤں کی جگہ وشنو (135) اور شیو زیادہ ہر دل عزیز ہو گئے تھے۔ اور یگیوں (قربانیوں) کا سلسلہ بھی بہت پیچیدہ ہو گیا تھا۔

علاوہ ازیں اس عہد میں کچھ فلسفی بھی موجود تھے جو خدا کے قائل نہ تھے اور روح و مادے کو ازلی و ابدی مانتے تھے اسی گروہ سے آگے بڑھ کر جین مذہب بنا۔

ان مختلف مکاتب فکر کی متحرک موجودگی کا نتیجہ تھا کہ گوتم بدھ کی پیدائش کے وقت تک ہندوستان میں انسانی حیات کے متعلق 62 نظریے رائج تھے۔

گوتم کا زمانہ

گوتم بدھ کی پیدائش کے وقت ماحول یہ تھا کہ لوگ ویدوں کے کتب الٰہی ہونے پر یقین رکھتے تھے، سنسکرت کو دیوبانی مانتے تھے۔ منو (136) کے قانون کے مطابق عوام کو اس کے سیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ روزمرہ کی زندگی کے لئے ایک نئی طرح کی زبان بولی جاتی تھی جسے پراکرت کہتے تھے۔ یہ پراکرتیں ہر صوبے کی الگ الگ تھیں۔ باہر اور دامن ہمالہ میں پالی زبان کا رواج تھا۔ مذہب میں رسم کا زور تھا: قربانی، ہون (137) اور اس طرح کی دیگر سرگرمیوں کی کثرت تھی۔ نسل کی پاکیزگی کے خیال میں شدت تھی، ذات پات کی بندشیں سخت ہو گئی تھیں۔ پیشے خاندانی ہو گئے تھے، مذہبی پیشواؤں نے برہمن کا لقب اختیار کر کے خود کو نجات و آخرت کا واحد مالک و مختار تسلیم کرا لیا تھا۔ راہب، سادھو، جوگی، رشی، جنگلوں اور پہاڑوں میں رہنے لگے تھے۔ روح میں یقین عام تھا، تناسخ کا ہر شخص قائل تھا۔ دیہاتیوں کی زندگی میں اب بھی سادگی تھی اور کھیت زیادہ تر مشترکہ تھے لیکن شہروں کی زندگی میں تصنع و تکلف تھا، ملک مختلف حصوں میں تقسیم تھا۔ چھوٹے چھوٹے راجا تھے جو آپس میں لڑا کرتے تھے اور ایک بڑی سلطنت کے قیام کی کوششیں کیا کرتے تھے۔ رعایا اور حکمران کا فرق نمایاں تر ہو گیا تھا اور عوام جن میں ویش اور شودر شریک تھے، اپنی بے چارگی اور بے بسی محسوس کرنے لگے تھے۔ ان حالات میں گوتم بدھ نے اخلاقی تعلیمات کا ایک ایسا درخشاں مرقع پیش کیا کہ جس

سے قدامت پسندی کی نظر میں خیرگی پیدا ہو گئی، ہندوستانی زندگی میں ایک انقلاب عظیم
ہوا اور خطہ میں مساوات و اخوت کی لہر دوڑ گئی۔

☆ ☆ ☆

تیسرا باب

بدھ مت

(پہلے ایڈیشن سے آج تک)

بدھ مت کا آغاز ہندوستان میں ہوا' جہاں برہمنیت کی جڑیں بہت گہری تھیں لہٰذا بدھ مت کے آغاز اور ابلاغ کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ برہمن ازم کی عدم موجودگی میں بدھ مت اپنے بعض انتہائی اہم تشکیلی عناصر سے محروم ہو جاتا جن میں اپنی جگہ بنانے کے لئے ایک سازگار ماحول کی موجودگی بھی شامل تھی۔ بدھ دور کے اعلیٰ ترین برہمن فلسفے نے اپنے شناختی مواد میں بہت سے ابتدائی ویدک دیوتاؤں کو شامل کر لیا تھا اور اس فلسفہ کے اکابرین جملہ مروجہ عقائد سے متعلقہ دیوتاؤں کی کثیرالجہت پرستش پر مشتمل ایک موزوں نظام وضع کر چکے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ برہمن کے حد سے زیادہ بڑھے ہوئے غلبہ نے عوام کی زندگی عذاب بنا دی تھی۔ عام آدمی اپنی گردن کی گولائی سے بھی تنگ پھندوں میں گرفتار تھا جنہیں تقدیس یافتہ گروہ مذہبی قواعد و ضوابط کا نام دیتا تھا۔ ان قوانین میں برہمن کی پرتعیش زندگی کے تسلسل کی ضامن لاتعداد رسوم پر عمل' ویدک تعلیمات کی لازمی پابندی اور ان تعلیمات پر عمل درآمد یقینی بنانے کی غرض سے ریاستی احکامات کو سخت سے سخت بنایا جانا شامل تھا۔

اس صورتحال میں برہمنیت کے خلاف ردعمل کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا

لہٰذا عظیم گوتم بدھ نے بدھ مت کے ذریعے برہمنوں کی بالادستی اور ویدی مذہب کی کڑی زنجیروں کو ماضی کا قصہ بناتے ہوئے بنی نوع انسان کی آزادی اور اس کی نجات کے لئے کام کرنے کے اپنے عزم کا پر قوت اظہار کر دیا۔ یہ امر حیران کن مگر خوشگوار ہے کہ بدھ مت جیسے نومولود مذہب نے فوراً" ہی نہ صرف مذہبی زندگی کا ایک نہایت ارفع و اعلیٰ تصور پیش کر دیا بلکہ برہمن کے پرورش کردہ پیچیدہ مذہب کی تمام تر غیر انسانی اور شدت پسندانہ شرائط و قیود کو بھی یکسر نظرانداز کر کے نچلی اور پچھلی ذاتوں کے نمائندوں کو مساویانہ سلوک کے ذریعے پہلی بار ان کے جداگانہ وجود کا احساس دلایا۔

بدھ مت جس کی بنیاد چھٹی صدی قبل مسیح میں رکھی گئی اپنی ابتداء ہی سے دنیا کے عظیم مذاہب میں شمار ہوتا آیا ہے۔ ابتدائی نشوونما کا دور گزرنے پر اس نے دو بڑی صورتیں اختیار کیں: سری لنکا اور برما جیسے ملک میں تو اس نے اپنی ابتدائی سادہ روایات کو برقرار رکھا لیکن چین اور جاپان میں یہ دوسرے مذاہب سے متاثرہ ایک پیچیدہ عقیدے کی حیثیت سے پھلا پھولا۔ بنی نوع انسان کے لئے نجات کا راستہ تجویز کرنے' ہر زندہ مخلوق پر رحم کرنے کا درس دینے اور عالمگیر بھائی چارے کی خواہش کا پرچار کرنے کی اپنی خصوصیات کے باعث ہر دو صورتیں عام پرامن آدمی کے لئے متاثر کن ہیں۔

عقاید کا یہ مجموعہ مذہب سے زیادہ ایک فلسفہ ہے جو خدا کے بارے میں خاموش رہتے ہوئے یہ درس دیتا ہے کہ بام عروج ذات' رحم اور شریف النفسی کے ذریعے نجات کی اس سلطنت میں داخل ہو جاؤ جہاں کچھ بھی مشخص نہیں۔

"کرم" اور "نروان" جیسے الفاظ بدھ مت کی شناختی اکائیاں ہیں۔ کرم سے مراد وہ اعمال ہیں جن کی مطابقت سے انسان کا دوسرا جنم اپنے خدوخال مرتب کرتا ہے۔ دوسرے جنم کے اعمال کی نوعیت پر تیسرے جنم کی صورت پذیری کا انحصار ہوتا ہے اور یوں عمل کی بنیاد پر مختلف خصوصیات رکھنے والی روح کے انتقال جسم کا سلسلہ چلتا

رہتا ہے۔ یہ چکر تب ختم ہوتا ہے جب نجات جیسی عظیم ترین برکت کا حصول ممکن ہو جائے۔

نجات کی بدھی سلطنت میں داخل ہونے کے لئے آدمی کو ہر طرح کی دنیاوی خواہشات اور وابستگیوں سے دامن چھڑا کر اپنی زندگی ان ضوابط کے تحت بسر کرنا ہوتی ہے، جن کی تفصیلی وضاحت بدھ نے اپنی تعلیمات میں جگہ جگہ کی ہے۔

بدھ کی تعلیمات کے درجہ اختصاص پر فائز ہونے کا ایک اہم سبب کسی "مستقل ذات" کے وجود کی نفی کے نظریہ میں مضمر ہے۔ گوتم کے تصورات واضح انداز میں ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی بھی چیز مستقل اور غیر فانی ہیئت و ساخت کی حامل نہیں ہے۔ خاندان، دوست، اقارب، محبوب حتیٰ کہ ہمارا اپنا جسم اور دماغ بھی "انا" یا "خودی" کی طرح مائل بہ فنا ہے۔

ہر بدھی پیروکار کا پہلا اور آخری مقصد نجات کی اس سلطنت میں داخل ہونا ہے جہاں کامل امن کے حصول کے علاوہ دکھ سے حتمی آزادی بھی ملتی ہے۔ گوتم نے دیوتا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس نے ایک معلم کی حیثیت سے لوگوں کو زندگی کا سچا راستہ دکھایا جس پر چلنا ممکن ہے، اس لئے بدھ لوگ خدا کی عبادت نہیں کرتے بلکہ اپنی کوششوں سے نجات پانے میں اعتقاد رکھتے ہیں۔

بدھ ان ابتدائی مذہبی رہنماؤں میں ایک ہیں جنھوں نے عالمگیر پرامن بھائی چارے کا درس دیا۔ بدھی طرز فکر کے تین بنیادی زاویے خواہشات کی نفی، نجات کا حصول اور علت و معلول کا دائرہ ہیں۔

مہاتما بدھ، گوتم یا سدھارتھ نے بتایا کہ انسان تین بڑی بیماریوں یعنی خود غرضی، جہالت اور دوسروں کے لئے نیک ارادوں کے فقدان میں مبتلا ہونے کے باعث دکھی ہیں۔

مغرب میں بدھ مت کا ابتدائی تعارف ایک مخصوص انداز فکر اور فلسفیانہ نظام کی

حیثیت سے ہوا۔ بہت سے مغربی مفکرین تیرہویں اور اٹھارہویں صدی میں اس کی تعلیمات کی طرف راغب ہوئے اور انہوں نے اپنے فلسفیانہ نظامات کے دائرہ میں رہتے ہوئے بدھ افکار کے حوالے سے قابل قدر کام کیا جو اہم فکری پہلوؤں کا حامل ہے۔
ان ابتدائی سطور کے بعد آیئے اب بدھ مت کے آغاز' ارتقاء اور فروغ کی داستان شروع کریں جو اجمالی تو ضرور ہے لیکن تشنہ نہیں۔

☆ ☆ ☆

(1)

بدھ مت کے اساسی نظریاتی اصول

چار عظیم سچائیاں

گوتم کے وضع کردہ مذہب کے کلیدی فکری نظام کی پوری عمارت جس بنیاد پر استوار ہے اس کی تشکیل "چار عظیم سچائیاں" (138) کرتی ہیں۔ یہ سچائیاں بدھ فکر میں اساسی درجہ کی حامل ہیں جن میں گوتم کا بنیادی فلسفہ مضمر ہے۔ ان حقائق کو مہاتما بدھ نے شب نجات کے تیسرے پہر نروان حاصل کرنے سے کچھ ہی دیر پہلے دریافت کیا۔ ان سچائیوں کی تشریح کے لئے گوتم کی تعلیمات میں جو حصہ ہمیشہ سند گردانا جاتا رہا ہے وہ ان کا پہلا اپدیش یا وعظ ہے۔ اس وعظ میں گوتم نے اپنے منحرف شاگردوں سے جو کچھ کہا اس کے مطابق "چار عظیم حقائق" مندرجہ ذیل ہیں:

1- دکھ

پہلی عظیم حقیقت یا سچائی "دکھ" ہے۔ یہ زندگی کی اصل حقیقت ہے۔ گوتم بدھ کے خیال میں جسمانی تکالیف، بیماری، ذہنی پریشانی، حالات کا جبر، عزیزوں سے جدائی اور قابل نفرت لوگوں کی صحبت کے علاوہ زندگی کی عارضی مسرتیں اور عیاشیاں بھی آخرکار دکھ کا باعث ثابت ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ خوشیاں مستقل نہیں ہوتیں اس لئے جب غم ان کی جگہ آن گھیرتا ہے تو دکھ کی افزائش ہوتی ہے۔ تغیر پذیر، کسی مستقل عنصر سے محروم اور کھوکھلی زندگی بجائے خود دکھ کا بڑا باعث اور انسان کے لئے غیر تسلی بخش صورتحال پیدا کرنے کی محرک ہوتی ہے۔

دکھ کی اقسام

بدھ مت میں پہلی سچائی یعنی دکھ کی تین مختلف اقسام بتائی گئی ہیں جو کچھ اس طرح ہیں:

الف۔ وہ دکھ جسے اس کے عمومی مظاہر کے ساتھ ہر شخص محسوس کرتا ہے۔

ب۔ وہ دکھ جو زندگی میں کسی مستقل عنصر کی موجودگی کے بغیر ایک سلسلہ علت و معلول کی پابند نمود کے باعث محسوس کیا جائے۔

ج۔ وہ دکھ جو بے ثبات اور تغیر پذیر زندگی کے باعث پیدا ہوتا ہے۔

دکھ کی موخرالذکر دو اقسام فلسفیانہ بنیادوں پر وجود رکھتی ہیں جن کی کلی حقیقت عام آدمی کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔ لیکن دکھ کی پہلی قسم جس کو اس کے عمومی خارجی مظاہر کے ساتھ ہر کوئی محسوس کرتا ہے' کی تشریح یوں کی جا سکتی ہے کہ گوتم کے نزدیک تمام اشیاء پانچ مرکبات پر مشتمل ہیں۔

(i) مادہ: آگ' ہوا' مٹی اور پانی جیسے قدیم طبیعاتی عناصر مراد ہیں۔

(ii) قوت احساس: آنکھ' ناک' کان' زبان اور جسم وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

(iii) قوت تمیز: یہ درخت ہے اور وہ پرندہ جیسے فرق واضح کرنے کی اہلیت۔

(iv) قوت فکر: داخلی وجدانی صلاحیتوں کی ترجمان قوت۔

(v) قوت شعور: یہ آخری مرکب ہے' اس کا مقام قلب انسان کو قرار دیا جاتا ہے۔

ان میں سے ہر مرکب مختلف عناصر پر مشتمل ہے جو گوتم نے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ یہ عناصر بھی تقسیم در تقسیم کے عمل سے گزارے جا سکتے ہیں یہاں تک کہ تمام اشیاء غیر مربوط ذرات کی شکل اختیار کر جائیں۔ گوتم کہتا ہے کہ چونکہ کائنات کی کسی بھی چیز یا انسان کی شخصیت میں کوئی عنصر مستقل بالذات نہیں اور ہر وجود ایک لمحاتی زندگی گزار رہا ہے جس کو سطحی نظر دیرپا اور اہم تصور کرتی ہے لہٰذا یہ دھوکہ بھی

دکھ ہے۔

اس حقیقت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء اور انسان جن مرکبات کا مجموعہ ہیں وہ خود اپنی جگہ مختلف قسم کے خارجی اسباب کی بناء پر ایک فانی مگر مخصوص شکل اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس عمل کے پیچھے کار فرما اسباب کے ہر لحہ بدلتے رہنے کے باعث اشیاء اور انسان بھی ہر وقت متحرک اور تغیر پذیر ہیں۔ اس نکتہ نگاہ سے کائنات اور اس کی تمام اشیاء دیکھنے والی آنکھ کے لئے مستقل عنصری صفات سے محروم، دقیقہ بہ دقیقہ متغیراور ناقابل شمار ذرات کا ایک طوفان ہیں جو ازل سے ابد کی طرف اڈا جا رہا ہے۔ انسان، اشیاء اور دیگر وجودوں سمیت اس طوفان کے تمام اراکین ذرات کے عارضی مجموعوں سے تشکیل یافتہ ہیولے ہیں جو اپنی تبدل پذیر فطرت کے سبب فانی اور بے حقیقت ہیں۔ گوتم کا زندگی کے بارے میں یہی بنیادی مکاشفہ ہے جس کی بنیاد پر انہوں نے ہر وجود کی "تین لازمی خصوصیات" (139) قرار دیں۔ ان کی تعلیم کے مطابق ہر وجود میں درج ذیل صفات لازماً پائی جاتی ہیں۔

الف۔ دکھ

ب۔ بے ثباتی

ج۔ مستقل عنصر سے محرومی اور نتیجہ کے طور پر تغیرپذیری

ان میں سے پہلی خصوصیت تو بلا تمہید تکلیف دہ ٹھہرائی جا سکتی ہے لیکن دیگر دو خصائص وجود بھی، بالواسطہ طور پر دکھ کا باعث ہیں۔ یوں بدھ کے نزدیک زندگی خصوصاً جو عام آدمی گزارتا ہے شروع سے آخر تک دکھ، غیر اطمینان بخش اور بے حقیقت و بے اصل ہے۔

بدھ نے کہا:

"بھکشوؤ! یہی دکھ ہے، یہ اولین سچائی ہے۔ پیدائش بھی دکھ، بیماری بھی دکھ اور موت بھی دکھ۔"

2- دکھ کی علت

دوسرا عظیم سچ یہ ہے کہ دکھ کے اس ازلی اور ابدی کارواں کی کہیں نہ کہیں کوئی بنیادی اور حقیقی علت ضرور موجود ہے۔ دکھ کے لامحدود سلسلے کا اصلی سبب اور علت گوتم کے مطابق خواہش ہے۔ یہی خواہش' طلب اور آرزو انسان کو اس دنیا میں جنم لینے پر مجبور کرتی ہے اور پھر زندگی بھر اسے مختلف صورتوں میں اپنی تسکین کے سامان ڈھونڈنے پر لگائے رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان جس طرح ناآسودہ اس دنیا میں آتا ہے اسی طرح غیر مطمئن رخصت ہو جاتا ہے' لیکن طلب کے جال اسے کسی اور جنم میں پھنسا کر پھر اس فانی دنیا میں لا پھینکتے ہیں۔ اس طرح یہ سلسلہ ازل تا ابد قائم رہتا ہے۔ نہ کسی کو انسان کے اولین جنم کی کہانی معلوم ہے اور نہ جنم مرن کے اس چکر کی انتہا ہی کسی کی سمجھ میں آتی ہے۔ گوتم کے مطابق اس جنم در جنم سلسلے کے پس منظر میں بھی قوت محرکہ کے طور پر خواہش ہی کار فرما ہے۔

بدھ نے کہا:

> "بھکشوؤ! میری نظر میں خواہش اور طلب جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے جس سے بندھی ہوئی مخلوقات ایک کے بعد دوسرے جنم میں طویل عرصہ سے چکر کاٹ رہی ہیں۔ یقین جانو بھکشوؤ! اسی خواہش کی زنجیر میں جکڑی ہوئی مخلوقات وجودوں کی طلسمی نگری میں منڈلاتی رہتی ہیں۔"

3- دکھ کا انسداد

تیسری عظیم سچائی یہ ہے کہ دکھ کے اس سلسلہ کا اگر کوئی بنیادی سبب ہے جیسا کہ دوسری عظیم سچائی سے ثابت ہے تو پھر اس کا انسداد بھی ممکن ہے۔ خواہش یا حرص و آز کو صرف جاری زندگی یا آئندہ زندگیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دکھ کا بنیادی

سبب قرار دینا اس لئے بھی مناسب ہے کہ جاری زندگی میں اگر اس علت کو کسی ڈھنگ سے متاثر کر دیا جائے تو بقیہ زندگی اور آئندہ جنم میں دکھ کا انسداد ناممکن الحصول امر نہیں رہتا۔ البتہ گزشتہ جنموں کے اسباب چونکہ پہلے سے متعین ہو چکے ہوتے ہیں لہٰذا اس سچائی کا اطلاق ماضی کی بجائے صرف حال اور مستقبل کی زندگی پر ہی ہو سکتا ہے۔ اس سچائی کے مطابق خواہش کو متاثر کر کے دکھ کا ازلی و ابدی جال توڑا جا سکتا ہے اور انسان جنم اور مرن کے چکر سے ہمیشہ کے لئے نجات پا کر نروان کی منزل حاصل کر سکتا ہے۔

گوتم کے بقول یہ اس لئے ممکن ہے کہ اگر سبب اور مسبب کے فطری قانون کے تحت وجود کا کاروان درجہ بدرجہ سفر کرتا ہے تو اسی منطق کی رو سے ایک سبب غائب ہونے پر اس کا مسبب بھی ختم ہو جائے گا۔ تیسرے عظیم سچ کا بنیادی مقصد ہے دکھ کے سبب کے خاتمہ سے سلسلہ دکھ کا مکمل خاتمہ۔

4- دکھ سے نجات کا راستہ

چوتھی عظیم حقیقت یا سچائی وہ آٹھ نکاتی راستہ ہے جس پر چل کر دکھوں کے سلسلہ کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی تین سچائیاں بدھ مت کے نظریاتی اصولوں سے متعلق ہیں اور یہ چوتھی سچائی وہ عملی طریقے بیان کرتی ہے جن کے اختیار کرنے سے دکھ دور ہوتے ہیں اور نجات قریب آ جاتی ہے۔ دکھ سے نجات کا یہ ہشت پہلو راستہ چونکہ آٹھ عملی اصولوں پر مشتمل ہے لہٰذا اسے اشٹانگ مارگ (140) کہا جاتا ہے۔ اشٹانگ مارگ کا تفصیلی ذکر مناسب مقام پر آئے گا۔

چار عظیم سچائیوں کا ذکر مکمل اور اشٹانگ مارگ کا تذکرہ موخر کرتے ہوئے یہاں ہم بدھ مت کے اساسی نظریاتی نظام کے ایک اور اہم رکن یعنی سلسلہ علت و معلول کا جائزہ لیں گے کیونکہ اسے سمجھے بغیر دوسرے اور تیسرے عظیم سچ کی مکمل طور پر تفہیم نہیں ہو پاتی۔

سلسلہ علت و معلول

بدھ مت کے تمام فرقوں کے نزدیک "سلسلہ علت و معلول" (141) کے بارہ مدارج گوتم بدھ کی مستند تعلیمات کا حصہ ہیں۔ یہ مدارج ایک دائرہ میں محو گردش اور آپس میں سبب اور مسبب کے رشتہ کے ذریعے مربوط ہیں۔ ان کا دائرہ اگرچہ آغاز اور اختتام کی حدود سے ماورا ہے لیکن حقیقی عرفان کے حصول کے بعد انسان اس پر متصرف ہو سکتا ہے۔ چونکہ اس سلسلہ کے جاری عمل کو صرف حقیقی عرفان ہی کے ذریعے متاثر کیا جانا ممکن ہے لہٰذا معرفت یا علم کی حریف قوت جہالت کو دائرہ مدارج سلسلہ علت و معلول کا پہلا پڑاؤ تصور کیا جاتا ہے۔ "سلسلہ علت و معلول" کے بارہ مدارج اجمالی تعارف کے ساتھ یوں بیان کئے جا سکتے ہیں :

(i) اودیا : جہالت

"سلسلہ علت و معلول" کے دائرے کا پہلا درجہ جہالت ہے جو بدھ مت کے نزدیک زندگی کے بارے میں صحیح نقطہ نظر سے محروم رہنے کا نام ہے۔ گوتم بدھ کی بیان کردہ چار عظیم سچائیوں' نروان اور دیگر تصورات پر یقین نہ کرنا بھی جہالت ہے۔ بدھ شارحین کے نزدیک وہ لوگ بھی جاہل ہیں جو دنیا کو عیش و عشرت کا دائمی مقام تصور کرنے کے علاوہ خدا کی عبادت' مذہبی رسومات کی پابندی اور عبادات کو سود مند سمجھتے ہیں۔

(ii) سنسکار : شعوری اعمال یا خواہش عمل

جہالت کے نتیجہ میں کرم (عمل) کے قانون کے مطابق وہ کیفیات پیدا ہوتی ہیں جو اچھے یا برے اعمال سے متعلق ہوتی ہیں۔ یوں "شعوری اعمال" وجود میں آتے ہیں۔ "جہالت" اور "شعوری اعمال" کے درمیان شراب اور نشہ کا سا تعلق بیان کیا جاتا ہے۔

(iii) وگیان: شعور، تمیز یا عقل

یہ درجہ "شعوری اعمال" کے نتیجہ میں وجود پاتا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں درجات سابقہ زندگی سے متعلق ہیں اور تیسرے درجے یعنی وگیان سے جو مدارج آغاز ہوتے ہیں وہ موجودہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں پچھلی زندگی کے اعمال کے نتیجہ میں شعور پیدا ہوتا ہے اور موجودہ زندگی کے پہلے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔

(iv) نام روپ: پہچان اور ساخت

روپ یا ساخت سے مراد مادی جسم ہے اور نام یہاں ان ذہنی قوتوں کی نمائندگی کرتا ہے جو تصور سے نہایت گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ بدھی نظریاتی اصولوں کے مطابق یہ تین قوتیں درج ذیل ہیں۔

الف: ویدنا (قوت احساس) ب: سنا (قوت تمیز) ج: سنسکار (خواہش عمل)

(v) شدھیاتنا: حواس خمسہ اور من

"نام روپ" کے نتیجہ میں حواس خمسہ (بصارت، سماعت، شامہ، ذائقہ و لامسہ) اور عقل پیدا ہوتی ہے جو احساسات کو بامعنی بنانے اور یادداشت کے لئے ضروری ہے۔

(vi) سپرش: لمس یا تعلق

حواس خمسہ اور عقل (142) کے نتیجہ میں چھ قسم کے احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ احساسات ہر نوع کی حس، اس کی مناسبت سے محسوس کی جانے والی شئے اور عمل احساس کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ مزید وضاحت کے لئے یہ جان لیں کہ بصارت کی شق میں قوت بصارت، ہدف بصارت اور عمل بصارت یہ سب شامل تسلیم کئے جائیں گے۔

(vii) ویدنا: تاثر، خارجی اشیاء کے تعلق سے سکھ اور دکھ کا احساس

اوپر مذکور احساسات ستہ (یعنی چھ قسم کے احساسات) کے نتیجہ میں "تاثرات ستہ"

پیدا ہوتے ہیں۔ بصارت کے نتیجہ میں الگ تاثر ہو گا اور سماعت کے نتیجہ میں الگ اور اسی طرح شامہ، ذائقہ، لامسہ اور عقل کے نتیجہ میں بھی منفرد نوعیت کے تاثرات جنم لیں گے۔ انہی کا نام ویدنا ہے۔

(viii) ترشنا: خواہش یا حرص و آز

ترشنا سے پہلے جو سات مدارج مذکور ہوئے وہ اگرچہ دوسرے درجے کے بعد، موجودہ زندگی سے ہی متعلق ہیں لیکن پچھلی زندگی کے اعمال سے متعین ہو چکے ہیں۔ اب خواہش یا حرص کے درجہ سے موجودہ زندگی کے وہ کرم (عمل) شروع ہوتے ہیں جو انسان کی موجودہ اور اگلی زندگی پر موثر ہوں گے۔ موجودہ زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی لئے خواہش کو دکھ کے سلسلہ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے جیسا کہ دوسری عظیم سچائی کے ذکر میں آپ مطالعہ کر چکے ہیں۔

(ix) اپادان: حصول مرغوبات

خواہش یا ترشنا کے نتیجہ میں مختلف جسمانی اور ذہنی محسوسات سے انسیت پیدا ہو جاتی ہے اور آدمی ہر حال میں ان سے وابستہ رہنا چاہتا ہے۔ بدھ نے یہاں صرف جسمانی لذات و محسوسات ہی کو انسان کی طمع سے وابستگی کی وجہ نہیں بتایا بلکہ ذہنی معتقدات، خیالی مباحث، ظاہری رسومات اور خود وضع کردہ اخلاقیات کے اصولوں کی اندھی فردی و اجتماعی تقلید کو بھی خواہش کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اس درجہ سے موجودہ زندگی کے مدارج ختم جبکہ مستقبل سے متعلقہ مدارج آغاز ہوتے ہیں۔

(x) بھو: تناسخ یا وجود میں آنا

زندگی اور اس کے مختلف محسوسات سے لگاؤ اور وابستگی کے نتیجہ میں انسان مرنے کے بعد، اگلے جنم کے لئے کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی ماں کے پیٹ میں دوبارہ وجود میں آتا ہے۔

(xi) جاتی: پیدائش

کہیں بھی، کسی بھی ماں کے پیٹ میں دوبارہ وجود میں آنے کے نتیجہ میں دوبارہ پیدائش کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے۔

(xii) جرامرن: بڑھاپا اور موت

بڑھاپا اور موت یوں تو پیدائش کا نتیجہ ہیں لیکن یہاں دراصل اپنی حقیقی روح میں "بڑھاپا" اور "موت" دکھ اور غم کے اس عظیم کاروان کا استعارہ ہیں جس سے بدھ مت کا تصور حیات عبارت ہے۔ دکھوں کے جس دائروی لشکر کی تشکیل بڑھاپا اور موت کرتے ہیں وہ وجود کا ایک لازمی خاصہ ہے۔ یہ اپنے پیچھے کار فرما اسباب کا طویل سلسلہ رکھتا ہے جس کے بارہ مختلف مدارج سے ہم گزشتہ سطور میں متعارف ہوئے ہیں۔

اشٹانگ مارگ: ہشت پہلو راستہ

اشٹانگ مارگ کا ضمنی ذکر چوتھی عظیم سچائی کے تذکرہ میں ہو چکا ہے۔ یہاں ہم ان آٹھ اصولوں کا جائزہ لیں گے جن سے ہشت پہلو راستہ متشکل ہوتا ہے۔ اشٹانگ مارگ کے یہ اصول نظریاتی کم اور عملی زیادہ ہیں اور یہی ان کا تخصیصی پہلو ہے۔ بدھی افکار کے مطابق نجات کے ضامن ہشت پہلو راستے کے آٹھ ارکان مندرجہ ذیل ہیں۔

1- سمیک درشٹی: مناسب نقطہ نظر

بدھ مت کے اپنے روایتی انداز میں اس کا مطلب ہے: "چیزوں کو اسی طرح دیکھنا جیسی کہ وہ ہیں۔" عمومی اعتبار سے اس کا مفہوم زندگی کے بارے میں بدھ کے نقطہ نظر اور اس کی تعلیم کردہ چار بنیادی اور عظیم سچائیوں کو غیر مشروط طور پر مان لینا ہے۔ جو مذہبی یا غیر مذہبی نظریات بدھی افکار سے متصادم ہیں انہیں ترک کئے بغیر نجات کے

راستے پر پہلا قدم بھی نہیں بڑھایا جا سکتا۔

2- سمیک سنکلپ: مناسب ارادہ

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ایسے خیالات اور جذبات پیدا کرے جو تمام اخلاقی برائیوں مثلاً غصہ' نفرت' لذت پرستی' خودغرضی اور تشدد کی نفی کرتے ہوں۔ مناسب ارادہ کا حامل شخص تمام مخلوقات کے لئے ہمدردی' ایثار اور محبت کا رویہ اپناتا ہے۔ بدھ مت کے درج ذیل اصول اسی نظریہ کی توسیع ہیں:

الف- میترا: محبت ب- کرنا: ہمدردی ج- اہنسا: عدم تشدد۔

3- سمیک واک: مناسب گفتگو

یہ رکن ہر اس بات کے زبان سے ادا کرنے کی مخالفت پر زور دیتا ہے جو شر اور برائی کا سبب ہو۔ جھوٹ' غیبت' چغل خوری' فضول گوئی اور تلخ نوائی مناسب گفتگو کے دائرے سے یکسر خارج ہے۔ یہ اصول نرم گفتاری' راست گوئی اور متوازن و مدلل گفتار کی تلقین کرتا ہے۔

4- سمیک کرمانتا: مناسب اعمال

اشٹانگ مارگ کے اس اصول میں ان تمام باتوں سے بچنا جو بدھ مت کی اخلاقیات میں ممنوع ہیں اور ان تمام اعمال کو سرانجام دینا جو بدھ پیرو پر لازم ہیں' شامل ہے۔ ہر جاندار سے ہمدردی' فیاضی اور خدمت خلق وغیرہ جیسے اعمال جو بدھ کی پسندیدہ صفات ہیں' اسی ضمن میں شمار ہوتے ہیں۔

5- سمیک اجیوا: مناسب رزق

اس کا مفہوم ہے: اپنی محنت سے کمائی ہوئی حلال آمدنی کو استعمال کر کے زندگی بسر کرنا اور ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی ممانعت۔ ظلم' زیادتی' دھونس' بے ایمانی اور

بددیانتی کے علاوہ بدھ مت میں ممنوعہ پیشوں (143) (ان کا ذکر مناسب مقام پر آئے گا) سے روزی کمانا اس عملی اور اطلاقی اصول کی سنگین خلاف ورزی شمار ہوتا ہے۔

6- سمیک ویام (144) : مناسب محنت

اس سے مراد وہ قوت ہے جو پسندیدہ خیالات و جذبات کو پیدا کرنے اور انہیں اختیار کرنے نیز ناپسندیدہ جذبات و خیالات کو ابھرنے سے روکنے اور باطن بدر کرنے کے سلسلے میں سچے بدھی پیرو کو درکار ہوتی ہے۔ گوتم کے بقول ہمدردی، محبت، بے غرضی اور راست گفتاری وغیرہ اعلیٰ خیالات و تصورات میں شامل ہیں۔ ان اوصاف کو اپنی ذات میں پیدا کرنے اور ان کے برعکس خصائص کو ختم کرنے کے لئے جو کوشش کرنا پڑتی ہے وہی "مناسب محنت" قرار دی گئی ہے۔ سدھارتھ کے نزدیک نفسانی خواہشات، نفرت اور دنیاوی اشیاء کے حصار سے رہائی پانا ہی اعلیٰ ترین اخلاقی تربیت کا مقصود ہے۔

7- سمیک سمرتی (145) : مناسب حافظہ

فرد سے معاشرے تک یکساں اثر آفرینی کے ساتھ قابلِ اطلاق ہشت جزوی راستے کے ساتویں اصول سے مراد مناسب باتوں کو یاد رکھنا اور نامناسب خیالات کو ذہن سے نکال پھینکنا ہے تاکہ بقائمی ہوش و حواس فلاح ذات کی سمت بھرپور کوشش ممکن ہو سکے۔ انسان کو ہر وقت اور ہر حالت میں خیالات، جذبات، حرکات و سکنات، نشست و برخاست، گفتگو اور مختلف اعمال میں یکسو ہو کر اپنی راست الستمی کا تعین کرنا چاہئے۔ اس عمل میں غفلت اور لاپرواہی سے پرہیز شرط اولین ہے۔ ایسا کرنے سے ہی انسان دیگر اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی پابندی کر سکتا ہے ورنہ غیر منصوبہ بند اور اضطراری اعمال کے نتیجہ کے طور پر وہ غلط کاریوں کی کھائیوں میں گرتا رہے گا۔

8- سمیک سمادھی (146) : مناسب مراقبہ

اشٹانگ مارگ کا یہ آٹھواں عملی اصول بدھ مت کی اہم ترین عبادت ہے کیونکہ گوتم نے نروان کی منزل مراقبہ ہی کی بدولت پائی تھی لہٰذا ان کے مریدین کے لئے بھی "مناسب مراقبہ" کے بغیر نجات کی سلطنت میں داخلہ ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ "ہشت جزوی راستے" میں اس سے قبل سات ارکان مذکور ہو چکے ہیں اور بدھی اخلاقیات میں مزید احکامات بھی موجود ہیں جن کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا لیکن ان کی حیثیت محض معاون اسباب کی سی ہے جو موزوں صورتحال پیدا کرنے کا محرک ہیں تاکہ ایک فرد منفی شخصی خصائص سے پاک ہو کر مثبت اوصاف کے ساتھ مراقبہ کے لئے تیار ہو سکے۔ "مناسب مراقبہ" ہی وہ براہ راست سبب یا اقدام ہے جو نجات کا حصول ممکن بناتا ہے۔ بدھ تعلیمات کے مطابق مراقبہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں جو نجات یا نروان کی منزل پر تمام ہوتا ہو۔

مراقبہ یا سمادھی

مراقبہ کے لئے بدھ مت سمیت تمام ہندوستانی مذاہب میں مستعمل اصطلاح "سمادھی" جملہ ذہنی قوتوں کی یکسوئی اور مرکوزیت سے عبارت ہے۔ جب انسان کی تمام تر ذہنی صلاحیتیں مع قوت فکر و تصور کسی ایک نکتہ یا موضوع پر مرکوز ہو جاتی ہیں تو ان میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔ تب بصیرت کی آنکھ ان سربستہ اسرار و حقائق کو بھی مشاہدہ کر لیتی ہے جو عام حالات میں انسان کے فکری جہد کی گرفت اور مشاہدے میں نہیں آتے۔ مراقبہ یا سمادھی کے دوران فکر و تصور کے ارتکاز میں جس قدر اضافہ اور استقلال پیدا ہو گا اسی نسبت سے بصیرت اور رسائی بڑھے گی۔ ایک عام پریشاں خیال آدمی حقائق کو سطحی طور پر جان پاتا ہے کیونکہ ہندوستان کی مذہبی روایات کے مطابق:

> "عام حالات میں انسان کا فکر اور تصور اس پاگل بندر کی
> طرح مضطربانہ حرکات کا مرتکب ہوتا ہے جسے کسی زہریلے بچھو

نے کلٹ لیا ہو لیکن سماوھی میں اعلیٰ درجہ کی محویت کے دوران
انسانی قوت فکر و تصور کی مثال تیل کی اس دھار سی ہے جو ایک
برتن سے دوسرے میں بے آواز گر رہی ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں ارتکاز توجہ' فکر کی یکسوئی' مراقبہ یا سماوھی کو کسی نہ کسی صورت اور درجہ میں ضرور اہمیت دی گئی ہے۔ ہندوستانی مذاہب میں مراقبہ کو کلیدی اہمیت حاصل ہے' خصوصاً بدھ مت کے بنیادی خدوخال اسی عبادت سے ترتیب پاتے ہیں۔ لہٰذا بدھ مت اپنی اس اعلیٰ ترین سرگرمی کے لئے پیروکاروں کو بتدریج تیار کرتا ہے۔ اس تیاری کا انحصار مراقبہ میں حصہ لینے والوں کی استعداد پر منحصر ہوتا ہے جنہیں عموماً چار گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

پہلی جماعت : بدھ مت اختیار کرنے کے بعد دنیاوی خواہشات ترک کرنے' مذہبی تعلیمات سننے' پاکیزہ غور و فکر کرنے' نیک اعمال انجام دینے اور روحانی شکوک سے باہر آکر خارجی توہمات سے چھٹکارہ حاصل کرنے والوں پر مشتمل ہے۔

دوسری جماعت : پہلی جماعت سے گزر کر ہوس' حسد اور نفرت جیسے جذبات سے بے نیاز ہو جانے والوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

تیسری جماعت : اس میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو پہلی دو جماعتوں سے گزر کر اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں خود غرضی کا جذبہ ان کے باطن میں گھر نہیں کر پاتا اور سب کی بھلائی ان کا نصب العین بن جاتا ہے۔

چوتھی جماعت : خواہش حیات' غرور اور جہالت سے ماوراء لوگ اس جماعت کے رکن بن کر ارہت (147) کہلاتے ہیں۔

قبل از مراقبہ مشقیں

بدھ کے نئے شاگردوں کے لئے حکم ہے کہ وہ سنگھ (جماعت الفقراء) کے ساتھ رہیں اور مذہبی تعلیمات نہایت غور و فکر سے سماعت کریں۔ بعدازاں ان میں دنیا کی

ناپائیداری کا احساس پیدا کرنے کے لئے ترغیب آمیز درس دیئے جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ بدھ دیو سب سے پہلے شاگردوں کو کسی معمولی موضوع (چیز، تصور، وجود یا خیال وغیرہ) پر غور کرنے کا حکم دیتے تھے۔ جب وہ اس موضوع کی ناپائیداری کا احساس کرنے کے قابل ہو جاتے تو موضوع نسبتاً زیادہ اہم ہو جاتا۔ اس طرح وہ بتدریج غیر اہم سے اہم اور معمولی سے غیر معمولی موضوعات کی طرف اپنے فکری سفر کا آغاز کرتے جس کا اختتام ہر شئے کی زوال پذیری ان پر ظاہر کر دیتا۔

مراقبہ سے پہلے بدھوں میں چار قسم کے دھیان یا مشقیں رائج تھیں۔ ان کا اجمالی تذکرہ کچھ یوں ہے:

پہلی مشق: اس کی مدد سے مشاق ہر دنیاوی چیز کو بے حقیقت سمجھ کر اپنی توانائیاں حقیقی سچ کی دریافت کے عمل میں جھونکتا ہے۔

دوسری مشق: دل و دماغ احساساتی سطح پر اعلیٰ ترین فیوض و برکات (148) کے تصور میں محو ہو جاتے ہیں۔

تیسری مشق: اس مقام پر مشاق دنیا و مافیہا سے کلی طور پر بے نیاز ہو جاتا ہے۔

چوتھی مشق: ابتدائی تین مشقوں سے گزر کر چوتھی مشق انجام دینے والا اپنی ذات کی نفی کرتا ہے اور "میں ہوں" کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جب حق پرستوں کی خام طبیعت ابتدائی طہارت کے حصول کے بعد اگلے بڑے مرحلے یعنی مراقبہ کے لئے مکمل طور پر تیار ہوتی ہے۔

مراقبے کی اقسام

بدھ مت میں مراقبہ یا سادھی دکھوں سے نجات دلانے اور نروان تک پہنچانے والے "ہشت جزوی راستے" کے آخری رکن کی حیثیت سے مذکور ہوا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر بدھی روایات میں مراقبہ کی مختلف اقسام، مدارج اور صحیح مراقبہ میں معاون اور حائل چیزوں اور ان کے نتائج سے متعلق خاصی تفصیلات ملتی ہیں۔ اس

ضمن میں خاص طور پر ایک قدیم مصنف بدھ گھوش (149) کی تصنیف "وشدھی ماگ" کو کلاسیکی اہمیت حاصل ہے۔ مذکورہ تصنیف کے مطابق "صحیح مراقبہ" کے لئے چالیس ایسے موضوعات ہیں جو خود مہاتما بدھ نے مختلف اوقات میں مختلف طبائع کے لوگوں کے لئے وضع کئے اور بدھ دھرم کی مقدس کتابوں میں بیان ہوئے۔ ہر شخص اپنے مزاج اور رجحان طبیعت کی مطابقت سے کوئی ایک یا مختلف اوقات میں مختلف موضوعات مراقبہ کے لئے انتخاب کر سکتا ہے۔

مراقبہ میں معاون کیفیات

مراقبہ کے اعلیٰ اور مطلوبہ نتائج کو یقینی بنانے کے لئے مراقبہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر (i) قلبی اطمینان پیدا کرے (ii) محبت آمیز مسرت حاصل کرے (iii) چستی اور ہوشیاری کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے (iv) ذہنی سکون اور خوشی سے معمور رہے اور (v) یقین کے ساتھ یکسو ہو کر مراقبہ کرے۔ ان پانچ معاون کیفیات کی طبیعت میں موجودگی ہی مراقبہ کے ثمر آور ہونے کی ضامن ہے۔

مراقبہ میں حائل کیفیات

مذکورہ بالا کیفیات کی متضاد کیفیات بھی ہیں جو اگر مراقبہ کے خواہشمند پر غلبہ پالیں تو مطلوبہ نتائج کا حصول ممکن نہیں رہتا اور شدید ریاضت بے کار جاتی ہے۔ یہ پانچ منفی خصوصیات درج ذیل ہیں:

(i) نفسانی خواہشات سے باطنی وابستگی۔

(ii) دوسرے لوگوں سے عداوت اور بغض کا جذبہ۔

(iii) چوکسی اور ہوشیاری پر سستی اور غفلت کا غالب آنا۔

(iv) ذہنی و فکری رجحانات میں انتشار اور بے ربطی۔

(v) اپنی سرگرمیوں پر شک اور بے یقینی کی باطنی کیفیت۔

مذکورہ بالا تمام کیفیات مراقبہ کے اعلیٰ اور حتمی نتائج کی برآمدگی کی راہ میں حائل

بنیادی رکاوٹیں تصور کی جاتی ہیں جن سے مراقبہ کرنے والے کا محفوظ رہنا اشد ضروری ہے۔

مراقبہ کے مدارج

روایتی اعتبار سے "صحیح مراقبہ" کی مکمل کیفیت سے دوچار ہونے کے دوران سالک کو تین ابتدائی مدارج سے گزرنا ہو گا۔ ان مدارج سے بخیر و خوبی عہدہ برآ ہونے کے بعد ہی وہ صحیح مراقبہ کی مکمل کیفیت کی راحت پا سکے گا جو پہلا دھیان کہلاتی ہے۔ اس کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے دھیان سے گزر کر چوتھے دھیان کی منزل آتی ہے' جہاں پہنچ کر مراقبہ کرنے والے میں وہ بصیرت پیدا ہو جاتی ہے جس کی مدد سے تمام مظاہر اور وجودوں کو ان کی حقیقی نوعیت و ہیئت کے ساتھ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

مراقبہ کے نتائج

مراقبہ کرنے والا جب تمام ابتدائی تربیتی و مشقی امتحانات میں سرخرو ہو کر "صحیح مراقبہ" کی منزل بھی پا لیتا ہے تو بدھی اصطلاح (150) میں "چشم حقیقت بیں" کا حامل ہو جاتا ہے۔ اس مرحلہ پر فکر و تصور کی قوتوں کو کسی بھی وجود و موجود کی طرف مرکوز کرنے سے بدھ مت کی بتائی ہوئی تین صفات الوجود واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہیں۔

وجود کی یہ تین صفات درج ذیل ہیں:

الف: تمام وجود و موجود فانی ہیں۔

ب: تمام وجود و موجود دکھ ہیں۔

ج: تمام وجود و موجود مستقل عنصر سے محروم ہیں۔

طلسم وجود کے اسرار و رموز عیاں ہونے پر وہ زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں جو مظاہر سے متعلق فہم انسانی کو ایک خاص حد سے آگے نہیں جانے دیتیں۔ اس مقام پر وہ تمام دائرے "آنا" فانا" معدوم ہو جاتے ہیں جو انسان کو جنم' موت اور دوبارہ جنم کے بعد دوبارہ موت کے ازلی و ابدی سفر میں گرفتار رکھتے ہیں۔ "چشم حقیقت بیں" کے حصول

کے بعد گمراہی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان اس عظیم عرفان کو حاصل کرتا ہے جسے "نروان" کہتے ہیں۔

نروان: نجات

بدھی افکار کے مطابق نروان ہی وہ اعلیٰ ترین منزل اور مقصود ہے جسے پا کر ہر دکھ سے رہائی ممکن ہے۔ نجات کا یہ تصور تمام مثبت کیفیات کے حصول کی ضمانت دینے کے ساتھ ساتھ ناپسندیدہ اور منفی کیفیات حیات کے کلی خاتمہ کی بشارت بھی دیتا ہے۔ یہی وہ مقصد ہے جو بدھی طرز حیات میں سب سے بلند درجہ کا حامل ہے۔ نروان کے متعلق گوتم بدھ کے جو اقوال اور بعد کی تشریحات دستیاب ہیں ان کے مطابق یہ ایک ایسی حالت ہے جو عام انسانی ذہن کے احاطہ فکر میں نہیں سما سکتی۔ چونکہ عام اذہان اس کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں لہٰذا اس کے متعلق بھرپور تشریح و وضاحت سے کچھ بیان کرنا بھی ناممکن ہے۔ حصول نروان اور نئے دریافت شدہ دھرم کی تبلیغ کا عزم صمیم کرنے کے بعد گوتم کے لئے ضروری تھا کہ عوام تک اپنا پیغام پہنچائیں۔ وہ لوگوں کو بتانا چاہتے تھے کہ نروان ہی میں تمام دکھوں سے چھٹکارا اور ابدی مسرت پوشیدہ ہے نیز یہی انسان کا حقیقی مطلوب ہے۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل اور نروان کی عامیانہ وضاحت کی غرض سے انہوں نے عام ذہنی سانچوں سے مستعار لی ہوئی تعبیرات سے استفادہ کیا جو بہرحال ناگزیر تھا۔

نروان کیا نہیں ہے

بدھ مت میں نروان کی تشریح کے لئے جو استعارات اور تشبیہات مستعمل ہیں وہ زیادہ تر منفی نوعیت کی ہیں۔ اس طرح معلوم حقائق کی نفی کر کے نروان کی ماورائی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بدھ مت کی ادبیات میں جابجا نروان کے لئے غیر مخلوق، غیر مرکب، دوسرا کنارہ، لافانی، غیر متعلق، لامحدود، رہائی، عدم جذباتیت اور عظیم چھٹکارا جیسی تعبیرات ملتی ہیں۔ ایک جگہ گوتم بدھ کے الفاظ میں نروان کی

حقیقت یوں ظاہر کی گئی ہے:

"بھکشوؤ! ایک ایسی کیفیت موجود ہے جہاں نہ تو خاک ہے نہ پانی' نہ آگ ہے نہ ہوا' نہ لامکانیت ہے نہ شعور کی لامحدودیت' نہ عدم شعور ہے نہ غیر عدم شعور' نہ یہ دنیا ہے نہ دوسری دنیا' نہ سورج ہے نہ چاند---- اور ہاں' بھکشوؤ! میں کہتا ہوں کہ وہاں نہ آنا ہے نہ جانا' نہ ٹھہرنا ہے نہ گزرنا---- نہ ہی وہاں پیدائش ہے۔ وہ کسی حرکت اور بنیاد کے بغیر ہے۔ بے شک یہی نروان ہے۔"

نروان کیا ہے

مندرجہ بالا بیان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ نروان یا نجات کا بدھی تصور کلی طور پر مبہم یا محض منفی تعبیرات کا حامل ہے' ایک بہت بڑی غلطی ہو گی کیونکہ بدھ مت کی ادبیات میں کچھ مقامات پر نروان کی مثبت صفات کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ ایسے مقامات نروان کے متعلق عام آدمی کے تصورات کو بہت حد تک واضح کرنے میں انتہائی معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں گوتم کا یہ بیان بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے' جو انہوں نے ایک برہمن کے اس سوال کے جواب میں دیا کہ کیا دکھ اور موت کے سیلاب میں کوئی محفوظ مقام بھی ہے؟

بدھ کہتا ہے:

"خوفناک سیلاب میں ندی کے بیچوں بیچ'
موت اور بے ثباتی کے مارے ہوؤں کے لئے'
میں تمہیں ایک جزیرہ کا پتا دیتا ہوں' کپا! (151)
____ میں ایک جزیرے کے بارے میں تمہیں بتاتا ہوں'
جہاں ان میں سے کوئی چیز موجود نہ ہو گی۔
اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھنا اور بے تعلق ہو جانا'
یہی ہے وہ جزیرہ' وہ لاثانی جزیرہ'

یہی ہے موت اور بے ثباتی کا خاتمہ
میں اسے نروان کے نام سے پکارتا ہوں' کپا!
____ یہی وہ جزیرہ ہے۔"

اس طرح کی تمثیلات کے علاوہ بدھی لٹریچر میں نروان کے لئے اور بھی مثبت استعارے استعمال ہوئے ہیں مثلاً محفوظ کنارہ' مسرت کا ٹھکانہ' آسانی کا گھر' شہر مقدس' ہر دکھ کا علاج' عظیم حقیقت' عظیم مسرت' مستقل بالذات' ازلی اور ابدی وغیرہ۔

بہرحال نروان کی تشریح کے لئے مثبت تماثیل ہوں یا منفی علامات ہر دو کے ذریعے اسی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نروان ہی میں انسان کے تمام دکھوں اور مسائل حیات کا حقیقی حل مستور ہے۔ اس ضمن میں گوتم کے مندرجہ ذیل الفاظ بدھ مت کے ماننے والوں کے لئے سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

بدھ نے کہا:

"پیدائش' بڑھاپا' بیماری' دکھ اور مجموعہ عیوب ہوتے ہوئے اور ان کا شکار ہو چکیں اشیاء کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے میں نے اس کی تلاش آغاز کی جو غیر مخلوق' غیر تغیر پذیر' بے رکاوٹ' بے غم' بے عیب' محفوظ اور ہر پابندی سے آزاد ہے..... یعنی نروان اور میں نے اسے پا لیا۔"

☆ ☆ ☆

(2)
بدھ فکر و فلسفہ

چار بنیادی سچائیوں' سلسلہ علت و معلول' ہشت جزوی راستے' نروان اور تصورات نروان پر بحث کے بعد ہم ذیل میں بدھ فکر و فلسفہ کے اہم پہلوؤں کا جائزہ لیں گے۔

بدھ مت اور تخلیق کائنات

بدھ سے پہلے کے ہندوستان میں غور و فکر کے رجحان کا ارتقاء صرف اس عدم یقین کے باعث نہ تھا جو اس وقت محسوس کیا جاتا ہے بلکہ اس کی ایک وجہ علم کی تشنگی بھی تھی لہٰذا قدیم ہندوستانی فکر و دانش کو محض حیات کی نفی قرار دینا کلی طور پر درست نہیں ہے۔ قدیم ہندوستانی ذہن نے کائنات کے بارے میں کئی پہلوؤں سے سوچا۔ کبھی تخلیق کائنات کا باعث حرارت کو قرار دے کر بعد میں اسے ریاضت شاقہ کا قائمقام لفظ قرار دیا گیا اور کبھی یہ کہا گیا کہ کائنات ایک جنسی فعل کا نتیجہ ہے۔ کبھی تخلیق عالم کا ایک "سنہرے رحم" میں انجام پانا بیان کیا گیا اور کبھی اسے کسی ابتدائی قربانی کا پھل سمجھا گیا۔ اس عہد کی زیادہ تر مذہبی تعلیمات میں تخلیق کو ایک فرد اولیں کی خود آگہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے' جو "پرش" یا "پرجاپتی" (152) کے نام سے موسوم ہے۔

بعد کے غیر مقلد علماء کائنات کی تخلیق کا طبیعی اور ملحدانہ نظریہ پیش کرتے ہیں۔ جہاں تک گوتم کی تعلیمات میں تخلیق کائنات کے تصور کا سوال ہے تو اس ضمن میں

بقول اے۔ ایل باشم وہ اولین اسباب پر غور و فکر کرنے کو محض وقت کا ضائع کرنا خیال کرتے تھے۔ کائنات کیسے وجود میں آئی اور اس کا انجام کیا ہو گا؟ اس قسم کے سوالات کے جواب بدھی لٹریچر میں نہیں ملتے۔ روایت ہے کہ ایک بھکشو نے بدھ سے پوچھا: کیا کائنات لافانی اور لامحدود ہے؟ بدھ نے غور سے سوال سنا اور اسے فضول سمجھ کر خاموش رہے۔ یوں بدھ مت کے بانی کی تعلیمات تخلیق کائنات کے سوال پر گونگی رہ گئیں۔

بدھ افکار اور خدا کا وجود

بدھ مت تخلیق کائنات کے ساتھ ساتھ خدا کے وجود کے حوالے سے بھی خاموش ہے۔ بدھ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کے وجود سے انکاری تھے' ایسا غالباً اس لئے فرض کیا گیا کہ بدھی تعلیمات میں اعتقادات و عبادات کا کوئی واضح اور لمبا چوڑا نظام قیام پذیر نہ ہو سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ بدھ افکار اگر خدا کے وجود کا اثبات نہیں کرتے تو انکار بھی نہیں کرتے' محض سکوت ہے جس کے معنی انکار بہرحال نہیں لئے جا سکتے۔ خدا کے وجود کے متعلق خاموشی اختیار کرنے کی وجہ بدھ کا یہ خیال تھا کہ اگر اس کے پیروکار کسی خارجی طاقت کا سہارا لیں گے اور اپنے دنیاوی مصائب و آلام میں اس کی مدد کے منتظر رہیں گے تو ان کی خود اعتمادی متاثر ہو گی جس کے نتیجہ میں عمل کی انفرادی صلاحیت مجروح ہو گی۔

بدھ نے کبھی اپنے آپ کو خدا کہا نہ نجات دہندہ۔ لیکن بدھ کے بعد جب اس کے پیروکار مختلف فرقوں میں بٹ گئے تو شمالی بدھوں نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ بدھ الوہیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔ ان کے نزدیک "خدا بدھ کی صورت میں ظاہر ہوا۔"

جنوبی بدھوں کا تصور خدا البتہ کچھ مختلف ہے یہ لوگ بدھ کو ہی خدا قرار دے کر قادر مطلق اور مختار کل جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا سطور سے ہم اس

نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بدھ مت کی ابتدائی اور خالص ترین صورت میں خدا کے وجود کی کوئی گنجائش یا تذکرہ نہ تھا لیکن بعد میں خدا کا تصور کسی نہ کسی طرح بدھی تعلیمات کا حصہ بن گیا۔

بدھ کا نظریہ روح

بدھ کا کہنا ہے کہ میرے دھرم کو اختیار نہ کرنے والے جاہل ہی روح کی مختلف حالتوں پر بحث کرتے ہیں لیکن جنہوں نے نئی زندگی کو پا لیا ہے وہ جان گئے ہیں کہ " میں" کوئی چیز نہیں۔

روح کے وجود کا منکر گوتم "ہشت جزوی راستہ" پر چل کر حصول نروان ہی کو سب کچھ قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ جب تک نروان حاصل نہیں ہوتا تب تک انسان اپنے اعمال اور خواہش عمل کی وجہ سے ایک زندگی سے دوسری زندگی میں گھومتا رہتا ہے۔ اس طرح وہ تناسخ کا قائل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر روح ہی نہیں ہے تو پھر اگلا جنم کس کا ہوتا ہے؟ اس حوالے سے بدھ مت کی تعلیمات میں یہ جواب ملتا ہے کہ انسان کے اعمال فنا نہیں ہوتے لہٰذا جب کوئی زندہ انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کی نوعیت کے مطابق ہی نئے انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔

بدھ مصنفین کے مطابق روح سے انکار کے باوجود دوسرا جنم اس طرح ممکن ہے جس طرح ایک دیئے سے دوسرا دیا جلایا جاتا ہے۔ اگر کوئی بے گناہ اس دنیا میں دکھ پاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ضرور یہ میرے عمل کا نتیجہ ہے۔ لیکن روح کی عدم موجودگی میں دکھ دینے والے اور دکھ پانے والے انسان میں موازنہ کیسے ممکن ہے؟

اس کا جواب درج ذیل ہے:

بدھ کہتا ہے:

"موازنہ تو اس میں ہے جو انسان کے مر جانے اور جوہر کے گل جانے کے بعد بھی باقی رہتا ہے' یعنی انسان کے ابدی اعمال'

خیالات اور الفاظ۔"

گوتم بدھ کی بنیادی تعلیمات کے مطابق یہ کائنات' اس کے تمام مظاہر' ہر وجود اور تمام ساکنات و متحرکات "بے روح" ہیں۔

گوتم اور دیوتا

مہاتما بدھ نے دیوتاؤں کے وجود سے یکسر انکار نہیں کیا۔ وہ اندر اور برہما سمیت رگ وید کے تین بڑے دیوتاؤں کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کا اعتقاد ہے کہ یہ دیوتا بھی انسانوں کی طرح سکھ اور دکھ جیسی کیفیات کا شکار ہوتے ہیں اور اپنے اعمال کی نوعیت کے لحاظ سے کبھی اعلیٰ اور کبھی ادنیٰ جنم پاتے ہیں۔ اس بدھی تصور سے ہندو دیوتاؤں کی مطلق العنانیت کو ہر دور میں ٹھیس لگتی آتی ہے۔

جنت اور دوزخ کا بدھی تصور

جنت اور دوزخ کا بدھی تصور کچھ زیادہ واضح نہیں لیکن ایک بات تو طے ہے کہ مقام نجات یا نروان کی برکات بدھ مت میں جنت کی نعمتوں کے متوازی مقام کی حامل ہیں اور دوسری طرف اس اعلیٰ منزل سے محروم لوگ جن مصائب کا شکار ہوتے ہیں وہ تمام وہی ہیں جن سے دوزخیوں کو بھی گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود روایت ہے کہ ایک بھکشو نے بدھ سے استفسار کیا:

"اے آقا! کیا آنند دھام (153) (مقام کیف : جنت) کا وعدہ فضول' بے معنیٰ' افسانہ اور محض خیال آرائی ہے؟"

بدھ نے جواب دینے کی بجائے سوال کیا: "یہ وعدہ کیا ہے؟"

بھکشو کہنے لگا:

"مغرب میں ایک ملک ہے جسے پاک دھرتی کہتے ہیں۔ وہ چاندی' سونے اور جواہرات سے آرائش یافتہ ہے۔ وہاں پاکیزہ پانی کی نہروں میں طلائی ریت ہے۔ وہاں دن میں تین دفعہ پھول برستے ہیں اور پرندے گاتے ہیں جن کی آواز بے حد سریلی

ہے۔ اس جگہ کسی دکھ کا نشان تک نہیں اور مکمل راحت ہے۔"

یہ سن کر بدھ کہنے لگے:

"اس ملک کو وہاں ڈھونڈو جہاں لوگوں کے دلوں کو روشن کرنے والا رہتا ہے۔ تمہارا بیان مقام کیف کے جلال کو کلی طور پر ظاہر نہیں کر سکا۔ پاکیزہ لوگوں کے قیام کی وہ مقدس جگہ اتنی اعلیٰ اور خوبصورت ہے کہ دنیاوی الفاظ' استعاروں اور تشبیہات کے ذریعے تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور نہ اس کو بیان کر سکتے ہو۔"

بدھ مت نے گوتم کے بعد جو شکل اختیار کی اس میں دوزخ اور جنت کی حالتوں کا کسی قدر واضح بیان ملتا ہے۔ تبت کے بدھوں کا تشکیل کردہ چرخ حیات انسان کی متعدد ایسی گھٹیا حالتوں کی نشاندہی کرتا ہے جو کیفیت کے لحاظ سے دوزخ کے ساتھ منسوب کی جا سکتی ہیں۔

کرامات اور معجزے

معجزے اور کرامات دکھانے کے لئے مافوق الفطرت طاقتوں کا حصول گوتم کے لئے ناپسندیدہ ہے۔ وہ ایسا کرنے والوں کو مبتدیوں کے مبتدی اور دنیا کی بالائی سطح کے تیراک قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک عمل کا قانون غیر تغیر پذیر اور ناقابل تردید ہے اور معجزوں کے شائق نروان کے مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک بھکشو نے بدھ سے استفسار کیا:

"کیا آپ کے نزدیک معجزے اور کرامات کچھ نہیں؟" جواب میں بدھ مت کے بانی یوں گویا ہوئے:

"کیا دنیا کے نزدیک یہ کم معجزہ ہے کہ ایک گنہگار شخص حقیقی روشنی کو حاصل کر کے راہ راست پر آ جائے اور انائے ذات کے ناپاک لوازمات ترک کر کے بے نیازی کی زندگی اختیار کر لے۔ جو دنیا کی عارضی مسرتوں کو پاکیزگی کی ابدی راحت کے لئے چھوڑ دیتا ہے' وہ دراصل عظیم ترین معجزہ دکھاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر معجزے یا کرامات کا

کوئی تصور ہے تو اس کی بنیاد میں لالچ یا غرور ضرور ہو گا۔"

بدھ نے کہا:

"جو بھکشو لوگوں کی نفرت و محبت سے کچھ اثر نہیں لیتا وہ بہت اچھا کرتا ہے۔ وہی بھکشو ٹھیک ہے جو معجزوں' کرامات' نیک و بد شگون اور خوابوں کی تعبیروں کے چکر میں نہ پھنسے۔"

کہا جاتا ہے کہ کچھ شاگردوں نے جب ایک دفعہ اپنے غیر معمولی کمالات کا مظاہرہ کیا جو کرامات کے زمرے میں آتے ہیں تو بدھ نے ناراضگی ظاہر کی اور ان سے آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد لیا۔

مسئلہ تقدیر اور بدھی تعلیمات

بدھ قسمت یا تقدیر نامی کسی چیز کو نہیں مانتے۔ کیونکہ گوتم کے خیال میں تقدیر کا ماننے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں جو کچھ کروں گا یا جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے لہٰذا ایک خاص طرح کا عمل کرنے سے کچھ حاصل نہیں اور نہ ہی کسی ایسے واقعہ کے نیک و بد اثرات سے محفوظ رہا جا سکتا ہے جو پیش آنے والا ہو۔

اس دنیا میں ایک طرف بے گناہ لوگ سزا پاتے ہیں' ظلم و جبر کی چکی میں پستے ہیں اور طاقتوروں کی چیرہ دستوں کا شکار ہوتے ہیں لیکن دوسرے طرف کچھ لوگ دولت کے غرور' اقتدار کے نشے اور تفاخر کے احساس سے خدا بنے ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر مسئلہ تقدیر کو تسلیم کرنے والا یہی کہتا ہے کہ یہ قسمت اور تقدیر کے کام ہیں جن کے وقوعی تسلسل میں انسانی جدوجہد حائل نہیں ہو سکتی۔ مگر اسی صورتحال کو نظریہ کرم (عمل) کا ماننے والا ماضی کے اچھے یا برے اعمال کے نتائج سے تعبیر کرے گا۔

بدھ تعلیمات تقدیر یا قسمت کو اس لئے بھی تسلیم نہیں کرتیں کہ یہ انسان میں غیر ذمہ داری اور بے عملی کا رجحان پیدا کرنے کا محرک ثابت ہوتی ہیں۔

گوتم کا نظریہ عمل

ہندوستان میں پیدا ہو کر قدیم ہندو فلسفے کا مطالعہ کرنے والے گوتم نے روح کے انکار اور تناسخ کے اقرار کو اپنے فکری خاکے میں جگہ دی تو سوال پیدا ہوا کہ اگر روح بے حقیقت ہے اور تناسخ سچائی تو بار بار جنم کیا چیز لیتی ہے۔ اسی سوال کے حل کے لئے اس نے "کرم" یعنی اعمال نیک و بد کا نظریہ پیش کیا اور اسے ایک معمہ قرار دے کر مزید سوالات کا راستہ روکا۔ اس نظریہ عمل کے مطابق جیسے ہی کوئی انسان' جانور یا دیوتا مرتا ہے تو اس کی نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ اس زندگی کی ناگوار یا خوشگوار نوعیت کا انحصار مرنے والے کے سابقہ اچھے یا برے اعمال پر ہوتا ہے۔

"کرم" کے اس بدھی تصور نے دو نظریاتی انتہاؤں کے درمیان ایک معتدل راستہ نکالا۔ ایک طرف تو لوگ روح کو لافانی اور حقیقت خیال کرتے تھے اور دوسری طرف کچھ لوگ روح سے یکسر انکار کرتے ہوئے سمجھتے تھے کہ اعمال کی جزا و سزا بھی کچھ معنی نہیں رکھتی۔ لیکن بدھ کا درمیانی راستہ اختیار کرنے والا روح کا انکار کرنے کے باوجود اصرار کرتا ہے کہ ہمیں اپنے نیک و بد اعمال کا نتیجہ ہر صورت ملنا ہے۔ اس تصور عمل کے تحت انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ نیک اور صالح زندگی اختیار کرتے ہوئے نجات کے حصول کی طرف پیش قدمی کرے تاکہ آئندہ زندگیوں کے مصائب سے محفوظ و مامون رہ سکے۔

نسلی تفاخر کی حوصلہ شکنی

بدھ مت انسانوں کی تقسیم کے خلاف اور عالمگیر بھائی چارے کی حمایت میں آواز بلند کرتا ہے۔ یہ ہندوستان کا پہلا مذہب قرار پاتا ہے جس کے ماننے والوں میں نیچ ذاتوں کے افراد بھی دوسروں کے برابر عزت و توقیر حاصل کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں پالی حجام کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے' جو نچلی ذات کا نمائندہ ہونے کے باوجود مستند' معتبر اور انتہائی قابل احترام بدھ راوی اور عالم سمجھا جاتا ہے۔

گوتم نے جب بھی کسی برہمن کی توقیر کی اس کی وجہ محض علم و فضل ٹھہرا نہ کہ

نسب۔ وہ ذات پات کے غیر ہموار نظام کو مسترد کرتے ہوئے تمام انسانوں کی برابری کو اہمیت دیتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ دو برہمن اس بات پر الجھ گئے کہ برہمن کی بنیادی صفات کیا ہیں۔ معاملہ گوتم کے پاس آیا تو اس نے انہیں نہایت دلنشین اور قابل قدر درس دیا۔

بدھ نے کہا:

"نسب کا فرق کوئی چیز نہیں۔ انسان کی خوبیاں اس کے عمل سے ہیں، نسب سے نہیں---- مچھلیاں، کیڑے مکوڑے اور گھوڑے وغیرہ اپنی صفات کے باعث باہم متمیز ہیں۔ انسان کی خوبی اس کا عمل ہے۔"

گوتم کہتا تھا کہ میرے دھرم کی پناہ میں آنے والا ہر فرد صرف بھکشو ہے چاہے وہ برہمن ہو یا شودر۔ سنگھ میں داخل ہونے والے کے لئے ضروری تھا کہ نسلی تفاخر کو بھول جائے۔

مخلوقات عالم پر رحم

بدھ کے پیروکار کے لئے ضروری ہے کہ اس کا باطن تمام مخلوقات کے لئے رحم، ہمدردی اور محبت سے معمور ہو۔ بدھ مت ہر کسی کے لئے محبت بھرے سلوک کا درس دیتا ہے۔ حتیٰ کہ کیڑے مکوڑوں تک کو انسانی رحم کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ بدھ نے پر تشدد قربانیوں کی خوب مذمت کی اور انہیں جانداروں کے قتل کی رسم قرار دیا۔ اس مصلح کی امن پسندی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گھاس تک کاٹنا اس کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے۔ گوتم ظالمانہ قربانیوں کو فضول اور غیر ظالمانہ قربانیوں کو مفید قرار دے کر کہتا ہے کہ غور و فکر اور مراقبہ ہی سب کی ضرورت اور مفید ترین سرگرمی ہے۔ روایت ہے کہ مہاتما بدھ نے بچپن میں ایک دفعہ اپنے والد راجہ شدھودن کو زراعت کے کام سے اس لئے منع کر دیا تھا کہ ہل چلانے کے دوران بہت

سے جاندار ہلاک ہو جاتے ہیں۔

توبہ اور کفارہ

بدھ مت میں توبہ اور کفارہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ گوتم کے ہمعصر ہندو مذہب میں برہمن طبقہ اپنے پیٹ اور اقتدار کو مزید بڑھانے کے لئے کفارہ کی بے شمار رسوم پر عمل پیرا ہونے کو عین مذہب کا حصہ گردانتا تھا لیکن بدھ مت کے بہت سے برہمن مخالفت عناصر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے بانی نے توبہ اور کفارہ جیسے تصورات کو خارج از امکان قرار دیا۔ بدھی افکار کی رو سے گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں :

الف : جو اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہوں۔

ب : جو جہالت کی وجہ سے سرزد ہوئے ہوں۔

مندرجہ بالا دونوں طرح کے گناہ نوعیت کے لحاظ سے ایسے ہیں کہ توبہ اور کفارہ کا تصوراتی پانی ان کی حقیقی سیاہی کو کم نہیں کرپاتا۔ ان گناہوں کے اثرات بد سے صرف اپنے آپ کو بدلنے والے ہی محفوظ رہ سکتے ہیں۔

گوتم کا خیال ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور کوئی بھی خارجی امدادی ذریعہ درحقیقت اس کی امداد نہیں کر سکتا۔ اگر انسان برا کام کرتا ہے تو اسے اس کے نتائج برداشت کرنے کے لئے بھی ہمہ وقت تیار رہنا چاہیئے۔ ہر عمل کا اثر اور نتیجہ فطرت کے عین مطابق ظاہر ہو کر رہتا ہے لہٰذا توبہ کرنے یا کفارہ کی رسوم میں حصہ لینے سے چوری کا عمل نیک چلنی نہیں بن جائے گا۔

انسان کی ترکیب وجودی

گوتم بدھ کے مطابق انسان کا جسم اور دماغ مختلف خصوصیات اور صفات کا مرکب ہے؟ یہ تمام یا تو مادہ ہیں یا مادے کا نتیجہ۔ اس نے مندرجہ ذیل عناصر کو انسان کی وجودی ترکیب کے ارکان قرار دیا ہے :

(i) روپ (مادی خصوصیات و صفات)

(ii) ویدنا (احساسات)

(iii) سنا (قوت تمیز: تصورات مجرد)

(iv) سنسکار (عمل کرنے کی خواہش)

(v) ونانا (قوت شعور)

اب ان عناصر کا ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔ مادی خصوصیات و صفات جن کے لئے روپ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اٹھائیس ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

چار بنیادی عناصر یعنی مٹی، آگ، ہوا اور پانی۔ پانچ حواس یعنی آنکھ، ناک، کان، زبان اور جسم۔ مادے کے پانچ خواص یعنی صورت، آواز، بو، مزہ اور جوہر۔ جنس کے دو ارکان یعنی مونث اور مذکر۔ تین ضروری حالتیں یعنی خیال، قوت حیات اور زمان و مکاں۔ دو اطلاعی ذرائع یعنی گفتگو اور اشارہ۔ زندہ اجسام کی سات صفات یعنی بحالی، قوت مجتمعہ، تصرف، انسداد، انحطاط، تغیر اور لچک۔

ویدنا یعنی احساسات چھ قسم کے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی تین اقسام ہوتی ہیں: الف۔ مقبول ب۔ غیر مقبول اور ج۔ معتدل۔

سنا یا مجرد تصورات بھی چھ اقسام میں منقسم ہیں اور یہ سب حالتیں مذکورہ بالا احساسات کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔

سنسکار یا خواہش عمل کی باون اقسام ہیں جو سب کی سب داخلی قرار دی گئی ہیں۔ ان میں حرص و قناعت اور حیاء و بے حیائی سے اعتقاد و توہم اور مسرت و اخوت تک سبھی خصوصیات شامل ہیں۔

ونانا یا قوت شعور کی نواسی قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ اس قوت کا ٹھکانہ قلب انسانی ہے۔ ونانا کی تقسیم خیر اور شر کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

انسان کا جسم اور دماغ انہی پانچوں چیزوں سے مرکب ہے۔ گوتم نے ان مرحلوں کی وضاحت ایک سادہ تمثیل کے ذریعے کی ہے۔

بدھ کہتا ہے:

"پہلا گروہ (روپ) آہستہ آہستہ اکٹھا ہو کر غائب ہو جانے

والا جھاگ ہے' دوسرا گروہ سطح آب پر رقصاں حباب کی مانند ہے' تیسرا گروہ دھوپ میں چمکتا سراب ہے جو قابل بھروسہ نہیں ہوتا' چوتھے گروہ کے دماغی و اخلاقی تصورات کی مثال اس تنے کی طرح ہے جو نہ ٹھوس ہوتا ہے اور نہ سخت جبکہ پانچویں اور آخری گروہ کو تم خیالی پیکر یا جادو کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہونے والا شعبدہ کہہ سکتے ہو۔ کوئی بھی روح نہیں' جسم ہمیشہ متغیر ہے لہٰذا اس کی صلاحیت بھی تبدل پذیر ہیں۔"

گوتم کے مطابق ہر دوسرے لمحے انسان وہ نہیں ہوتا جو پہلے لمحے میں تھا' چنانچہ اگر کوئی خود کو غیر متغیر ہستی قرار دے تو یہ انتہائی جاہلانہ امر ہو گا۔

☆ ☆ ☆

(3)
بدھی اخلاقیات

بدھ مت کی اخلاقی تعلیمات بہت اعلیٰ سطح کی ہیں۔ "ہشت جزوی راستہ" اگر ایک طرف نروان کے حصول کا ضامن ہے تو دوسری طرف عقیدے اور علم کی حدود سے آگے بڑھ کر اس کا دائرہ اثر کردار کی ساخت و پرداخت تک جا پہنچتا ہے۔

محبت

گوتم کی اخلاقی تعلیمات کی سب سے بڑی اور بنیادی صفت صرف ایک ہی لفظ یعنی "محبت" (154) سے تشکیل پاتی ہے۔ وہ نفرت کو نفرت سے ختم کرنے کی کوشش کو جہالت اور خونریزی قرار دیتے ہوئے نفرت کو محبت سے شکست دینے کا نظریہ پیش کرتا ہے۔ اس نے اپنے درسوں اور واعظوں میں جا بجا باہمی محبت کی ضرورت اور اہمیت کو واضح کیا۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

"ضبط نفس اور محبت کے ذریعے زن و مرد یکساں طور پر ایک عمدہ اور محفوظ خزانہ حاصل کر سکتے ہیں' یہ ایسا خزانہ ہے جو دوسروں کو نہیں دیا جا سکتا اور جسے ڈاکو نہیں لوٹ سکتے۔ عقلمندوں کو محبت کے راستے نیکی تک رسائی حاصل کرنی چاہئے کیونکہ یہی وہ خزانہ ہے جو ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔"

اگرچہ "محبت" جیسی بدھی نیکی اکثر اوقات عمل کے لئے محرک نہیں بلکہ ایک ذہنی کیفیت معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل یہ نظریہ بغیر عمل کے مردہ ہے۔ دوسروں کے ساتھ غیر معمولی محبت کی عملی مثالیں بدھ مت کے بانی کی اپنی زندگی میں بھی کثرت

سے موجود ہیں۔ روایات ایک مشہور واقعہ یوں بیان کرتیں ہیں :

"ایک دفعہ مہاتما بدھ بھکشوؤں سے عمومی ملاقات کے دوران فرداً" فرداً" سب کے پاس جا رہے تھے۔ اسی دوران انہیں ایک بھکشو پیچش کی بیماری میں مبتلا نظر آیا جو بستر سے گر کر اپنی ہی غلاظت میں لتھڑا ہوا تھا۔ بدھ نے اپنے ہاتھوں سے اسے اٹھایا' صاف کیا' نہلایا اور آرام کے لئے بستر پر لٹا کر ایک نیا ضابطہ وضع کیا۔"

اوپر مذکور نیا ضابطہ یہ تھا: "بھائیو! تمہاری نہ تو ماں ہے اور نہ باپ جو تمہارا خیال کریں گے۔ اگر تم ایک دوسرے کا خیال نہ کرو گے تو کون کرے گا۔--- بھائیو! جو میرا خیال کرے گا' وہ بیماروں کا خیال کرے گا۔"

اگرچہ اس نوعیت کے اخلاقی اصولوں کا تعلق خاص طور پر بھکشوؤں کے جماعتی نظام سے تھا لیکن اس امر میں کوئی شک نہیں کہ بعد میں عام لوگوں کا ایک بڑا حصہ بھی ان قواعد و ضوابط سے متاثر ہوا اور دیگر بدھی احکامات بھکشوؤں کے علاوہ ان گھریلو پیروکاروں کے لئے بھی وضع ہوئے جو اپنی روزمرہ زندگی کے معمولات انجام دیتے ہوئے بدھ دھرم کی پابندی کرتے ہیں۔

نجاست کیا ہے

بدھ مت کی اخلاقیات میں محبت کے کلیدی اصول کے بعد ان عادات بد اور کیفیات ضرر رساں کا ذکر ہے جو انسان کے لئے انتہائی مہلک قرار دی گئیں ہیں۔ غصہ' شراب نوشی' ضد' تعصب' دھوکہ' حسد' خود ستائی' عیب جوئی' غرور اور بد گوئی نجاستیں ہیں۔ البتہ گوشت خوری کو ان دس نجاستوں میں شمار نہیں کیا گیا۔

محرکات توہم پرستی

مچھلی اور گوشت سے پرہیز' ننگے رہنا' سر منڈانا' جٹا دھاری (155) رہنا' موٹے کپڑے پہننا اور اگنی دیوی کے حضور قربانی پیش کرنا کسی کو توہمات کی دنیا سے نہیں نکال سکتے بلکہ توہم پرستی کے بنیادی محرکات ہیں۔

پاکیزگی میں رکاوٹ

ویدوں کی تلاوت' برہمنوں کی خدمت میں نذر نیاز پیش کرنا' دیوتاؤں کے حضور قربانیاں' خود کو شدید موسموں کی تکلیف سے دوچار کرنا اور بقائے دوام کے حصول کے لئے اختیار کی جانے والی اسی نوعیت کی دیگر ریاضتیں کسی کو پاکیزہ نہیں بناتیں بلکہ پاکیزگی کے حصول میں رکاوٹ کا درجہ رکھتی ہیں۔

محبت' نجاستوں' محرکات توہم پرستی اور پاکیزگی کے حصول میں حائل امور کے بیان کے بعد اب ہم بدھ دھرم کے ان اہم ترین اخلاقی اصولوں کا تذکرہ کریں گے جو بدھی اخلاقیات میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اخلاقی ضوابط "احکام عشرہ" (156) کے نام سے مشہور ہیں۔

احکام عشرہ

احکام عشرہ کی مکمل تفہیم کے لئے جان لیں کہ انہیں دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ کے احکام کو "پنچ شیل" یا پانچ احکام کہا جاتا ہے اور ان کی پابندی ہر بدھی پیروکار پر فرض ہے چاہے وہ سنگھ کا رکن بھکشو ہو یا عام گھریلو معتقد۔ "پنچ شیل" میں شامل احکام درج ذیل ہیں :

1- کسی بھی جاندار کو ہلاک نہ کرو۔

2- جو چیز تمہیں نہ دی گئی ہو اسے حاصل نہ کرو۔

3- جھوٹ نہ بولو۔

4- نشہ آور اشیاء کا استعمال نہ کرو۔

5- ناجائز جنسی تعلقات استوار نہ کرو۔

مذکورہ بالا پانچوں ضوابط کی پابندی ہر بدھی پیروکار پر لازم ہے' گویا یہ فرض ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے حصے کے پہلے تین ابتدائی اصول صرف باقاعدہ بھکشوؤں کے لئے ہیں۔ عام گھریلو پیروکاروں کے لئے ان کی پابندی کرنا ضروری نہیں۔ مزید تین اصول یہ

ہیں :

1- رات کو دیر سے اور زیادہ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

2- عطر لگانے اور پھولوں کے ہار پہننے پر پابندی ہے۔

3- زمین پر سونا منع ہے۔

یہ تین ضابطے پہلے پانچ اصولوں کے ساتھ مل کر "اشٹانگ شیل" کی تشکیل کرتے ہیں۔ اشٹانگ شیل یعنی آٹھ اصولوں کے مجموعہ کی پابندی ہر بھکشو پر ویسے ہی لازم ہے جیسے عام پیروکار کے لئے پنچ شیل کی پابندی ضروری ہے۔ ریاضت کی بلند منزلوں پر فائز بھکشوؤں کے لئے دو مزید احکامات بھی ملتے ہیں :

1- رقص، گائیگی اور تمثیل نگاری کی ممانعت۔

2- چاندی اور سونے کے استعمال پر پابندی۔

ان تمام احکامات کی پابندی بھکشوؤں کی بنیادی تربیت کا حصہ ہے اور کوئی بھی بھکشو اس وقت تک جماعت کا مستقل اور مسلمہ رکن نہیں کہلا سکتا جب تک وہ ان قواعد و ضوابط پر مکمل عمل کا عادی نہیں ہو جاتا۔ "احکام عشرہ" ہی بدھی اخلاقی ڈھانچہ کے بنیادی لوازمات ہیں۔

دس گناہ

بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق اور بعد کی بدھی تشریحات کی رو سے ہر وہ عمل غیر راست اقدام ہے جو "ہشت جزوی راستے" سے متصادم ہو۔ ایسے تمام غیر راست اقدام عمومی طور پر گناہ شمار ہوتے ہیں لیکن دس بڑے گناہ ایسے بھی ہیں جن سے بچنے کے لئے بدھی پیروؤں کو خاص تنبیہہ کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا گناہ کبیرہ تین درجوں میں تقسیم ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے :

جسمانی گناہ

پہلا درجہ جسمانی گناہوں کا ہے جس میں تین بڑے گناہ یوں بیان کئے گئے ہیں :

الف۔ کسی بھی جاندار کی جان لینا۔

ب۔ چوری (جو نہیں دیا گیا اس کے حصول کی کامیاب یا ناکام کوشش)

ج۔ ناجائز جنسی تعلقات استوار کرنا۔

گناہ متعلق بدقول

دوسرے درجے میں چار ایسے گناہ شمار کئے گئے ہیں جن کا تعلق قوت گویائی سے ہے۔ ان میں جھوٹ بولنا' چغل خوری' عیب جوئی دشنام طرازی اور یاوہ گوئی شامل ہیں۔

فکری گناہ

تین جسمانی اور چار قولی گناہوں کے بعد تیسرے درجے کے تین گناہوں کا تعلق انسان کی قوت فکر و تصور کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ یہ کبیرہ گناہ درج ذیل ہیں:

1- لالچ۔ 2- حسد۔ اور 3- شک (خصوصاً بدھ کی تعلیمات پر شک)

شش جہات کی حفاظت بذریعہ نیکی

گوتم نے مشرق' مغرب' شمال اور جنوب میں زمین و آسمان کا اضافہ کر کے کل اطراف چھے بیان کی ہیں۔ بدھی احکامات میں یہ حکم بھی شامل ہے کہ مذکورہ شش جہات کی حفاظت بذریعہ نیکی کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کی مزید وضاحت بھی موجود ہے' جو گوتم نے ایک وعظ کے دوران کی:

بدھ نے کہا:

"ہر شخص کو چاہئے کہ شش جہات کی حفاظت نیک اعمال کی مدد سے کرے---- والدین کو مشرق تصور کرے' بیوی بچوں کو مغرب خیال کرے' اساتذہ کو جنوب سمجھے' احباب و اعزاء کو

شمال کا درجہ دے' تمام مذہبی اکابرین کو آسمان جانے اور اپنے خدمت گاروں کو زمین قرار دے۔"

بعد کے عہد کی بدھی ادبیات میں گوتم کے مذکورہ بالا جملوں کی نہایت تفصیل سے شرحیں کی گئیں جو معاشرہ کے بنیادی طبقات و تعلق داریوں کے حوالہ سے حقوق و فرائض کے دائرہ کا تعین کرتی ہیں۔ ان تشریحات کی مدد سے باہمی حقوق و فرائض کا جو خاکہ تشکیل پاتا ہے ذیل میں ہم اس کے بنیادی خدوخال پر ایک نظر ڈالیں گے۔

والدین اور اولاد کے باہمی فرائض

بدھ مت میں پانچ اہم فرائض والدین اور اولاد کے ذمہ ہیں۔ ان قواعد کی رو سے والدین کا فرض ہے کہ:

(i) بچوں کو برائی سے محفوظ رکھیں۔

(ii) جملہ علوم و فنون مفیدہ کی تعلیم دلائیں۔

(iii) مناسب جگہ ازدواجی بندھنوں میں باندھیں۔

(iv) اپنا ورثہ سپرد کریں۔

(v) نیکی کی طرف راغب کریں۔

پانچ ہی کلیدی نوعیت کے فرائض بچوں پر عائد ہوتے ہیں جن کی رو سے ان کی سوچ یہ ہونی چاہئے کہ:

(i) ہم اپنی پرورش کرنے والوں کی خدمت کریں گے۔

(ii) تمام ضروری مذہبی قواعد و ضوابط کی تعمیل کریں گے۔

(iii) والدین کے ورثہ کی حفاظت کریں گے۔

(iv) خود کو والدین کا اہل وارث ثابت کریں گے۔

(v) بعد از رحلت ماں باپ کو احترام کے ساتھ یاد رکھیں گے۔

معلمین و متعلمین کے دو طرفہ فرائض

اہل علم و ہنر کی قدر و منزلت دنیا کے ہر خطہ میں ہر دور کے قوانین نے مسلمہ قرار دی ہے۔ بدھ تعلیمات کی رو سے اچھے شاگردوں کا فرض ہے کہ :

(i) وہ کھڑے ہو کر اساتذہ کی تکریم کریں۔

(ii) ان کے احکامات کی تعمیل کریں۔

(iii) ان کی ہر ممکن خدمت کریں۔

(iv) ان کی ضروریات کا خیال رکھیں۔

(v) ان کے مواعظ نہایت غور سے سماعت کریں۔

اساتذہ کرام پر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ جن کی رو سے ان کے لئے ضروری ہے کہ :

(i) شاگردوں کو اعلیٰ امور کا علم دیں۔

(ii) علم حاصل کر کے اسے نہ بھلانے کی نصیحت کریں۔

(iii) مذہبی معاملات کے حوالہ سے مکمل رہنمائی فراہم کریں۔

(iv) دوستوں اور ساتھیوں کے سامنے سراہیں۔

(v) خطرات سے محفوظ رکھیں۔

میاں بیوی کے فرائض

شوہر کو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرنا چاہئے۔ خاص طور پر اس کے لئے ضروری ہے کہ :

(i) بیوی کے ساتھ عزت بھرا برتاؤ کرے۔

(ii) اس کے ساتھ نیکی کرے۔

(iii) وفاداری سے رہے۔

(iv) دوسروں کے عمدہ سلوک کو یقینی بنائے۔

(v) اسے مناسب زیور اور ملبوسات مہیا کرے۔

مذکورہ بالا طرزِ عمل اس بات کا عکاس ہو گا کہ شوہر اپنی بیوی سے بلا شرکت غیرے محبت کرتا ہے۔ بیوی کو شوہر کے لئے اپنی محبت درج ذیل طریقوں سے ظاہر کرنی چاہیئے:

(i) گھرداری کا معقول انتظام کر کے

(ii) خاوند کے احباب و اعزاء کی تواضع کر کے

(iii) باعفت و عصمت رہ کر

(iv) آمدن کی مطابقت سے خرچ کر کے

(v) جملہ امور خانہ داری ہنر، سلیقے اور مستعدی سے انجام دے کر

احباب کے دو طرفہ فرائض

زندگی کے بہت سے مراحل پر مشاورت و تبادلہ خیالات کے لئے وجود دوستاں عزیز و اقارب کی نسبت کہیں زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ ایک اچھے آدمی کو چاہیئے کہ

(i) اپنے دوستوں کو تحائف پیش کرے۔

(ii) ان کے ساتھ اعلیٰ اخلاقی رویوں کا مظاہرہ کرے۔

(iii) ان کے فوائد کے لئے متحرک رہے۔

(iv) ان کے ساتھ وہی سلوک کرے جس کی اپنی نسبت ان سے توقع رکھتا ہو۔

(v) جہاں تک ممکن ہو انہیں اپنے مالی ذرائع میں شریک کرے۔

جو شخص حلقہ احباب کے ساتھ مذکورہ بالا احکامات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پیش آئے اس کے دوستوں کو چاہیئے کہ

(i) اس کی لاعلمی میں اس کی حفاظت کریں۔

(ii) اس کی غفلت میں اس کی جائیداد و املاک کا تحفظ یقینی بنائیں۔

(iii) اسے خطرے کے وقت پناہ دیں۔

(iv) مشکل وقت آئے تو اسے ہر ممکن مدد فراہم کریں۔

(v) اس کے خاندان کے ساتھ نیک دلی سے پیش آئیں۔

مخدوم اور خادم کے فرائض

آقاؤں کے لئے لازم ہے کہ

(i) غلاموں سے ان کی استعداد کے مطابق خدمت لیں۔

(ii) انہیں مناسب غذا اور معاوضہ دیں۔

(iii) علالت میں ان کا معالجہ اور تیمار داری کریں۔

(iv) خصوصی تقاریب طعام میں انہیں بھی شریک کریں۔

(v) کبھی کبھی انہیں تعطیلات کی رعایت دیں۔

خادموں پر فرض ہے کہ

(i) آقاؤں کی تعظیم کریں۔

(ii) ان کے جاگنے سے پہلے بیدار ہو اور ان کے سونے کے بعد آرام کریں۔

(iii) جو کچھ ملے اس پر قناعت کے ساتھ اکتفا کریں۔

(iv) جملہ خدمات دلی رغبت و رضا سے انجام دیں۔

(v) آقاؤں کا ادب اور غائبانہ تحسین کریں۔

گرہستی اور بھکشو افراد کے فرائض

دنیا داری اور امور عیال پروری انجام دیتے ہوئے بدھ مت پر کاربند رہنے والے گرہستی لوگوں کا فرض ہے کہ:

(i) بھکشوؤں کے ساتھ محبت سے پیش آئیں۔

(ii) اچھی گفتگو کریں۔

(iii) ان کے متعلق نیک طرز فکر اختیار کریں۔

(iv) ان کا خوشی سے استقبال کریں۔

(v) ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کو یقینی بنائیں۔

دھرم کی تبلیغ و اشاعت اور فروغ میں خود کو ہر طرح وقف کر دینے والے بھکشوؤں کو چاہیے کہ :

(i) گھرہستی لوگوں کو برائی کے راستہ پر چلنے سے روکیں۔

(ii) انہیں نیک اعمال کی انجام دہی کا درس دیں۔

(iii) مذہبی امور کی تعلیم دیں۔

(iv) مذہبی امور سے متعلق ان کے اندیشے اور شکوک رفع کریں۔

(v) انہیں ان راستوں پر چلنے کی ترغیب دیں جو نجات کی منزل پر تمام ہوتے ہیں۔

ممنوعہ کاروبار

بدھ مت والدین، اولاد، اساتذہ، تلامذہ، شوہروں، ازواج، دوست، حلقہ احباب، مخدومین، خادمین، بھکشوؤں اور عام بدھی پیروکاروں پر جس طرح پانچ فرائض کی تعمیل کو لازم قرار دیتا ہے اسی طرح پانچ ایسے پیشوں کا تذکرہ بھی کرتا ہے جو ممنوعہ ہیں۔ ان میں فروخت اسلحہ، غلاموں کی خرید و فروخت، گوشت بیچنا، شراب کشید کرنا اور اس کی فروخت اور زہر بیچنا شامل ہیں۔ بدھی اخلاقیات میں آج سے صدیوں پہلے غلاموں کی فروخت پر پابندی عورتوں کے بنیادی حقوق اور ملازمین کے حوالے سے مالکوں کے فرائض پر جس شدت سے زور دیا گیا ہے متمدن دنیا کے بہت سے خطے آج بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ قدیم بدھی اخلاقیات کے ضوابط میں اکیسویں صدی کے معاشرتی شعور کا رنگ جھلکتا ہے۔

☆ ☆ ☆

(4)

سنگھ (جماعت الفقراء) کا مختصر تعارف

گوتم نے اپنی تعلیم کی ابتداء ترک دنیا و مافیہا سے کی لہٰذا جوں جوں ان کے معتقدین بڑھتے گئے' فقراء کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اب یہ امر بھی واضح تھا کہ ہر شخص تو تارک الدنیا ہونے سے رہا لہٰذا بدھی پیروکار "گرہستی" اور "بھکشو" کی اصطلاحات کے تحت دو گروہوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ظاہر ہے کہ دنیا دار معتقد کی نسبت تارک الدنیا پیرو بدھ کے نزدیک زیادہ لائق ستائش و احترام تھا لہٰذا سب کچھ بھول کر بدھی تعلیمات کے فروغ کے لئے خود کو وقف کر دینے والے فقراء کی انجمن کا قیام عمل میں آیا۔ کونڈانیہ اور اس کے چار دیگر راہب ساتھی اس تنظیم کے اولین ارکان بنے۔ یاد رہے کہ مذکورہ بالا اشخاص وہی تھے جو ریاضت کے ابتدائی ایام میں گوتم سے برگشتہ ہو کر "دشت غزالاں" میں جا مقیم ہوئے تھے۔ ابتدا میں اراکین انجمن کے لئے کوئی رسم تھی نہ ضابطہ' لیکن بعد میں متعدد قوانین وضع ہوئے جو سنگھ میں امیدوار کی شمولیت اور سرگرمیوں کو باقاعدہ اصولوں کے تحت منظم اور محدود کرتے ہیں۔

داخلے کی شرائط

کسی کو سنگھ میں شامل کرتے ہوئے خاص طور پر درج ذیل پہلو مدنظر رکھے جاتے ہیں:

1- امیدوار چھوت کی بیماری کا شکار نہ ہو۔

2- غلام نہ ہو۔

3- قرض دار نہ ہو۔

4- نابالغ (15 سال سے کم) نہ ہو۔

5- نامرد نہ ہو۔

6- حکومتی اہلکار نہ ہو۔

7- سزا یافتہ چور نہ ہو۔

8- اپنے اعمال و افعال کا خود ذمہ دار ہو۔

9- بہ رضا و رغبت داخلہ چاہتا ہو۔

10- والدین کی اجازت (157) سے راہب بنا ہو۔

رسوم داخلہ

ابتداء میں سنگھ کے تمام ممبران برابر تصور کئے جاتے تھے لیکن رفتہ رفتہ مختلف درجات اور منزلیں قائم ہو گئیں۔ یہاں تک کہ تبتی بدھ مت (158) میں ان درجات کا ایک منظم اور طویل سلسلہ دلائی لامہ (159) کے عہدے پر ختم ہوتا ہے۔ لنکا میں رائج طریقہ وہی ہے جو "تری پٹک" میں مذکور ہوا اور یہی غالباً قدیم ترین ہے۔ امیدوار کے سنگھ میں داخلہ کے اس رسوماتی طریقہ کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ :

امیدوار کم از کم آٹھ برس کا ہو سکتا ہے لیکن باقاعدہ داخلہ کم از کم بیس برس کی عمر میں ہی ہو گا۔ داخلہ کے دن بطور رکن کم از کم دس سالہ تجربہ کا حامل ایک بھکشو دس رکنی بھکشو کمیٹی کی صدارت کرے گا۔ امیدوار گیروے رنگ کا لباس ہاتھ میں لئے اپنے نام کے تجویز کنندہ کے ساتھ حاضر ہو کر صدر کو بعد از سلام کوئی ہدیہ پیش کرتے ہوئے کہے گا: "حضور براہ کرم یہ لباس لے کر مجھے جماعت میں داخل فرمائیں تاکہ میں غم سے آزاد ہو کر نروان پاؤں۔" صدر مخصوص مذہبی کلمات دوہراتا ہوا امیدوار سے کپڑے وصول کر کے اس کے گلے میں ڈال دے گا۔ اب امیدوار کسی گوشے میں جا کر فقیرانہ لباس زیب تن کرے گا اور اس دوران کچھ کلمات مسلسل ادا کرتا رہے گا جن کا

مفہوم یہ ہوتا ہے کہ فقط شرم و حیاء اور موسموں کی شدت کے باعث ہی میں یہ لباس پہنتا ہوں۔ اس عمل کے بعد وہ صدر مجلس کے روبرو حاضر ہو کر بصد عقیدت و احترام جھک جاتا ہے۔

تین پناہیں

سنگھ میں داخلہ کی کلید تین پناہیں ہیں۔ امیدوار صدر مجلس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر تین پناہوں کو تین بار دوہراتا ہے جو یوں ہیں :

(i) میں بدھ کی پناہ میں آتا ہوں۔

(ii) میں دھرم کی پناہ میں آتا ہوں۔

(iii) میں سنگھ کی پناہ میں آتا ہوں۔

ممنوعات عشرہ

جماعت الفقراء کا رکن بننے کا خواہشمند تین پناہیں طلب کرنے کے بعد یہ حلف بھی سہ بارہ اٹھاتا ہے کہ وہ ان دس ممنوعات کی پابندی کرے گا جو سنگھ کے ہر ممبر پر لاگو ہوتے ہیں۔

(i) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ کسی جاندار کو نہ ماروں گا۔

(ii) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس چیز کو نہ لوں گا جو مجھے نہ دی جائے گی۔

(iii) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ ناپاکی سے پرہیز کروں گا۔

(iv) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ نشہ آور اشیاء استعمال نہ کروں گا۔

(v) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ دروغ گوئی نہ کروں گا۔

(vi) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ اوقات ممنوعہ (160) میں کچھ نہ کھاؤں گا۔

(vii) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ رقص و موسیقی اور ناٹک سے پرہیز

کروں گا۔

(viii) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ عطریات و زیورات اور پھولوں کے ہار استعمال نہ کروں گا۔

(ix) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ اونچا یا چوڑا پلنگ استعمال نہ کروں گا۔

(x) میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ کسی سے سیم و زر قبول نہ کروں گا۔

ان "ممنوعات عشرہ" میں سے پہلی نصیحت کا ابتداء میں ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ انسان صرف سبزی خور ہو کر رہ جائے حالانکہ بعد میں بہت سے بدھی سماجوں میں یہی ہوا۔ ایک بھکشو اس وقت گوشت کھا سکتا تھا جب کسی جانور کو خاص فائدے کے حصول کے لئے مارا گیا ہو۔ ساتویں حکم کا اطلاق مذہبی اور عبادتی موسیقی و رقص پر نہیں ہوتا تھا۔ دسویں حکم کی تعبیرو تاویل بہت سی خانقاہوں میں بڑے فیاضانہ طریقے سے کی جاتی تھی' بھکشوؤں کو یہ تاکید تھی کہ وہ آٹھ اشیائے ضروریہ اپنے پاس رکھ سکتے ہیں:

تین لبادے' ایک لنگوٹی' ایک کشکول' ایک استرا' ایک سوئی اور کپڑے کا ایک ٹکڑا جس سے پانی چھانا جا سکے تاکہ آبی جرثومے محفوظ رہیں۔

"ممنوعات عشرہ" پر کاربند رہنے کا حلف اٹھانے کے بعد امیدوار سنگھ کے ممبروں کے ساتھ باقاعدہ رہ سکتا ہے لیکن ابھی وہ بھکشو کے درجہ سے دور ہوتا ہے۔ تاہم کچھ عرصہ بعد وہ مستقل رکن بننے کی غرض سے دوبارہ درخواست کرتا ہے' حسب سابق پھر کمیٹی قائم ہوتی ہے' امیدوار اس کے اراکین کے روبرو فقیرانہ لباس اتار کر سادہ کپڑے زیب تن کرتا ہے اور وہ تمام رسوم دوبارہ ادا ہوتی ہیں جو آپ گزشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں۔ اب کی بار محض یہ ہوتا ہے کہ "ممنوعات عشرہ" کی دوبارہ برپا ہونے والی تقریب حلف برداری کے بعد امیدوار کہتا ہے کہ از راہ کرم مجھے سنگھ کا مستقل رکن بنایا جائے تاکہ میں نجات پا سکوں۔ اس پر صدر مجلس کی اجازت سے امیدوار کی گردن میں ڈوری والا کشکول ڈال دیا جاتا ہے اور اس سے ضروری سوالات کئے جاتے ہیں جو

اس قسم کے ہوتے ہیں : تمہارا نام کیا ہے؟ تمہارے استاد کا نام کیا ہے؟ کیا تم اپنی مرضی سے سنگھ میں آنا چاہتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس عمل کے دوران دو بھکشو امیدوار کے وکیل کا کردار ادا کرتے ہوئے اس کی طرف سے کامل اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد صدر مجلس اور دیگر اراکین سے تین بار استفسار کرتے ہیں کہ کسی کو اس امیدوار کی بطور مستقل ممبر سنگھ میں شمولیت پر اعتراض تو نہیں۔ جب کوئی اعتراض نہیں کرتا تو وہ صدر مجلس کے سامنے تعظیماً جھک کر عرض کرتے ہیں : "فلاں کو سنگھ نے داخل کر لیا' فلاں اس کا استاد ہے' کمیٹی اس سے اتفاق کرتی ہے اور اسی لئے خاموش ہے۔"

بھکشو کی روزانہ زندگی

بدھوں کی مذہبی کتب سنگھ کے رکن بھکشو کی روزانہ مصروفیات کا یہ نقشہ پیش کرتی ہیں :

وہ قبل از طلوع آفتاب غسل کر کے بدھی مندر کی صفائی کرنے کے بعد پانی بھرے گا اور اسے چھان کر پینے کے قابل بنائے گا۔ بعد ازاں کسی پر سکون مقام پر بیٹھ کر بدھی احکام پر غور و خوض کرنے کے بعد باغ سے پھول چن کر مندر پر چڑھائے گا جہاں بدھ کی یادگاریں مدفون ہیں۔ اس عمل کے دوران میں وہ مسلسل گوتم بدھ کی عظمت اور اپنی گراوٹ کے بارے میں سوچے گا۔ پھر اپنے گرو کے ساتھ کشکول تھامے گلی گلی در در بھیک مانگنے نکل جائے گا۔ واپسی پر گرو کے پاؤں دھلوا کر اسے کھانا کھلانے کے بعد خود کھائے گا اور کشکول صاف کرے گا۔ اس کے بعد پھر بدھ کی تعلیمات پر غور و فکر کرے گا۔ سہ پہر کے وقت استاد سے مذہبی کتب کے متعلق رہنمائی لے گا اور رات تک ٹھوس غذا سے پرہیز کرنے کے علاوہ اونچے اور چوڑے بستر پر نہیں سوئے گا۔

☆ ☆ ☆

(5)

بدھ مت کا ارتقاء

بدھ ازم کے ارتقاء کا جائزہ لینے اور اس کی اشاعت و ترویج کے عمل کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم بدھ کونسلوں کی کارروائی' بھکشوؤں میں پیدا ہونے والے اختلافات' فرقہ بندی کی وجوہات اور دیگر متعلقہ اسباب سے باخبر ہوں کیونکہ یہ امور بھی بدھ مت کے ارتقائی عمل کے اہم موڑ سمجھے جاتے ہیں۔

بھکشوؤں کا پہلا اجتماع

روایت کے مطابق مہاتما بدھ کی وفات کے معاً بعد مگدھ کے دارالحکومت راج گرہ میں بھکشوؤں کے بہت بڑے اجتماع میں اپالی نے "ونائے پٹک" یا بدھ نظام کے قوانین سنائے جو اس کے بقول مہاتما بدھ نے وضع کئے تھے۔ اسی مجلس میں آنند نے "سوت پٹک" سنائی جو عقیدے اور اخلاقیات کے موضوع پر گوتم کے مواعظ کا عظیم و ضخیم مجموعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سنگھ کی اس پہلی کونسل کی صدارت مہا کشیپ نے کی جبکہ راجہ اجات شترو خود اس تقریب کا ناظم و نگران تھا۔ روایات کے مطابق یہ جلسہ 488 ق-م میں موسم برسات کے دوران شروع ہو کر برابر سات ماہ تک جاری رہا۔

مغربی مورخین اور بدھی تجزیہ نگاروں کو ان روایات کی کلی صحت پر شک ہے' ان کے مطابق یہ تو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس پہلی مجلس میں بہت سے امور طے ہوئے اور یہاں جو بدھی مواد زیر بحث آیا اس کا ایک حصہ تری پٹک میں موجود ہے

لیکن خود تری پٹک سے کئی ایسے داخلی ثبوت ملتے ہیں جن کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے اکثر حصص و اجزاء گوتم بدھ کے وفات پا جانے کے بعد تیار کئے گئے۔

دوسرا عظیم اجتماع

دوسرا اجتماع ویشالی میں مہاتما بدھ کے انتقال کے سو سال بعد ہوا' یہاں پہلی بار سنگین اختلافات نے سر ابھارا حالانکہ ان کی بنیاد خانقاہی نظم و نسق کے نہایت عامیانہ امور تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بدھی نظام دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس تقسیم کا محرک بننے والے اختلاف کچھ اس قسم کے تھے کہ کیا بھکشو دوپہر کا کھانا زوال کے وقت تک کھا سکتے ہیں یا نہیں ـــــ اس وقت دہی یا چھاچھ کا استعمال مکروہ ہے یا نہیں اور راہب چاندی یا سونا قبول کریں یا مسترد۔ بحث و مباحثہ کے بعد اکثریت نے فیصلہ دیا کہ ان امور کو سابقہ قواعد کے مطابق ہی جائز یا ناجائز قرار دیا جا سکتا ہے لیکن جدت پسندوں کو یہ قدامت پرستانہ روش ایک آنکھ نہ بھائی اور وہ خود کو "مہا سنگھک" (عظیم جماعت کے ارکان) قرار دے کر دیگر بدھوں سے الگ ہو گئے۔ باقی رہ جانے والے راسخ العقیدہ بھکشوؤں نے استھور وادن (پالی زبان میں انہیں تھیرووادی کہا جاتا ہے) یا "تعلیمات سلفاء کے پیروکار" کے نام سے خود کو موسوم کیا اور "عظیم جماعت کے ارکان" کے متوازی سرگرم عمل ہو گئے۔ اب دونوں جماعتیں مذہبی مجالس بھی الگ الگ برپا کرنے لگیں۔

پہلے اجتماع کی طرح دوسرے اجتماع کی روایات بھی مشکوک ہیں لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ اس مجلس میں جو اختلافات بدھی نظام کی تقسیم کا باعث بنے ان کا آغاز بہت پہلے ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ بدھ کی زندگی ہی میں ایک سے زیادہ مرتبہ بھکشوؤں کے باہمی اختلاف پیدا ہونے کی اطلاعات بدھی ادبیات سے ملتی ہیں۔ جن معمولی امور پر بدھ پیرو کار تقسیم ہوئے انہوں نے بعدازاں اہم ترین اعتقاداتی اختلافات کی صورت

اختیار کرلی۔

تیسرا عظیم اجتماع

تیسرا عظیم اجتماع اشوک (161) کی تاجپوشی کے اٹھارہویں سال پاٹلی پتر (پٹنہ) میں ہوا۔ یہاں بھی متعدد اختلافات منظر عام پر آئے۔ یہ مجلس 252 ق-م میں منعقد ہوئی اور اس کے نتیجہ میں "استھور وادن" ایک کٹر فرقہ کی حیثیت سے منظم ہوئے۔ عام بھکشوؤں کے علاوہ ایک ہزار بزرگ ترین بھکشو بھی اس جلسہ میں شریک تھے جنہوں نے بدھ شریعت کو پہلی بار "تری پٹک" کے نام سے تحریری صورت دی۔ تمام قواعد و ضوابط' قوانین اور احکام و ممنوعات نظم کی صورت رقم اور بار بار دہرا کر حفظ کئے گئے۔ نو ماہ تک جاری رہنے والی اس مجلس کے نام اشوک نے وہ پیغام بھیجا جو عصر حاضر کے ماہرین آثار قدیمہ کو متعدد سنگی ستونوں پر کندہ ملا ہے:

> "مگدھ کا بادشاہ رحمدل سنگھ کا پرجوش خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی صحت و عافیت کے لئے دعاگو ہے۔ محترم بزرگو! آپ سے یہ امر مخفی نہیں کہ میں بدھ تعلیمات کی کس قدر تکریم اور سنگھ کی کتنی عزت کرتا ہوں۔ محترم بزرگو! مقدس بدھ نے جو فرمایا وہ بہت ہی مناسب ہے۔ اگر ہم ان کے احکام کو بنیاد تصور کرلیں تو سچا قانون (بدھ مت) بہت عرصہ تک قائم رہے گا——— محترم بزرگو! مجھے امید ہے کہ قابل عزت راہبائیں اور واجب الاحترام راہب کتب شریعت (بدھی احکامات کا مجموعہ) کو بغور مطالعہ کرتے رہیں گے اور تمام گھردار بدھ پیروکار بھی ایسا ہی کریں گے۔ اسی غرض سے میں نے یہ کندہ کرا دیا ہے اور اپنی خواہش کا اظہار کردیا ہے۔"

اس اجتماع کی بذریعہ روایات ہم تک پہنچنے والی تفصیلات بھی کلی طور پر غیر

مشکوک نہیں ہیں لیکن یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اس وقت تک بدھی احکامات میں بہت زیادہ اختلافات و تضادات پیدا ہو چکے تھے۔

اس مجلس کے انعقاد کے سال ہی اشوک نے مذہبی امور کی الگ وزارت قائم کی جس کا اولین فرض مذہب کی حقانیت و صداقت کا قیام اور وحشی اقوام تک نئے علم کا حیات بخش پیغام پہنچانا تھا۔

اشوک کے مبلغ

مذکورہ بالا سنگھ کونسل نے اشوک کے ایماء پر قندھار' سلطنت نظام کے دکھنی حصے' صحرائے راجپوتانہ' سرحد' بمبئی کے شمال مشرقی علاقے' وسط ہمالیہ' ملایا اور لنکا میں درجنوں عالم د فاضل مبلغ اور ان کی ہمراہی میں متعدد بزرگ بھکشو بھیجے تاکہ دھرم کی تبلیغ و اشاعت اور فروغ و ترویج کی سرگرمیاں وسیع تر بنیادوں پر استوار ہو سکیں۔

بدھی نظام میں تغیرات

یہی وہ دور تھا جب بدھ مذہب کی بنیادی ترکیب میں بھی عظیم تغیرات جنم لے رہے تھے۔ اشوک کے عہد تک ہندوستان میں وہاروں (162) کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی' ان میں خانقاہیں بھی قائم تھیں اور مندر بھی۔ مہاتما بدھ کی وفات کے بعد بھکشوؤں کے بہت سے فرقوں (163) نے برسات کے علاوہ متواتر سفر کے عمل کو ترک کر دیا اور آبادیوں کے قریب لیکن باہر مستقل طور پر ڈیرے ڈال کر بیٹھ گئے۔ یہ لوگ کسی مقدس درخت' تقدیس یافتہ درختوں کے جھنڈ' ارضی ارواح و اجناء کے ویران مساکن' عظیم مرحومین کی باقیات کے مدفنوں اور بلند و بالا مقابر کے آس پاس منڈلاتے رہتے کیونکہ بدھ نے انہیں ایسے مقامات کا احترام کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ مقامات بھی بعدازاں چھوٹی اور پھر بڑی بدھی خانقاہوں میں تبدیل ہو گئے۔ آنے والی صدیوں میں مہاتما بدھ کی چتا کی تقسیم شدہ خاک پر بہت سے استوپ پورے ہندوستان میں تعمیر ہو گئے۔ ہر استوپ کے پاس مہاتما بدھ کے نروان پانے کی یادگار کے طور پر پیپل کا

درخت لگایا گیا جو بجائے خود احترام کا حامل قرار پایا۔ گیا کے اصل بودھی درخت کی شاخیں کاٹ کاٹ کر لنکا تک پہنچا دی گئیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص طرز تعمیر کے حامل بدھی مندر یا زیارت گاہیں مسیحی عہد کے آغاز تک قائم نہیں ہوئی تھیں لیکن مسیحی عہد کی ابتداء میں ہی مہاتما بدھ کے بت کی پوجا آغاز ہو چکی تھی۔

اشوک کے ذریعے بدھ مت کو بہت فروغ حاصل ہوا اور یہ پورے ہندوستان اور لنکا تک پھیل گیا۔ اے۔ ایل باشم لکھتے ہیں کہ "مترشنگ کے عہد میں اگرچہ بدھوں پر مظالم ہوئے لیکن یہ مذہب ترقی کرتا رہا' دو سو سال قبل مسیح اور دو سو سال عیسوی کے درمیانی عہد کی جتنی بھی مذہبی یادگاریں دریافت ہوئی ہیں ان میں بدھ مذہب کی یادگاریں برہمنیت' ہندو مذہب اور جین مت کی یادگاروں کی مجموعی تعداد سے کہیں زیادہ ہیں----" یہ امراس دور میں بدھ مت کے مائل بہ عروج ہونے کے ثبوت کے لئے کافی وقعت کا حامل ہے۔ اگرچہ انفرادی طور پر ایک بھکشو اپنے عہد کے مطابق معمولی ضروریات زندگی کے علاوہ کوئی جائیداد نہیں رکھ سکتا تھا اور نہ ہی سونے اور چاندی کو چھو سکتا تھا لیکن خانقاہیں معتقدین کے عطیات سے مالا مال تھیں اور بھکشو ظاہر ہے کہ انہی خزانہ بن چکی خانقاہوں کے مفلس باسی تھے لہٰذا اب انفرادی طور پر انہوں نے بھی اپنے نادار و محتاج رہنے کی قسم کی پابندی کرنا کم کر دیا۔

چوتھا عظیم اجتماع

پہلی صدی عیسوی میں کنشک کی زیر سرپرستی منعقد ہونے والے اس جلسہ میں عام بھکشوؤں کے علاوہ پانچ سو عالم و فاضل راہب شریک ہوئے۔ اس اجلاس کا مقصد بدھ فرقوں میں نظریاتی ہم آہنگی پیدا کرنا تھا چنانچہ بدھی احکامات کی تین مستند اور ضخیم تفاسیر تیار کی گئیں جن میں ہر تفسیر بقول ہیون سانگ (164) ایک لاکھ اشعار پر مشتمل تھی۔

مختلف فرقے

"استھور وادن" اور "مہا سنگھک" گروہوں کے علاوہ ایک بہت اہم فرقہ "شراوستی وادی" بھی تھا جو کشمیر اور متھرا میں انتہائی بارسوخ تھا۔ اس فرقہ کے عقائد کو چوتھے اجتماع میں "مہا وبھاشا" کے نام سے منضبط کیا گیا' یہ خیالات پرانے فرقے "مہا سنگھک" میں ترقی پانے لگے اور بعد میں "مہایان" اور "ہنایان" (165) فرقوں میں بدھ مت کی مزید تقسیم کی بنیاد بنے۔ (ان دونوں فرقوں کے نظریات اور ارتقاء کا اجمالی بیان اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں)۔

بدھ مت کا مرحلہ وار فروغ

یونانیوں اور ان کے فوراً بعد وارد ہونے والے دیگر حملہ آوروں نے جب ہندوستان کے لئے دوسرے خطوں کے فکری دروازے کھول دیئے تو فارس وغیرہ کے خیالات زیادہ زور و شور کے ساتھ یہاں داخل ہونے لگے۔ اس ماحول میں' جو کہ مسیحی عہد کے آغاز میں پیدا ہوا تھا' بدھ مت کو جو صاحب علم نصیب ہوئے انہوں نے ایک نیا تخیل پیش کیا۔ ان کا دعوئٰ تھا کہ وہ ایک نیا اور عظیم وسیلہ پا چکے ہیں جو بہت سی ارواح کی نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ انہی خیالات کے باعث معروف ترین بدھی فرقہ مہایان فروغ پذیر ہوا اور دوسرا عظیم ترین فرقہ ہنایان غیر معروف ہونے لگا لیکن باایں ہمہ موخرالذکر گروہ نے نئے خیالات کی بھرپور مدافعت کی جس کا مرکز لنکا کا خطہ تھا اور اسی سرزمین سے یہ برما' سیام اور جنوب مشرقی ایشیاء کے دوسرے حصوں میں پہنچا جہاں اسے قومی مذہب کا درجہ دیا گیا۔

مہایان فرقہ آگے چل کر کئی ذیلی تقسیموں کا شکار ہوا' یہ فرقہ ہندوستان کے بھکشوؤں کے ذریعے پہلے چین پہنچا اور پھر جاپان۔ گپت عہد تک یہ مقامی سطح پر کلی بالادستی رکھتا تھا۔ بقول ہیون سانگ ہنایان گروہ ساتویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے زیادہ تر علاقوں سے بے اثر ہو کر مغرب کی طرف عازم سفر ہو چکا تھا لیکن بالادست "مہایان" کے مقابلہ میں اس کی اپنی اہمیت کا چراغ پھر بھی ٹمٹماتا رہا۔ اس کی اہم ترین

خانقاہ اور علم گاہ نالندا سے "پدم سمبھو" جو ایک مبلغ بھکشو تھا آٹھویں صدی عیسوی میں اہل تبت کو بدھ مت کی طرف راغب کرنے کے لئے وہاں گیا' اس وقت چین اور جنوب مشرقی ایشیا سے بڑی تعداد میں زائرین اس خالص عقیدے سے آشنا ہونے کے لئے تبت آ رہے تھے۔

بدھوں کا "مہایان" اور "ہنایان" کے بعد تیسرا بڑا فرقہ "وجریان" (مرکب رعد) آٹھویں صدی عیسوی میں مشرقی ہندوستان سے ابھرا اور بنگال و بہار کے علاقوں میں فروغ پذیر ہوا۔ بدھ مذہب کی یہی وہ شکل تھی جو قدیم مقامی مسالک سے متاثر ہو کر قطعی طور پر تبت میں قائم ہو گئی۔ یہ عمل اس تبلیغی گروہ کے ہاتھوں انجام پایا جو بہار کی عظیم جریانی خانقاہ "وکرم شیل" سے گیارھویں صدی عیسوی میں روانہ ہوا تھا۔

بدھوں پر مظالم

سن عیسوی کی ابتدائی چند صدیوں میں ہی بدھوں پر مظالم کا آغاز ہو گیا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں ہن بادشاہ مہر کل نے خانقاہیں تباہ اور بھکشوؤں کی زندگیاں برباد کر دیں' بنگال کے ایک مذہبی جنونی حکمران ششانک نے' جو کہ شیوی تھا' ساتویں صدی کے آغاز میں "گیا" کے شجر دانش کو برباد کرنے کے علاوہ بہت سی دیگر بدھ عبادت گاہوں اور مقدس مقامات پر حملے کرکے انہیں تباہ کیا اور بدھوں کی زندگیوں کو غیر محفوظ بنا دیا۔ اس کے علاوہ بھی بدھوں پر مظالم کی کئی داستانیں ملتی ہیں۔ امن پسند بدھ اپنی امن پسندی ہی کی وجہ سے مخالفین و حاسدین کا پسندیدہ اور آسان ہدف رہے کیونکہ پر تشدد مزاحمت کا راستہ اختیار کرنا تو جیسے انہیں آتا ہی نہ تھا۔

ہندوستان سے رخصتی

ہندوستان سے بدھ مت کے تقریباً ختم ہو جانے کے اسباب اس عہد میں اسے درپیش حالات میں پنہاں تھے۔ اوپر مذکور ہوئے مظالم بھی اس مذہب کی ہندوستان بدری کا سبب ہیں لیکن درحقیقت سب سے بڑا سبب وہ ہندو مذہب تھا جو ازسرنو زندہ ہو کر

چند اصلاحات کے ساتھ منظر عام پر آ چکا تھا اور جس نے نویں صدی عیسوی میں تامل سرزمین سے شمال کی طرف اپنے اثر و نفوذ کا دائرہ کار انتہائی سرعت سے بڑھانا شروع کر دیا تھا۔ مشہور ہندو مذہبی رہنماء شنکر نے اس تبلیغی مقصد کے لئے ہندوستان بھر کا سفر کیا اور اس سفر نے وہ گرد اڑائی جس میں بعدازاں بدھ مت کے نقوش دھندلا کر رہ گئے اور اسے اپنی بقا کے لئے دوسرے ممالک کی طرف عازم سفر ہونا پڑا۔ شنکر کی تعلیمات نے بطور مذہب بدھ مت کی انفرادی اہمیت کو اس قدر کم کر دیا کہ عہد وسطیٰ کی شمالی ہند میں مہاتما بدھ کو وشنو دیوتا کا نواں اوتار سمجھا جانے لگا' یوں بدھ ازم ایک غیر متشدد ہندو فرقہ بن کر رہ گیا جن کا بطور الگ مذہب مستقبل کے ہندوستان میں کوئی مقام نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد دریائے گنگا کے نشیبی علاقوں میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت نے بھی جارحانہ رویّہ اپنا لیا چنانچہ تاریخ عالم میں ایک ایسی ہجرت کا واقعہ رونما ہوا جس میں نہ صرف پیروکار بلکہ ایک مکمل مذہب اپنی پیدائشی سرزمین چھوڑ کر اجنبی ملکوں میں جا وارد ہوا۔ ان واقعات کے باعث مظالم سے محفوظ رہ جانے والے بدھی پیروکار نیپال اور تبت کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے اور ہندوستان ایک بڑے مذہب کو جنم دے کر کچھ ہی صدیوں بعد اس سے بالکل محروم ہو گیا۔

ہنایان فرقہ کا تعارف

بدھ مت کی ابتدائی تاریخ میں روایت پسندوں کا فرقہ "استھور وادن" (سلفاء کی تعلیمات کا پیروکار) کہلایا اور جدت پسندوں نے خود کو "مہا سنگھک" (عظیم جماعت کے ارکان) قرار دیا۔ بعد کی تاریخ میں یہ دونوں فرقے مزید نئے فرقوں میں بٹ گئے۔ لیکن ان میں سے جو فرقے اپنے مکتب فکر کے حقیقی ترجمان کی حیثیت سے پھلے پھولے اور اس وقت عملی سطح پر زندہ ہیں وہ ہنایان اور مہایان ہیں۔ پہلے ہم "ہنایان" سے متعارف ہوتے ہیں۔

"ہنایان" فرقہ روایت پسندوں کا نمائندہ ہے۔ یہ وہی فرقہ ہے جسے "استھور

وادن" یا پالی زبان میں "تھیرووادی" کہا جاتا ہے۔ یہ بدھ کی قدیم ترین تعلیمات اور افکار پر خالص انداز میں عمل کرنے والوں پر مشتمل ہے۔ اس فرقہ نے بدھ مت کے عظیم خدمتگار شہنشاہ اشوک کے عہد میں ہندوستان میں نہایت فروغ پایا اور لاتعداد افراد کو اپنے حلقہ میں سمو لیا۔ اشوک ہی کے تبلیغی وفود کی بدولت ہنایان فرقہ کی تعلیمات لنکا تک پہنچیں جہاں انہیں تیزی سے فروغ ملا۔ پہلی صدی قبل مسیح میں لنکا اور جنوبی ہندوستان کے راہبوں نے بدھ فلسفہ کو پالی رسم الخط میں تحریر کیا' جو ایک پراکرت بولی اور ابتدائی سنگھ کی علمی زبان تھی۔ یہ مواد بدھوں کی مسلمہ مذہبی ادبیات کی پہلی تحریری شکل تھا۔ یہ تین حصوں پر مشتمل ہے جنہیں "تری پٹک" یا تین ٹوکریاں کہا جاتا ہے۔

تھیرووادی یا ہنایان فرقہ کے افکار سن عیسوی کے ابتدائی سو سال میں لنکا سے برما تک جا پہنچے اور ساتویں صدی سے قبل ہی ان کا دائرہ اثر و نفوذ ملایا اور جاوا تک وسیع ہو گیا۔ پندرہویں صدی سے لاؤس' کمبوڈیا اور تھائی لینڈ وغیرہ میں یہ تعلیمات سب سے بڑے مذہب کی شکل میں نمودار ہونا شروع ہوئیں کیونکہ وہاں کے مقامی حکمرانوں نے ہندوستانی ثقافتی عناصر کو سراہا اور ہنایانی عقائد کو پھلنے پھولنے کے عمل میں مدد فراہم کی۔

ہنایانی تصورات' عقائد اور زندگی

ہنایانی انتہا درجہ کی تسکین ذات کے طالب رہے ہیں ان کے نزدیک کوئی دیوتا یا انسان ایسا نہیں جو حصول نجات کے عمل میں کسی کی معاونت یا رہنمائی کا فریضہ انجام دے کیونکہ یہ فرض خود طلبگار نجات کا ہے۔ جو پیروکار بزرگی و پاکیزگی کا مقصد حاصل کر لیتے ہیں وہ حصول عرفان میں بھی کامیاب و کامران ٹھہرتے ہیں جس سے اگلی منزل نروان یا نجات کلی و دائمی ہے۔ جو خود کو پوری سچائی سے صداقت کے لئے وقف کر کے سنگھ کا رکن بنتا ہے اسے چاہئے کہ ہمہ وقت نجات کے حصول کے لئے درکار ذہنی

استواری کے عمل میں مگن رہے۔ لنکا میں بھکشو تاحیات جماعت میں رہتے ہیں' اسی طرح برما اور تھائی لینڈ میں بدھ اعتقاد کا حامل ہر لڑکا اپنی تعلیم کے ایک ضروری مرحلے اور اہم حصے کے طور پر چند ہفتے یا مہینے خانقاہ میں بسر کرتا ہے۔

"تری پٹک" کے ایک حصے "ونائے پٹک" کے مطابق ایک بھکشو کے لئے تشدد' نشہ' دولت' گوشت' عورت اور غیر اخلاقی حرکات سے باز رہنا ضروری ہے۔ وہ کسی سے کچھ بھی قبول نہیں کرتا لیکن اپنا روایتی گیروا پہناوا' کشکول' سوئی' عباوتی بستر' سر مونڈنے کے لئے استرا اور پانی کو چھان کر پینے کے لئے کپڑے کا ایک ٹکڑا ہمیشہ ساتھ رکھتا ہے تاکہ آبی حیات کی چھوٹی سی چھوٹی قسم بھی ضرر نہ اٹھائے۔ ہر صبح وہ در بدر بھیک مانگ کر دن بھر کے لئے درکار غذا اکٹھی کرتا ہے' پھر وہ خانقاہ میں واپس لوٹتا ہے جس میں بہت سی کوٹھڑیاں' باورچی خانے' چھوٹے چھوٹے گودام اور مقدس مقامات ایک مرکزی ہال کے گرداگرد دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کی اعلیٰ اور بنیادی ذمہ داری مراقبہ ہے تاکہ برکات و فیوض کا حصول ممکن ہو۔ اس کے علاوہ وہ مطالعہ' عمومی عبادت اور ان تقریبات میں بھی حصہ لیتا ہے جو عام بدھی پیرو کاروں کی تربیت کے لئے منعقد کی جاتی ہیں۔

ہنایانی بدھ مت کا عام پیروکار "ست پٹک" میں بیان ہوئے ان اخلاقی احکامات کا پابند ہوتا ہے' جو گوتم کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ وہ روزہ رکھنے کے علاوہ بھکشوؤں کو خوراک فراہم کرتا ہے اور مذہبی مقامات کی تعمیر میں حصہ لے کر طمانیت محسوس کرتا ہے۔ یہ بھکشو حضرات اپنے گھر یا مندر میں براجمان بدھ کی مورتی کو خراج عقیدت تو ضرور پیش کرتے ہیں لیکن خدا یا دیوتا کی طرح اس کی پوجا نہیں کرتے۔ تھائی لینڈ کی چند بدھی خانقاہیں' مناور اور لنکا کا دانت مندر ہنایانی پیروکاروں کی خاص زیارت گاہوں کا درجہ رکھتے ہیں جہاں ہر وقت زائرین کی آمدورفت جاری رہتی ہے۔

ہنایانی عقائد کی نمایاں خصوصیات

یہ فرقہ بدھ کے پیش کردہ قدیم مذہبی قواعد و ضوابط کا امین اور عامل ہونے کا

دعویٰ کرتا ہے چنانچہ درویشی اور خانقاہی نظام اس کی ترجیحات میں شامل ہیں کیونکہ گوتم نے اپنے مذہب کی بنیاد ترک دنیا اور رہبانیت پر استوار کی تھی۔ ہنایانیوں کے بقول وہ اب بھی تمام قدیم بدھی احکامات، ممنوعات اور اصولوں پر کاربند ہیں کیونکہ یہی بدھ مت کے تشکیلی عناصر ہیں اور انہی پر عمل پیرا ہو کر نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ بدھ مت کی ہنایانی شاخ اپنے مکتب فکر یعنی استھور وادن یا تھیرواد کی واحد ترجمان کے طور پر زندہ رہی ہے اور آج بھی سری لنکا، برما، جاپان، ویت نام، تھائی لینڈ اور کمبوڈیا میں مائل بہ عروج ہے۔ اس مکتب فکر کی تعلیمات کی نمایاں خصوصیات میں وہ تمام خصائص شامل ہیں جو بدھ مت کی اساسی تعلیمات کے حوالے سے اس باب کے ابتدائی صفحات میں بیان ہو چکے ہیں۔

مہایان فرقہ کا تعارف

اس فرقہ نے وسیع المشرب اور آزاد خیال بدھی مکتب فکر کی حیثیت سے چوتھی صدی قبل مسیح میں اپنے بنیادی خدوخال مرتب کئے۔ مہایانیوں نے بدھ کے روایتی افکار اور خیالات کی بہت سے نئے زاویوں سے تشریح و تفسیر کی۔ ہنایانی عقائد بہت حد تک قدامت پرستانہ اور جامد تھے لیکن اس مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نے بدھ کے وضع کردہ اصول و ضوابط کو لچک اور تحرک سے نواز کر لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو متاثر کیا۔ ذیل میں ہم چند ایسے بنیادی پہلوؤں کا ذکر کریں گے جو مہایان فرقہ کو فکری سطح پر ہنایان مکتب فکر سے منفرد و ممتاز بناتے ہیں۔

بھگتی کا رجحان

بنیادی اعتبار سے بدھ مت ایک فلسفیانہ مذہب تھا جس میں عقلیت اور تجزیاتی انداز فکر کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ ہنایان فرقہ نے ابتدائی بدھ مت کی اس روایت کو سچی اور غیر متزلزل وفاداری کے ساتھ زندہ رکھا۔ لیکن بدھ مت کو عوام میں مقبولیت دلانے کے جذبے نے ترقی پسند مہایان مکتب فکر کو بدھی تعلیمات کی ایسی

تعبیرات کرنے پر اکسایا جس میں فلسفیانہ عناصر سے زیادہ مذہبی جذبہ کی تسکین کا سامان موجود تھا۔ گوتم کو مادی انسان سے رفتہ رفتہ دیوتا کے مرتبہ تک پہنچا دینا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے لیکن اس امر پر رائے زنی کرنے سے پہلے یہ امر ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے کہ مہایان کی ابتدائی نشوونما کے دور یعنی دوسری اور تیسری صدی قبل مسیح میں' ہندوستان میں بھگتی اور اس سے متعلق مذہبی رسومات کافی بااثر ہو چکی تھیں۔ چنانچہ اگر مہایان نے گوتم بدھ کو ایک استاد کے درجہ سے بڑھا کر دیوتا کے رتبہ تک پہنچا دیا تو اس کی ایک بنیادی وجہ اس دور کے ہندوستان میں نفوذ پذیر بھگتی کا رجحان بھی تھا جس کے کافی اثرات مہایان نے قبول کیئے۔

دوسری صدی قبل مسیح تک مہایان کی تعلیمات میں گوتم اور اس سے پہلے ظہور میں آئی مقدس ہستیوں کی پرستش کو نجات کا ذریعہ تصور کیا جانے لگا۔ تمام خانقاہیں' پیروکاروں کے گھر اور دیگر مقدس مقامات ان ہستیوں کی مورتیوں سے اٹ گئے اور پوجا کی مختلف رسومات مثلاً مورتیوں کو سجانا' خوشبوئیں سلگانا' آرتی اتارنا اور مرادیں مانگنا وغیرہ رائج ہو گئیں۔

تری کایا کا عقیدہ

جذباتیت اور بھگتی کو بدھ مت میں داخل کرنے کے علاوہ مہایان نے مذہبی تصورات و عقائد میں بھی ہنایان سے مختلف اور ممتاز راہیں اختیار کیں۔ ہنایان نے ابتدائی بدھ مت کی بنیاد پر مذہب میں اخلاقیات کو مرکزی مقام دے رکھا تھا لیکن مہایان نے بدھ کی شخصیت کو محور و مرکز بنایا اور اس قسم کے عقائد کو رواج دیا کہ گوتم ہی واحد بدھ نہیں تھے بلکہ اس سے پہلے بھی مختلف ادوار میں متعدد بدھ دنیا میں آ چکے ہیں اور ملکوتی دنیاؤں میں بہت سے بدھ اور ان سے متعلقہ ہستیاں موجود ہیں۔ اپنے ارتقاء کے چند کلیدی مراحل طے کرنے کے بعد یہ عقیدہ "تری کایا" کی شکل میں کمال تک پہنچا۔ اس تصور کے مطابق بدھ کی تین صورتیں ہیں۔

بدھ کے روپ

اوپر بیان کردہ عقیدے کی رو سے بدھ کی پہلی صورت "دھرم کایا" ہے۔ اس حیثیت میں وہ "حقیقت اعلیٰ" کا مترادف ہے اور مختلف صورتوں میں تمام بدھ دراصل اسی "جوہر بدھ" کے مختلف مظاہر ہیں۔ بدھ کی دوسری صورت "سمبھوگھ کایا" ہے' اس میں "روح بدھ" ملکوتی دنیا کی ہدایت کے لئے مخصوص نورانی بدھاؤں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ بدھ کی تیسری صورت ان آسمانی اور نورانی بدھوں کا اس مادی دنیا میں ظہور ہے جو بظاہر ایک مادہ جسم کی صورت میں ہوتا ہے۔

بدھاؤں کے اس سلسلے میں گوتم بدھ کی تاریخی شخصیت دھندلا گئی اور ہنایانی تعلیمات یا ابتدائی بدھ مت کے تصورات کے برعکس مہایانیوں کے ہاں بدھ ایک مقدس ملکوتی ہستی بن گیا جس کی مختلف صورتوں کی مورتیاں پرستش کے لائق بھی ٹھہریں۔

بودھی ستو کا تصور

مہایان نے مزید آگے بڑھتے ہوئے ایسی مقدس ہستیوں کے تصور کو بھی فروغ دیا جو بدھاؤں کی جانشین اور روحانی اولاد ہونے کی حیثیت سے مخلوقات کی رہنمائی اور دست گیری کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتی ہیں ایسی ہستیاں مہایانی عقائد میں بودھی ستو کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ مختلف آسمانی بدھاؤں کے ساتھ ساتھ ان ملکوتی بدھی ستوؤں کی پرستش بھی مہایانی پیروکاروں کی مقبول ترین عبادت ہے۔

حصول برکات و فیوض کا تصور

ابتدائی بدھ مت نے واضح طور پر نروان کے حصول کو ہر انسان کی ذاتی سعی پر منحصر بیان کیا تھا' لیکن مہایان نے اس سلسلہ میں بھی انقلابی قدم اٹھایا اور یہ تصور پیش کر دیا کہ متعدد بدھوں اور بودھی ستوؤں نے اپنی متعدد زندگیوں کے دوران نیکیوں کا

ایک لامحدود خزانہ جمع کر رکھا ہے اور وہ اس کی مدد سے تمام مخلوقات کو نجات دلا سکتے ہیں۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ان ہستیوں کی پرستش سے جو برکات و فیوض حاصل ہوں گے وہ یقیناً نجات کے حصول میں سہارا بنیں گے لٰہذا اس تصور نے مہایان فرقہ میں عقیدت مندی' عبادات اور مورتی پوجا کے رواج کو مزید مستحکم کر دیا۔ مہایانی پیروکار سمجھتے ہیں کہ ان مقدس ہستیوں کی عقیدت اور پوجا کی وجہ سے ہر متنفس آخرکار حصول نروان کی منزل تک ضرور جا پہنچے گا کیونکہ مہایانی تعلیمات کے مطابق بودھی ستووں نے عہد کر رکھا ہے کہ وہ تمام عالم کو "مقام بدھ" تک پہنچانے کے بعد ہی خود اس میں داخل ہوں گے۔

مہایان کا فلسفیانہ ارتقاء

فلسفیانہ اعتبار سے بھی مہایان نے ابتدائی بدھ مت اور ہنایان کی فکری حدود سے بہت آگے تک پرواز کی اور اپنے ارتقاء کے دوران بدھ فلسفہ کے مختلف مکتب فکر قائم کیے۔ ان میں سب سے اہم مدھیامک مکتب فکر ہے جس کے تصورات مہایان کا بنیادی فلسفہ بن گئے۔

ابتدائی بدھ مت اور ہنایان میں تجزیہ کا عمل ایک حد پر آکر رک گیا تھا اور اس سطح پر جو حقائق سامنے آگئے تھے' ان کو مستقل حیثیت کا حامل مان لیا گیا تھا۔ مہایان سے متعلق مدھیامک مکتب فکر نے اس سلسلے میں تجزیاتی عمل کو آگے بڑھایا اور ابتدائی بدھ مت کے برعکس ان اجزاء کو بھی' جن کا کہ اشیاء مرکب ہیں' مستقل اکائیاں ماننے سے انکار کر دیا۔ اس قسم کے نظریات کے مطابق مرکب اشیاء کے عناصر خود بھی کچھ چیزوں سے مرکب ہیں اور وہ چیزیں بھی کچھ دوسرے اجزاء سے مل کر متشکل ہوئی ہیں۔ چنانچہ یہ تجزیہ خواہ کسی بھی سطح پر پہنچ جائے آپ کسی مستقل وجود کو جو کہ غیر مرکب بھی ہو' تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کائنات میں کسی بھی سطح پر کوئی ایسا مستقل وجود موجود ہی نہیں ہے جو بذاتہ ایک مستقل اکائی اور غیر مرکب

ہو۔ علاوہ ازیں علت و معلول کے بدھی سلسلہ کو بھی مدھیامک مکتب فکر نے حقائق کی تمام سطحوں پر منطبق کیا اور کہا کہ اسباب و علل کا یہ سلسلہ صرف انسانی وجود کے مختلف مدارج تک ہی محدود نہیں بلکہ پوری کائنات میں جاری و ساری ہے۔

مدھیامک مکتب فکر کے ان نظریات کو مہایان فرقہ نے مکمل طور پر اپنا لیا جس کی وجہ سے مہایانیوں کی مذہبی زندگی پر نہایت دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ سنسار اور نروان کی دوئی مٹ گئی' اعلیٰ اخلاقیات کی اہمیت کم ہوئی اور سخت ریاضتوں کا تصور بے معنی ہو کر رہ گیا۔ چنانچہ مہایان فرقہ میں بھکشوانہ زندگی بہت زیادہ اہم نہیں' اس فرقہ کے پیروکار عموماً" عام انسانوں سے مختلف طرز حیات اور تجرد پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

مہایانی عقائد کی نمایاں خصوصیات

مہایان فرقہ بدھ مت کی بنیادی تعلیمات کی تردید کئے بغیر نئی تشریحات و تعبیرات کے حق میں ہے۔ یہ مکتب فکر فلسفیانہ اور مذہبی ارتقائی عمل پر کسی طرح کی پابندی قبول نہیں کرتا' وسیع المشرب اور آزاد خیال ہے۔ مہایانی عقائد ہنایانی ضوابط کی طرح جامد اور مقلدانہ نہیں ہیں۔ اس مکتب فکر میں وسعت نظری اور کشادہ قلبی ہے یہ حصول نجات کے عمل کو مخصوص لوگوں کے لئے ہی قابل حصول قرار نہیں دیتا بلکہ تمام مخلوقات کو نجات پا لینے کا اہل خیال کرتا ہے۔

☆ ☆ ☆

چوتھا باب

بدھ مت کی دنیا

بدھی افکار نے وسط ایشیاء بھی فتح کیا اور مشرق بعید کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا۔ گوتم کی فکر کا توسیعی حلقہ ایک طرف جنوبی ایشیا میں وسعت پذیر ہوا اور دوسری طرف مشرقی ایشیاء میں۔ رفتہ رفتہ اس مذہب کی تبلیغی و اشاعتی سرگرمیاں ہند چین' ملایا اور انڈونیشیائی جزائر تک جا پہنچیں---- یہ سب کیسے ممکن ہوا؟ آیئے ملک ملک گھوم کر دیکھیں!

سری لنکا

ہندوستان سے باہر بدھ مت کی اشاعت اور استحکام جس ملک میں تاریخی اعتبار سے سب سے پہلے ثابت ہے وہ جنوب میں ہندوستان سے تقریباً ملا ہوا ملک سری لنکا ہے۔ سری لنکا میں مستحکم بدھ روایت اپنے قدیم ترین ذرائع سے یہ ثابت کرتی ہے کہ ہندوستان کے عظیم بادشاہ اشوک نے بدھ مت کی تبلیغ کے لئے جو جماعتیں مختلف ملکوں میں روانہ کی تھیں ان میں سے ایک خود اشوک کے بھائی (یا بعض روایات کے مطابق بیٹے) مہندر کی زیر قیادت لنکا کو روانہ کی گئی تھی۔ جہاں اس زمانے میں "دیوا نام پیاتیسا" (247-207 ق-م) نامی حکمران کی حکومت تھی۔ اس جماعت کا مثالی خیر مقدم ہوا' مذکورہ بالا حکمران اپنے خاندان' وزراء اور امراء سمیت بدھ مت کا پیروکار بن گیا۔ کچھ برس بعد اشوک کی لڑکی "سنگھ متر" (166) لنکا گئی' وہ اپنے ساتھ اس پیپل کے پیڑ کی ایک قلم (نشوونما کی قوت کی حامل شاخ) لے گئی تھی جس کے نیچے بدھ کو نروان حاصل ہوا تھا۔ اشوک کی طرف سے بھیجے گئے اس قابل قدر تحفہ کی بہت توقیر ہوئی' اس قلم سے اگنے والا پیپل کا درخت آج بھی انو رادھ پور (لنکا کا قدیم

دارالحکومت) میں موجود ہے اور غالباً تاریخی اعتبار سے دنیا کا سب سے قدیم (167) درخت ہے۔ اس واقعہ کے تقریباً 500 سال بعد ایک اور اہم تحفہ لنکا گیا' یہ بدھ کا دانت تھا' جس کی بودھی درخت سے بھی زیادہ پذیرائی ہوئی' اسے ایک عظیم تبرک سمجھ کر قبول کیا گیا' آج یہ تبرک سری لنکا کے قومی خزانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ لنکا کا عظیم بدھی دانت مندر اسی تحفہ سے نسبت رکھتا ہے۔

اشوک کے عہد سے لے کر آج تک سری لنکا بدھ اکثریت کا حامل ملک رہا ہے جس نے ہنایان روایات کو زندہ رکھنے' ترقی دینے اور جنوب مشرقی ایشیاء کے دیگر ممالک تک پہنچانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

ختن

ختن (168) کی ایک قدیم روایت کے مطابق یہ ریاست 240 ق۔م میں اشوک کے ایک لڑکے کستن نے قائم کی تھی' اسی کے پوتے وجے سمبھاو نے ختن میں بدھ مت کو متعارف کروایا۔ ختن میں پہلی بدھی خانقاہ 211 ق۔م میں قائم ہوئی اور اس کے بعد اس ریاست میں بدھ مت پھیلتا رہا اور یہ پھیلاؤ صدیوں کو محیط ہوا۔ بعض دیگر وسط ایشیائی ریاستوں مثلاً طرفان' کوچ' نیا' کاشغر اور کئی خانہ بدوش قبائل میں بدھ مت کی اشاعت و تبلیغ کے سلسلے میں بھی ختن کے مرکزی کردار کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

چین

چین میں بدھ مت کے داخلہ کا آغاز چینی ترکستان کے بدھی قبائل کی بدولت ہوا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی روایت دوسری صدی قبل مسیح (122-116 ق۔م) سے متعلق ہے' جب کہ چین کی ہان سلطنت اپنے شمال اور شمال مغرب میں ہن خانہ بدوشوں سے ایک طویل جنگی سلسلہ میں الجھی ہوئی تھی۔ اسی دوران شہنشاہ وو۔ٹی کی افواج ایک ہن سردار کو اس کے ہزاروں وفاداروں سمیت مطیع و فرمانبردار بنانے میں کامیاب ہو گئیں۔ ان مفتوحوں سے' جو کسی حد تک بدھ مت قبول کر چکے تھے' چینیوں کو 10 فٹ اونچا سونے کا ایک مجسمہ ملا (گوتم یا کسی اور بدھ کا) جس کو ہان شاہی خاندان

کی طبعی رواداری کے باعث ایک مندر میں رکھ دیا گیا اور لوگوں کو رضاکارانہ طور پر اس کی پوجا کی اجازت دی گئی۔ یہی چین میں بدھ مت کی ابتداء کہی جا سکتی ہے۔ بعدازاں عیسوی سن کے بالکل ابتدائی برسوں میں چینی شہنشاہ ہیساؤ منگ ٹی نے بدھ مت کے متعلق معلومات لینے کے لئے ایک وفد ہندوستان بھیجا' جو کئی مقدس کتب' قیمتی معلومات اور بدھ کے ایک مجسمے کی نقل حاصل کر کے واپس لوٹا' دو بھکشو بھی اس وفد کے ساتھ چین وارد ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منگ ٹی نے بدھ مت قبول کر کے مقدس تبرکات رکھنے کے لئے دارالسلطنت لویانگ کے پاس ایک شاندار بدھی مندر بنوایا جو "سفید گھوڑوں کے مندر" کے نام سے مشہور ہوا کیونکہ روایت ہے کہ وفد تبرکات لئے سفید گھوڑوں پر سوار چین آیا تھا۔ نووارد بھکشو بدھی مواد کے مقامی زبان میں ترجمے پر مامور ہوئے۔ اس کے بعد بھی ہندوستانی اور وسط ایشیاء کے بدھ عالموں کے چین جانے کا سلسلہ قائم رہا یہاں تک کہ ان کی خدمات کے باعث چینی بدھ مت سے اچھی طرح آگاہ ہو گئے۔ اس ضمن میں فاہیان (169) اور ہیون سانگ کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔

عرصہ دراز تک چین میں بدھ مت صرف درباری حلقوں اور اشرافیہ تک محدود رہا اور اس دوران تاؤ مت اور کنفیوشس کے افکار کی مزاحمت بھی کرتا رہا لیکن تیسری صدی عیسوی کی ابتداء میں ہان خاندان کے زوال اور منگول خاندان کے حکمرانوں کے عروج کے بعد ان کی سرپرستی میں بدھ مت نے چین میں انتہائی سرعت کے ساتھ ترقی کی منازل طے کیں۔ پانچویں صدی عیسوی تک چینی لوگوں کی غالب اکثریت بدھ مت قبول کر چکی تھی۔ لیکن یہ عمل مقامی مذاہب سے قطع تعلق اختیار کئے بغیر انجام پایا۔ یوں عام چینیوں کی بہت بڑی تعداد جہاں تاؤ مت کی رسوم ادا کرتی ہے' وہاں کنفیوشس کے افکار پر بھی عمل پیرا ہے اور ساتھ ساتھ بدھ مت کے احکامات کو بھی درست تسلیم کرتی ہے۔

کوریا

چوتھی صدی عیسوی کے اواخر (375ء-400ء) میں بدھ مت چین سے کوریا جا

پہنچا اور چینی تمدن کے دیگر پہلوؤں کے شانہ بشانہ کوریا کے ترقی پسند حلقوں میں دن بدن مقبولیت حاصل کرنے لگا۔ کوریا اس زمانے میں تین حصوں میں منقسم ہونے کی وجہ سے کئی سماجی اور تاریخی تغیرات کا شکار تھا اور چینی تمدن کی برتری نے کوریا کے مقتدر طبقات کو متاثر کر رکھا تھا چنانچہ وسیع پیمانے پر علوم و فنون اور سماجی و سیاسی سانچے چین سے مستعار لے کر اختیار کرنے کا رجحان فروغ پا رہا تھا۔ کوریا میں بدھ مت کی اشاعت بھی اسی تمدنی تغیر کا نتیجہ تھی۔ آہستہ آہستہ کوریا میں بدھ مت ایک عوامی مذہب بننے میں کامیاب ہو گیا۔ کوریا کا بدھ مت کی نشوونما میں کوئی منفرد یا غیر معمولی کردار نظر نہیں آتا۔ بدھ مت کی تاریخ میں کوریا کی اہمیت صرف اس درمیانی واسطے کی حیثیت سے ہے جس کے باعث بدھ مت چین سے جاپان کو منتقل ہوا۔

برما

یہاں بدھ مت کی ابتداء کیسے ہوئی' اس کے بارے میں تاریخی اور روایتی ذرائع میں بہت سے اختلافات ہیں۔ اہل برما اپنی خوش اعتقادی کے باعث یہاں تک یقین رکھتے ہیں کہ بدھ دیو ان کے دیس میں خود تشریف لائے تھے لیکن یہ محض خوش اعتقادی ہی ہے کیونکہ اشوک کے مبلغین کی ابتدائی کوششوں کے بعد' درحقیقت برما میں بدھ مت کا باقاعدہ ارتقاء 450ء میں ہوا جب بدھ گھوش لنکا سے یہاں وارد ہوا۔ اس کی انتھک کوششوں سے برما میں بدھ مت کو مثالی عروج حاصل ہوا۔ اس علاقے میں بدھ مت کا دوسرا سنہری دور دسویں صدی عیسوی کے بعد شروع ہوتا ہے جب برمی حکمران راجہ انی رودھ نے اس مذہب کو سرکاری قرار دے کر خود کو اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر دیا۔ اس کے تقریباً سو سال بعد برما نے لنکا سے متعدد بھکشو بلائے اور خالص یا ہنایانی بدھ مت کو باقاعدہ طور پر قبول کر لیا۔ یہاں بدھی مندر کو پگوڈا کہا جاتا ہے۔ اس چھوٹے سے ملک میں کوئی بھی گاؤں ایسا نہیں جو پگوڈے سے محروم ہو۔ 1942ء تک مذہبی فقیروں (بھکشوؤں) کی تعداد 75 ہزار تھی جو اب لاکھوں تک جا پہنچی ہے۔ یہاں بدھوں کے بعد دوسری قابل لحاظ مذہبی تعداد عیسائیون کی ہے۔

جاپان

یہ ملک 550 سے 575 عیسوی کے درمیان بدھ مت سے آشنا ہوا۔ یہاں بدھ مت کی ابتدائی شکل چینی تھی جو کوریا کی وساطت سے منتقل ہوئی لیکن بعدازاں جاپانیوں نے اپنے طور پر قابل لحاظ فکری اور نظریاتی ترقی کی۔ انہوں نے اپنی قومیت پرستی کے باعث مکمل طور پر چینی ذرائع سے استفادہ کرنا عار خیال کیا اور تراجم کی مدد سے اپنی الگ تشریحات لکھنے کا آغاز کر دیا۔ جاپانی بدھ مت کی نمایاں خصوصیت مقامی مجموعہ عقائد "شنتو مت" کے ساتھ اس کا مفاہمانہ روئیہ ہے۔ چنانچہ شنتو مت کے کئی دیوتا بدھ کے اوتاروں کے طور پر تسلیم کئے جاتے ہیں اور یہی حال دوسری طرف ہے۔

تبت

روایات کہتی ہیں کہ اس علاقہ میں سب سے پہلے اشوک کے بھیجے مبلغین اور بعدازاں کنشک کے عہد میں بدھ مت متعارف ہوا لیکن تاریخی ذرائع کا بیان یہ ہے کہ تبت کے قابل فخر بادشاہ سرون تبسان سگامپو نے ساتویں صدی عیسوی کی ابتداء میں ہندوستان سے علمی و تہذیبی روابط استوار کئے' اس عرصہ میں کئی اہم بدھی کتب سنسکرت سے تبتی زبان میں ترجمہ ہوئیں۔ یہ حکمران سیاسی اعتبار سے نہایت طاقتور شمار کیا جاتا تھا۔ اس کی دو شادیاں چینی اور نیپالی شاہی خاندانوں میں انجام پائیں' دونوں بیویاں بدھی پیروکار تھیں اور مختلف تبرکات اپنے ہمراہ لائی تھیں۔ اس امر نے بھی سرون کو بدھ مت کی اشاعت کی طرف راغب کیا لیکن اس کی سرپرستی اور اس کے جانشینوں کی حمایت کے باوجود مدت تک تبت میں بدھ مت کو مقامی مجموعہ عقائد "بون" کی مخالفت و مزاحمت کا سامنا رہا۔ یہ صورتحال اس وقت بدھ مت کے حق میں پلٹ گئی جب آٹھویں صدی عیسوی کے اختتام پر تبت کے ایک بدھ بادشاہ نے ہندوستان سے تانترک بدھ مت (170) کے مشہور عالم پدم سمبھاو کو بلوایا تاکہ وہ اپنی روحانی طاقت کے بل پر مقامی بون علماء کو شکست سے دوچار کرے۔ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا تھا۔ پدم کی کوششوں سے بدھ مت نے تبت میں مضبوطی سے قدم جما لئے اور اس علاقہ کی آئندہ بدھ تاریخ تانترک تصورات و رسومات کے دائرہ اثر میں آ گئی۔ مختلف

مرحلوں سے گزر کر جو بدھ مت سولھویں صدی عیسوی کے اواخر میں تبت میں مستحکم ہو گیا اور بیسویں صدی کے وسط تک مستحکم رہا وہ تانترک بدھ مت کی ہی ایک شکل ہے، جس کا ناگزیر حصہ "لاما ازم" ہے۔

نیپال

نیپال میں رائج بدھ مت پر تبتی اثرات بہت گہرے ہیں۔ مقامی لوگ دیوتاؤں کے قائل، خدا کے وجود کے حامی اور گوتم کو انسان سمجھتے ہیں۔ تبتی حکمران سرون کے ایک نیپالی شاہی خاندان میں شادی کرنے اور اس کی بیوی کے بدھی پیروکار ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کی ابتداء میں نیپال مکمل طور پر بدھ مت کے دائرہ اشاعت و تبلیغ میں آ چکا تھا۔ یہاں کے لوگوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ گوتم بدھ دنیاوی انسان تھا جو حقیقی بدھ کی پرستش کے ذریعے نروان یا نجات کے اعلیٰ ترین منصب پر پہنچ گیا۔

پاکستان

وطن عزیز کے بہت سے علاقہ جات مقامی تہذیب و تمدن کے قدیم ترین گہوارے رہے ہیں لہٰذا پنجاب، سندھ اور کچھ دیگر علاقوں میں بدھ اثر و نفوذ کی قدامت کی واضح شہادتیں دستیاب ہوتی ہیں۔ ٹیکسلا کے کھنڈرات قدیم مقامی آبادی کے بدھ مت سے متعلق عقیدت مندانہ رجحان کے عکاس ہیں۔ 1950ء سے 1960ء کی دہائی میں مرتب ہونے والے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں 4 لاکھ سے زائد بدھی پیروکار موجود تھے جن کی کثیر تعداد مشرقی پاکستان میں آباد تھی لیکن 1971ء میں سقوط ڈھاکہ کے بعد پاکستان میں بدھوں کی بہت کم تعداد باقی رہ گئی۔

تھائی لینڈ اور کمبوڈیا

ان ممالک میں بدھ مت نے خاصا فروغ پایا لیکن مثالی ترقی اس وقت ممکن ہوئی جب چودھویں صدی عیسوی میں اسے سرکاری مذہب کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ اس کی وجہ چینی سرحد پر رہنے والی تھائی قوم کی ان علاقوں پر بالا دستی تھی، جو بدھی پیروکار

بھی تھی۔

افغانستان، کشمیر

ان خطوں میں بھی بدھ مت کے اثر و نفوذ کی مثالیں ملتی ہیں۔ ہیون سانگ کے بقول افغانستان میں ایک بدھی بادشاہ حکومت کرتا تھا جس کا نام کپا تھا۔ بیسویں صدی کے وسط تک کشمیر کے مشرقی حصوں میں بھی اس مذہب کے ماننے والے موجود تھے۔

دیگر خطے

مذکورہ بالا ممالک کے علاوہ بھی بہت سے خطوں میں مختلف اوقات میں بدھ مت عروج و زوال کا شکار رہا جن میں کو چین، آوا، فارموسا، ساٹرا، منگولیا، سائبیریا، وسط ایشیا کی قدیم ریاستیں: کوچ، نیا اور طرفان وغیرہ شامل ہیں۔

بدھ ثقافت کی چند جھلکیاں

بدھی ادبیات سے جو شواہد دستیاب ہوئے اگر محض ان کی مدد سے بدھ عہد کی ثقافت کا خاکہ بنانے کی کوشش کی جائے تو نمایاں خطوط درج ذیل ہوں گے:

دیہاتی تنظیم: آج کل کی طرح اس زمانے میں بھی زیادہ تر لوگ گاؤں کے باسی تھے۔ گاؤں مختصر، جھونپڑوں پر مشتمل اور کھیتوں کے درمیان ہوتے تھے۔ گاؤں سے متصل بن یا چراگاہ پر سب کا مشترکہ حق ہوتا تھا۔ ملکیت محدود تھی لیکن غیر معمولی حجم کی املاک کا سراغ بھی ملتا ہے۔ دیہی اقتصادیات کے اصولوں کی رو سے کوئی شخص گرام سبھا یا دیہی مجلس کی منظوری کے بغیر زمین نہیں بیچ سکتا تھا۔ مشترکہ امور کو سبھی مل جل کر انجام دیتے تھے۔ گرام سبھا مقامی حکومت کا درجہ رکھتی تھی۔

شہر: بدھ کتب میں بہت کم شہروں کا تذکرہ آیا ہے جن میں شراوستی، راج گرہ، کوشامبھی اور ویشالی وغیرہ اہم ہیں۔ تب قلعے تعمیر کر کے شہروں کو مستحکم کیا جاتا تھا، مکانات کی تعمیر میں لکڑی اور اینٹ کا استعمال عام تھا، امیر لوگ شاندار مکانوں میں رہتے تھے جو قدیم طرز تعمیر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوا کرتے تھے۔ رستے کشادہ، آب رسانی کا انتظام معقول، کمرے ہوادار اور نکاسی آب کا اعلیٰ اہتمام ہوتا تھا۔

صنعت و حرفت : زراعت اہم پیشہ تھا لیکن لکڑی کا کام' ہاتھی دانت کا کام' کپڑا بننا' زیورات سازی' دھات سازی' چمڑہ کی رنگائی' رقص' گلوکاری' اداکاری' گل فروشی' برتن سازی' چمڑے کے ملبوسات کی تیاری' شکار سے متعلقہ سرگرمیاں اور قیمتی دھاتوں کا موزوں استعمال بھی ذرائع معاش میں شامل تھا۔ پیشہ نسل در نسل چلتا تھا لیکن کبھی کبھی اس کے برعکس مثالیں بھی ملتیں۔ نچلی ذات کے لوگ گھٹیا اور اعلیٰ ذات کے لوگ عمدہ پیشے انتخاب کرتے تھے۔

ہم پیشہ انجمنیں : ایک ہی پیشہ سے منسلک لوگ ایک تنظیم بنا لیتے تھے جس کا باقاعدہ سربراہ منتخب کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ کسی ایک علاقے' محلے یا شہر کو اپنا مرکز بناتے۔ بعض اوقات متعدد تنظیمیں ایک ہی انجمن کا حصہ بن کر متحرک رہتی تھیں۔

تجارت اور تجارتی راستے : ان دنوں اندرونی اور بیرونی دونوں سطحوں پر تجارت نہایت تیزی سے فروغ پا رہی تھی۔ تجارتی سامان میں عموماً اعلیٰ کپڑا' آلات حرب' عطریات' مشروبات' زیورات اور آرائشی چیزیں شمار ہوتی تھیں۔ شراوستی' ٹیکسلا' بنارس اور راج گرہ کے عام راستے تجارتی راستوں کے طور پر بھی استعمال ہوتے تھے۔

روپیہ پیسہ : تبادلہ جنس کا دور ختم اور لین دین کے لئے سکہ کا استعمال شروع ہو رہا تھا' جسے کہاپن یا کارشاپن کہا جاتا تھا یہ تانبہ سے ساخت ہوتا تھا۔ پالی بدھی کتب میں سونے کے نکھ اور مخلوط دھاتوں کے ماشک اور کاک نامی سکوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ دولت عموماً زیورات کی صورت میں محفوظ رکھی جاتی تھی۔ امانت رکھنے اور رکھوانے کا رواج قائم تھا اور اس حوالے سے تحریری معاہدے بھی ہوتے تھے۔

تحریری ورثہ

گوتم کے بعد کے عہد میں اس کی تاریخی شخصیت عقیدت اور عقیدے کی تاریکی میں یوں اوجھل ہوئی کہ اس کے بنیادی خدوخال تلاش کرنا ناممکن کی حد تک مشکل ہو گیا۔ اس حوالے سے مستند مواد اس لئے بھی دستیاب نہیں ہوتا کہ گوتم کے معاصرین یا خود انہوں نے کبھی کچھ تحریر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ جو معلومات آج کی دنیا کے پاس ہیں' ان کا بہت بڑا حصہ بدھ کی وفات کے تین سے پانچ سو سال بعد مرتب

ہوا۔ اتنی طویل مدت صرف انسانی حافظے میں بسر کرنے والے مواد کی سچائی اور اصلیت پر کس حد تک یقین کیا جا سکتا ہے' یہ کہنا مشکل ہے۔

پانچویں صدی عیسوی کے بعد بدھی ادبیات تیزی کے ساتھ منضبط ہونا شروع ہوئیں اور آج کیفیت یہ ہے کہ صرف ہنایان فرقہ کے صحائف ہی یکجا ہو کر اچھی خاصی لائبریری کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مذکورہ تحریری مواد تین حصوں یا ٹوکریوں میں منقسم کیا گیا ہے:

پہلی ٹوکری

ونائے پٹک میں وہ احکام ہیں جو بھکشوؤں کے افعال و کردار سے متعلق گوتم نے وضع کئے۔ ہر حکم کے ساتھ وہ حالات بھی درج کئے گئے ہیں جن کے پیش نظر یہ حکم جاری ہوا۔

دوسری ٹوکری

ست پٹک میں بدھ کے وہ تمام مواعظ جمع ہیں جنہیں اپدیش کہا جاتا ہے اور جو انہوں نے مختلف اوقات میں اپنے شاگردوں کو دیئے۔

تیسری ٹوکری

ابھی دھم پٹک میں بہت سے مابعدالطبعیاتی مسائل پر بحث کرتے ہوئے نہایت اہم اور باریک نکات موضوع تحریر بنائے گئے ہیں---- تینوں ٹوکیوں میں سینکڑوں موضوعات پر' ہزاروں عنوانات کے تحت تفصیلی مواد موجود ہے۔

مہایان فرقہ کی ٹوکریوں یا پٹکوں کا متن کافی حد تک مختلف ہے۔ مہایانی عقائد کے مجموعوں کی صورت اختیار کرنے والی زیادہ تر کتب مسیحی عہد کی ابتدائی صدیوں میں ترتیب دی گئیں' الحاقات و تحریفات کا کھیل خوب کھل کر کھیلا گیا اور ایسا صرف ترقی پسند مہایانیوں نے ہی نہیں بلکہ قدامت پرست ہنایانیوں نے بھی کیا۔ مہایان کی اکثر کتب' جن میں اقوال' احکامات اور ضوابط درج ہیں' گوتم کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اس گروہ نے دوسری ٹوکری کے مواد میں اس قدر ترمیم و اضافہ کیا کہ اس کا نام

بھی بدل کر "توسیع شدہ مواعظ" رکھ دیا۔ قدیم ترین مہایانی ذرائع میں "للت بستار" ممتاز مقام کی حامل ہے۔ یہ گوتم کی زندگی کی نہایت تفصیلی اور خوبصورت داستان ہے جس کا ترجمہ دنیا کی متعدد بڑی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ دیگر اہم مہایانی کتب میں "قانون خیر کا کنول" اور "وجر چھیدک" یعنی جوہر تراش شامل ہیں۔ تفاسیر و تشریحات ان کے علاوہ ہیں۔

بدھ مت کے تحریری ورثے میں "دھم پد" کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ بدھی اقوال کا ایسا غیر متنازعہ ذخیرہ ہے جس کی افادیت اور تقدیس دنیا بھر کے پیروکار مسلمہ تصور کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم "دھم پد" سے کچھ جواہرپارے انتخاب کر کے آپ کی نذر کر رہے ہیں یاد رہے کہ مذکورہ کتاب دنیا کی سو عظیم ترین کتب میں شمار ہو چکی ہے۔

"دھم پد" سے انتخاب

- ہم آج جو ہیں' اپنے گزشتہ کل کے خیالات کی نوعیت کے باعث ہیں۔ ہمارے آج کے خیالات ہمارے آنے والے کل کو تعمیر کریں گے۔ ہماری زندگی ہمارے ذہن کی تخلیق ہے۔
- "اس نے میری اہانت کی۔ اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ اس نے مجھے شکست دی' اس نے مجھے لوٹ لیا۔" جو لوگ ایسے خیالات رکھتے ہیں' وہ نفرت سے کبھی نجات نہ پا سکیں گے۔
- ہزاروں بے کار اور بے معنی الفاظ کے مقابلے میں ایک ایسا لفظ بہتر ہے جو سکون بخشتا ہے۔
- سارے وجود خطرے کے سامنے کانپتے ہیں۔ سب موت سے ہراساں رہتے ہیں۔ جب ایک آدمی اس حقیقت کو پا لیتا ہے تو وہ نہ کسی کو ہلاک کرتا ہے اور نہ کسی کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔
- یہ جسم ہڈیوں سے بنا گھر ہے..... ہڈیاں جن پر گوشت ہے..... اور گوشت جس کی رگوں میں خون ہے..... لیکن دراصل اس گھر میں تکبر اور منافقت رہتے ہیں اور

بڑھاپا اور موت بھی!

○ آسمان کی بلندیوں پر' سمندر کی گہرائیوں میں' پہاڑوں کی اندھی اندھیری غاروں میں اور نہ ہی کسی اور جگہ..... انسان موت سے بچ سکتا ہے۔

○ یہاں کوئی کس طرح قہقہہ لگا سکتا ہے؟ یہاں کس طرح محبت کا دور دورہ ہو سکتا ہے جبکہ ساری دنیا جل رہی ہو..... اور جب تم گھور اندھیرے میں ہو گے تو کیا چراغ حاصل کرنا نہ چاہو گے؟

○ بادشاہوں کے آثار تک مٹ جاتے ہیں' جسم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن خیر کی خوبی کبھی بوڑھی نہیں ہوتی۔

○ سنو! مسرت اور شادمانی کی زندگی بسر کرو۔ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوئے جو نفرت کرتے ہیں۔ نفرت کرنے والے لوگوں میں محبت کے ساتھ رہو۔

○ تمہاری زندگی کے درخت پر زرد پتے لٹک رہے ہیں۔ موت کا قاصد منتظر ہے۔ تمہیں دور کا سفر درپیش ہے' تو کیا زاد راہ ہے یا نہیں؟

○ زندگی کے راستے پر اکیلے چلنا اس سے بہتر ہے کہ ہم سفر احمق ہو۔

○ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ جہالت ہے۔ اے انسان! اس گناہ کو دھو ڈال اور نجاست سے پاک ہو جا۔

○ "سب کچھ عارضی ہے..... فانی ہے۔" جب انسان یہ جان لیتا ہے تو پھر وہ خوشی اور غم سے بے نیاز ہو جاتا ہے (کیونکہ "سب کچھ" میں تمام جذبات بھی شامل ہیں) یاد رہے کہ یہی سیدھا راستہ ہے۔

بدھ مصوری

بدھ مصوری کا شاہکار وہ تصویریں ہیں جو ہندوستان میں بدھ منادر کی دیواروں پر ملتی ہیں' یہ مندر چٹانیں کاٹ کاٹ کر نہایت خوبصورت بنائے گئے ہیں اور سنگ تراشی کے فن کا حیرت انگیز' حسین اور باجبروت نمونہ ہیں۔ ان مقامات کی دیواروں اور چھتوں پر نہایت اعلیٰ درجہ کی تصاویر ملتی ہیں جو دنیا بھر سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ لطیف تخیل' نفسیاتی مطالعے' رنگوں کی خوبی اور مشاق فنکاری نے انہیں لاثانی حسن

عطا کیا ہے۔ کئی دیگر آرائشی نمونوں کے علاوہ ان تصویروں میں مہاتما بدھ کی زندگی کے اہم واقعات کی بھی بہت چابکدستی اور فنی مہارت سے بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ اجنتا کی غاریں ان تصاویر کا گویا مخزن ہیں۔ اجنتا کے بہت سے شاہکاروں میں ایک اس نوجوان کی تصویر ہے جس کے سر پر ایک مرصع تاج' دائیں ہاتھ میں سفید کنول اور نگاہیں نیچے جھکی ہوئی ہیں۔ یہ ایک بدھی ستو کی نمائندگی کرتی ہے اور اسے بنانے والے فنکار نے لوگوں تک یہ پیغام پہنچایا ہے کہ کائنات کی مقتدر قوتیں مخلوقات کے غموں اور جدوجہد سے بے خبر نہیں ہیں۔ اجنتا ہی کے ذخیرۂ تصاویر سے تعلق رکھنے والی ایک تصویر میں مہاتما بدھ کسی بچے اور عورت سے بھیک مانگتے دکھائے گئے ہیں۔ بعدازاں محققین نے بچے کو راہل اور عورت کو یشودھا قرار دیا۔ یہ سب تصاویر قدیم ہندوستانی فنکاروں کی مہارت کے ساتھ ساتھ بدھ مصوری کے نقطہ عروج کی نمائندگی و نشاندہی بھی کرتی ہیں۔ اسی طرح کی متعدد تصاویر پانچویں صدی عیسوی میں سیگیریا (سری لنکا) سے ملیں۔ بدھ مصوری سے متعلقہ چند بہت نفیس تصویریں باگھ سے بھی دریافت ہوئیں' یہ جگہ مدھیا پردیش (بھارت) کے مقام دھار کے نزدیک ہے۔

بدھی سنگی فنون

بدھ مت سے متعلقہ سنگی فنون کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن زیادہ قریبی اور نمایاں مثال "گندھارا آرٹ" ہے۔ گندھارا موجودہ وادی پشاور کا قدیم نام ہے۔ یہاں سینکڑوں ایسے مقامات موجود ہیں جو گندھارا تہذیب کے نمائندہ قرار دیئے جاتے ہیں۔ ان جگہوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری اور تیسری صدی عیسوی میں یہاں سنگی فنون کی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں۔ اس دور میں گوتم بدھ کی ہزاروں شبیہیں اس خوبصورتی سے پتھروں کو تراش کر بنائی گئیں کہ آج انہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ٹیکسلا' چارسدہ' مردان' منگورا' تخت بھائی' اوڈے گرام اور چنا کا ڈھیری اس تہذیب کے اہم ترین مراکز تصور ہوتے ہیں۔ یہاں سے اعلیٰ درجے کے سنگی فن پارے بکثرت ملے ہیں اور مقامی عجائب گھروں میں بدھ کی جو بے شمار سنگی یادگاریں محفوظ ہیں' ان میں سے بیشتر کا تعلق اسی وادی سے ہے۔ اس کے علاوہ

ہندوستان، تبت، چائنہ اور سری لنکا وغیرہ میں بھی بدھ سنگی فنون کے نمونے دستیاب ہوتے رہے ہیں۔

محققین

ایک محتاط اندازے کے مطابق بیسویں صدی کے ابتدائی پانچ عشروں تک دنیا بھر میں گوتم اور اس کے مذہب کے حوالے سے منظرعام پر آچکی کتب کی تعداد ساڑھے پانچ ہزار سے 6 ہزار درمیان تھی۔ یہ اعداد و شمار اب دس ہزار کا ہندسہ عبور کر چکے ہیں۔

اس ضخیم تحقیقی، بیانیہ، تجزیاتی اور معلوماتی ادب کا فروغ ان محققین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے جنہوں نے ہندوستانی مذاہب خصوصاً بدھ ازم کے مطالعہ میں خود کو شب و روز غرق کئے رکھا اور اپنی فکر کی جولانیوں کے نتائج ہر خطے کے علم پرور اور ادب دوست حلقوں تک پہنچائے۔

دنیا بھر کے ہزاروں بدھ محققین کے تفصیلی تذکرے کے لئے یقیناً کسی الگ اور ضخیم کتاب کی ضرورت ہے، لیکن یہاں ہم محض قارئین کو معلومات کی فراہمی کا مقصد پیش نظر رکھ کر چند ناموران کا ذکر ان کی مشہور کتب کے اسماء سمیت کر رہے ہیں:

1- آگسٹ کارل ریشاور---- "جدید دنیا کے عظیم مذاہب"

2- پی- وی بپت (مرتب)____ "بدھ مت کے اڑھائی ہزار سال"

3- رائس ڈیوڈز---- "بدھ مت کی تاریخ اور ادب"

4- شیو نرائن شمیم---- "بدھ اور اس کا مت"

5- کے- جے سونڈرس---- "بدھ مت کی داستان"

6- بدھنت بودھانند---- "بھگوان گوتم بدھ"

7- بدھ گھوش (مفسرو شارح)---- (متعدد تفاسیر اور تشریحات لکھیں)

8- اسپنس ہارڈی---- "مینویل آف بدھ ازم"

9- مولوی امیر احمد علوی---- "گوتم بدھ"

10- ساکر تیاین---- "بدھ چریہ"

بدھ مت کی تاریخ کے حوالہ سے اجتماعی یا تنظیمی تحقیق کی روایت بھی نئی نہیں اور آئے روز دنیا بھر میں قائم مختلف بدھی سوسائٹیاں کتب اور رسائل و جرائد شائع کرتی رہتی ہیں۔

آثار' یادگاریں اور دریافتیں

انیسویں اور بیسویں صدی بدھ مت کے حوالے سے نہایت انکشاف انگیز ہے۔ ان دو سو سال میں بہت سی بدھی یادگاریں زمین کی کوکھ سے برآمد اور دریافت ہوئیں۔ مختلف قسم کے بدھ سٹوپے' مٹھ' بت' تصاویر' چرخ' ظروف' زیورات اور دیگر نوادر گزشتہ دو صدیوں کے دوران خصوصاً" ہندوستان بھر میں نہایت کثرت سے ملے۔ کچھ اہم دریافتیں اور آثار یہ ہیں:

(i) جاوا کا عظیم الشان بدھی مندر

(ii) چین' جاپان' تبت اور ہندوستان سے بدھی عہد سے متعلقہ تصویری اور سنگی فن پاروں کی دریافت۔

(iii) قدیم کپل وستو کا ارضی تعین۔

(iv) لمبنی باغ کی دریافت جہاں بدھ پیدا ہوئے۔

(v) بدھ کی "جائے نروان" کے آثار' مندر اور بودھی درخت جو "گیا" کے قریب پائے گئے۔

(vi) سار ناتھ کی کھدائی سے نتیجہ نکلا کہ یہی "دشت غزالاں" تھا جہاں بدھ نے منحرف شاگردوں کو پہلا اپدیش دیا۔

(vii) نالندا یونیورسٹی کا محل وقوع اور علاقہ متعین ہوا۔

(viii) شراوستی (سراوستی) اور کوشانبھی جیسے شہروں کی دریافت جو بدھی ادبیات میں نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔

(ix) اشوک کے کتبہ جات۔

(x) اجنتا کے غاروں کی عظیم تصاویر۔

(xi) سانچی کا اسٹوپہ جو عالمگیر شہرت کا حامل ہے۔

(xii) اورنگ آباد اور نواح سے بدھ مورتیوں اور دیگر آثار کی دریافت۔

(xiii) افغانستان' مصر اور امریکہ میں بھی بدھی یادگاروں کی دریافت' جو اس مذہب کی اثر پذیری کی وسیع قوت کا پتہ دیتی ہے۔

(xiv) الور کے آثار قدیمہ۔

(xv) گندھارا آرٹ کے نمونے۔

(xvi) وادی پشاور کی تہذیب جہاں سے ان گنت بدھی آثار دریافت ہوئے۔

یہ تو برصغیر کی مذہبی روایت کے مادی نمونوں کی دریافت کے سفر کی چند جھلکیاں ہیں۔ درحقیقت یہ سفر ابھی دیر تک جاری رہے گا اور زمین نجانے کون کون سے شہ پارے اگلے گی۔

بدھ مت: اعداد و شمار کے آئینے میں

بدھ مت کے حوالے سے شماریاتی مباحث نہایت دلچسپ' باہم متضاد مگر معلوماتی ہیں۔ قدیم و جدید حوالہ جاتی و معلوماتی کتب کی روشنی میں درج ذیل خاکہ ابھرتا ہے۔

- بدھ پیروکاروں کی کل تعداد 54 کروڑ ہے۔ ڈاکٹر حفیظ سید: 1942ء
- دنیا بھر میں 50 کروڑ سے زیادہ انسان بدھی ہیں۔ "یونیورسل ریفرنس بک" لندن' مطبوعہ 1949ء
- "بدھ مت اس وقت دنیا کی سب سے بڑی تعداد کا مذہب ہے۔" پنڈت جواہر لال نہرو۔
- "موجودہ دنیا کی ایک تہائی آبادی بدھ مت کی پیروکار ہے۔" "بدھ مت کے اڑھائی ہزار سال۔" مرتبہ: پی۔ وی بپت: 1951ء
- "سٹوڈنٹس میرٹ انسائیکلو پیڈیا" کے اعداد و شمار کے مطابق صرف ایشیاء میں بدھوں کی تعداد 150 ملین تک جا پہنچی ہے۔

○ المسدوسی کے بقول: موسیو لی ہان اس وقت بدھی پیروکاروں کی کل تعداد 50 کروڑ بتاتا ہے جب دنیا کی مجموعی آبادی ڈیڑھ ارب سے زائد نہ تھی۔

○ رومن کیتھولک مشنریوں کی شائع کردہ تقویم میں دنیا بھر کے بدھوں کی مجموعی تعداد پندرہ کروڑ تین لاکھ بتائی گئی ہے۔ نیشنل کیتھولک المانک: 1956ء

○ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کے مطابق آج کی دنیا کا ہر پانچواں فرد بدھ مت کا پیرو ہے۔ 1988ء

○ قارئین! تازہ ترین اطلاعات کے مطابق 2000ء میں دنیا بھر کے بدھوں کی کل آبادی 35 کروڑ 37 لاکھ 94 ہزار ہے۔ افریقہ میں ایک لاکھ 38 ہزار' ایشیاء میں 34 کروڑ 88 لاکھ 6 ہزار' لاطینی امریکہ میں 6 لاکھ 22 ہزار' نارتھ امریکہ میں 24 لاکھ 45 ہزار' یورپ میں 15 لاکھ سترہ ہزار اور دیگر خطوں میں دو لاکھ چھیاسٹھ ہزار بدھ پیروکار آباد ہیں۔ (بحوالہ ٹائم المانک 2001ء)

اہم بدھ ممالک

2000ء تک کے تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق اہم بدھ ممالک کی آبادی اور بدھی پیروکاروں کا تناسب کچھ یوں ہے:

بھوٹان۔ کل آبادی: 2005222۔ بدھ: 75 فیصد

کمبوڈیا۔ کل آبادی: 12212306۔ بدھ: 95 فیصد

لاؤس۔ کل آبادی: 5497459۔ بدھ: 85 فیصد

برما۔ کل آبادی: 41734853۔ بدھ: 89.5 فیصد

سری لنکا۔ کل آبادی: 19238575۔ بدھ: 69 فیصد

تھائی لینڈ۔ کل آبادی: 61230874۔ بدھ: 94.4 فیصد

مندرجہ بالا ممالک کے علاوہ کوریا' جاپان' تبت' چین' نیپال اور ویت نام میں بھی کروڑوں کی تعداد میں بدھی پیروکار آباد ہیں۔ تبت اور چین میں بدھ مت کے

کروڑوں ماننے والے موجود ہیں لیکن چین سرکاری طور پر خود کو غیر مذہبی ملک قرار دیتا ہے لہٰذا اس حوالے سے اعداد و شمار باآسانی نہیں ملتے تاہم ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت چین میں بدھوں کی تعداد 10 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔

جہاں بدھ اقلیت ہیں

سنگاپور' شمالی و جنوبی امریکہ' ملایا' ہندوستان اور پاکستان میں بدھی لوگ اقلیت میں ہونے کے باوجود لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

پاکستان میں بدھ

1961ء کی مردم شماری رپورٹوں کے مطابق مشرقی و مغربی پاکستان میں بدھ مذہب کے ماننے والوں کی شرح کل آبادی کا 0.38 فیصد تھی۔ دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق گزشتہ صدی کے ساتویں عشرے میں پاکستان میں بدھوں کی تعداد تین لاکھ' ستر ہزار کے قریب تھی۔ اس دوڑ میں بدھی پیروکار مشرقی پاکستان کی کل آبادی کا 0.74 اور مغربی پاکستان کی کل آبادی کا 0.01 فیصد تھے۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد یہ صورتحال بالکل تبدیل ہوگئی' زیادہ تر بدھ جو مشرقی پاکستان میں تھے وہیں رہ گئے' چنانچہ 1981ء کی مردم شماری کے مطابق وطن عزیز میں بدھوں کی کل تعداد 2639 تھی جو اب یقیناً بڑھ گئی ہو گی۔ انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا۔ (مرتبہ : سید قاسم محمود) کے مطابق پاکستان میں بدھوں کے تقریباً اڑھائی ہزار نفوس کل ملکی آبادی کا 0.003 فیصد ہیں۔

بدھ مت اور دیگر مذاہب

گوتم کے مذہب نے تین بڑے ویدی دیوتاؤں اندر اور برہما وغیرہ کو تسلیم کیا اور تناسخ کے بے روح تصور کو عام کیا۔ یہ سب رائج الوقت ہندو دھرم کا "فیض" تھا۔ چینی قوم کی اجداد پرستی اور تاؤ ازم سے بھی بدھوں نے بہت سے اثرات قبول کئے اور چین میں بعدازاں فروغ پذیر ہونے والا بدھ مذہب کنفیوشس کے افکار سے بھی مکمل

کنارہ کشی اختیار نہ کر سکا۔ جاپان میں اس کے بہت سے عناصر شنتو مت سے ہم آہنگ ہو گئے اور تبت میں ان قدیم "بون" عقائد نے اس پر اثر ڈالا جو وہاں 700ء سے پہلے رائج تھے۔ بعد کے عہد کا بدھی مواد کئی جگہ مسیحی روایات کے بہت قریب پہنچ جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ بدھ ازم نے دیگر مذاہب کے نظریات کے ساتھ تصادم کی بجائے مفاہمت کی حکمت عملی اختیار کی جو اس کے مزاج کے عین مطابق ہے۔

زوال کے اسباب

جب ہم بدھ مت کے زوال کے اسباب پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کے تین بنیادی بواعث واضح طور پر نظر آتے ہیں:

الف۔ گوتم نے روح، خدا اور تخلیق کائنات کی علت وغیرہ جیسے بنیادی مسائل کو سلجھانے یا اپنے انداز سے بیان کرنے کی کوشش کبھی نہ کی۔ اس کے اس طرز عمل کے حق میں بھی بہت سے دلائل دیئے جاتے ہیں لیکن ایک دلیل جو کہ مخالفانہ ہے، یہ بھی ہے کہ ایسا کر کے گوتم نے اپنے تصورات کو نامکمل ہی چھوڑ دیا۔ بدھ مت کے برعکس دیگر مذاہب میں ان امور کو نہایت غیر معمولی اہمیت دی جاتی رہی ہے کیونکہ یہی تصورات ہر بڑے مذہب کی فکری بنیادوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ گوتم نے چونکہ ان معاملات کو نظر انداز کر دیا لہٰذا عام لوگ ان کے نظریات و افکار کو محض اخلاقی اصلاح کا پرامن ضابطہ خیال کرنے لگے۔ ایک ہندوستانی مذہب کا خدا، روح اور تخلیق کائنات کے کسی واضح تصور سے محروم ہونا نہایت اچھوتی بات تھی جسے عام مقلدانہ اذہان لاشعوری طور پر کبھی قبول نہ کر پائے۔ چنانچہ گوتم کے بعد اس کی جماعت کے بھکشوؤں میں نہایت معمولی نوعیت کے خانقاہی امور پر اختلافات پیدا ہوئے جنہیں مزید بڑھاوا یوں ملا کہ مہایان نامی گروہ نے، جس کے متعلق آپ گزشتہ صفحات میں تفصیل سے جان چکے ہیں، ان تمام تصورات کو کسی نہ کسی شکل میں اپنے مجموعہ عقائد میں جگہ دی۔ ہنایان فرقہ ایسا نہ کر سکا اور زوال پذیر ہو گیا کیونکہ وہ بدھ کے کہے سے ایک بھی

قدم آگے بڑھنے کو تیار نہ تھا۔ یہاں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر بدھ مت کے عروج میں مہایان کا کردار نمایاں ہے تو اس کے زوال کی بڑی وجہ وہ ہنایائی عقائد ہیں جن میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش نہ کی گئی۔ یوں بے خدا اور بے روح بدھ مت کبھی مقبول نہ ہو سکا۔

ب۔ بدھ مت کے زوال کا دوسرا بڑا سبب اس کے وہ افکار و تصورات ہیں جو "ترک دنیا" پر زور دیتے ہیں۔ ہندوستان میں بن باس اور جوگی ازم کی قدرے واضح روایت چلی آنے کے باوجود ترک دنیا و مافیہا کا بدھی فلسفہ عام لوگوں کے لئے نہ صرف یہ کہ پرکشش نہیں تھا بلکہ الٹا بیزاری کا باعث تھا۔ ہر شخص ترک دنیا کی راہ اختیار نہیں کر سکتا اور بدھ مت میں جو دنیا سے جتنا دور ہے' صداقت کے اتنا ہی قریب تصور کیا جاتا رہا ہے۔ اس قسم کے تصورات بھی وسیع پیمانے پر بدھ مت کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ ثابت ہوئے۔

ج۔ بدھ مت کے زوال کی تیسری بڑی وجہ عدم تشدد کا بدھی فلسفہ ہے۔ اس تعلیم کو اگر حقیقی معنوں میں عملی زندگی پر منطبق کیا جائے تو معاشرتی طبقوں میں طاقت کا توازن درہم برہم ہو جانا یقینی ہے کیونکہ یہ فلسفہ جتنا بھی افلاطی اور ہمہ گیر کیوں نہ ہو' ہر انسان اسے نہ مان سکتا ہے اور نہ اس پر عمل پیرا رہ سکتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ جو مانیں گے مغلوب ہوں گے اور جو نہ مانیں گے وہ طاقت کے استعمال کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ غالب ٹھہریں گے بلکہ شتر بے مہار کی طرح سماجی طبقاتی نظام کے قدرے متوازن تانے بانے کو شدید خطرات کا شکار بنا دیں گے۔ بدھ مت کی اس تعلیم کا سب سے بڑا نقصان خود اس مذہب کے ماننے والوں کو ہی اٹھانا پڑا۔ تاریخ میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ عدم تشدد کا اصول ذاتی حوالے سے تو نہایت اعلیٰ اور قابل عمل ہے لیکن اجتماعی زندگی میں قدم قدم پر طاقت کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ استعمال حملہ کی صورت میں ہو یا کامیاب مدافعت کی صورت میں' تشدد بہرحال ناگزیر ہے۔ چنانچہ جب بدھ مخالف طبقوں نے خود کو متحرک کیا تو بدھی پیروکاروں کے لئے دو ہی

راستے تھے: مارو یا مرجاؤ۔ مار تو سکتے نہ تھے کیونکہ اس کی راہ میں عدم تشدد کا بدھی اصول پہاڑ بن کر کھڑا تھا لہٰذا مرنا شروع ہو گئے۔ ہندوؤں خصوصاً برہمن طبقہ کی مخالف مول لینے کا خمیازہ بدھ مت کے ماننے والوں کو نہایت کربناک انداز میں بھگتنا پڑا۔ ہندو مذہب چونکہ عدم تشدد سے منع کرنا تو رہا ایک طرف' توسیع پسندی کی ترغیب دیتا ہے (جو مذہبی بھی ہو سکتی ہے) لہٰذا ہندوؤں نے غیر متشدد بدھوں کو کھل کر ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا' گوتم کو ہندو دیوتاؤں کا اوتار قرار دے کر اس کے منفرد وجود پر کاری ضرب لگائی گئی اور انہی سازشوں کے باعث آخرکار ہندوستان سے بدھ مت کا خاتمہ ہو گیا۔

تبت میں بھی جب بقول دلائی لامہ کے چینی طاقت نے اپنی بربریت کا مظاہرہ کیا تو بدھ اپنی غیر متشدد تعلیمات کے باعث ہی کامیاب مدافعت نہ کر سکے' انفرادی یا چند گروہوں کی جدوجہد اس سے مستثنٰی ہے لیکن مجموعی طور پر بدھ مت کو تبت میں سنگین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ایسا ہونے کی کلیدی وجہ یہی "عدم تشدد کا راستہ" تھا جس نے بھارت میں پناہ گزیں دلائی لامہ کو امن کا نوبل انعام تو دلوا دیا لیکن اس کا کھویا ہوا گھر نہ دے سکا' جسے وہ اب بھی یاد کرتے ہیں۔

عروج کی وجوہات

بدھ مت کے عروج کی متعدد وجوہات ہیں۔ پہلی اور بنیادی وجہ وہ برہمنیت تھی جس سے لوگ تنگ آ چکے تھے اور لاشعوری طور پر مذہبی منظر نامہ تبدیل ہونے کے منتظر بلکہ خواہشمند تھے چنانچہ ایسے میں جب گوتم نے اپنی تعلیمات پیش کیں تو ابتداء" لوگوں کو ان میں نہایت کشش محسوس ہوئی اور وہ گروہ در گروہ بدھ دیو جی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے چلے گئے۔ دوسری وجہ گوتم کی اپنی شخصیت اور کردار تھا' لوگ سوچتے تھے کہ کپل وستو کی خوشحال ریاست کے طاقتور حکمران کا بیٹا عوام کو نجات کی منزل تک لے جانے کے لئے دنیا کے تمام لوازمات عیش و عشرت چھوڑ کر جنگل جنگل بھٹک رہا ہے تو اس کی باتوں اور عمل میں یقیناً صداقت ہی ہو گی' اس سوچ کے

تحت بھی انہوں نے بدھ ازم کی وسیع پیمانے پر پذیرائی کی۔ تیسری وجہ مروجہ مذہب کی سنسکرت زبان تھی جسے عام لوگ نہیں سمجھتے تھے' بدھ کی تعلیمات چونکہ عوامی زبان یعنی شروع میں سنگھ کی بولی اور بعدازاں پالی میں تھیں لہٰذا لوگوں میں مقبول ہوئیں۔ اشوک جیسے حکمرانوں کی سرپرستی' مبلغوں کی اندرون اور بیرون ملک روانگی' تعلیمات کی انفرادیت و سادگی اور ذات پات کی تفریق سے عملی انکار بھی بدھ مت کی مقبولیت کی بڑی وجوہات ہیں۔

بیسویں اور اکیسویں صدی کا بدھ مت

ہندوستان کی سرزمین چھوڑنے سے پہلے ہی بدھ مت سری لنکا' ختن' چین اور دیگر کئی ممالک میں پہنچ چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بعد کی چند صدیوں میں اس کی تبلیغ و اشاعت زوروں پر رہی..... چین سے یہ کوریا اور وہاں سے جاپان تک جا پہنچا۔ ساتویں صدی عیسوی کے آغاز تک یہ عمل جاری تھا۔ لیکن بعد کی چند صدیوں میں ایسی بے عملی شروع ہوئی جو طویل عرصے تک تحرک اور سرگرمی پر غالب رہی۔ انیسویں صدی عیسوی میں خوابیدہ آنکھیں دوبارہ بیدار ہوئیں اور بدھ مت کی ازسرنو تفہیم و اشاعت کے عمل کا آغاز ہوا' جو بیسویں صدی میں تحریکی شکل اختیار کر کے تنظیم پا گیا۔ بدھوں کی اس نئی تبلیغی زندگی کے پیدا ہونے اور آگے بڑھنے کی متعدد وجوہات پیش کی جاتی ہیں: ایشیائی اقوام میں عیسائی مبلغین کی دلچسپی اور قدیم ادبیات کا ترجمہ جس میں بدھی مخطوطات بھی شامل تھے اور نوآبادیاتی نظام کے خاتمہ کے بعد ایشیائی اقوام میں قومیت پرستی کے رجحانات کا ابھار وغیرہ۔ تبلیغ و اشاعت کے میدان میں سوئے ہوئے بدھوں کے دوبارہ متحرک ہو جانے کی وجوہات گو کچھ بھی ہوں لیکن اس سے انہوں نے اتنی استعداد بہرحال بہم پہنچائی کہ اس ہندوستان میں بدھ مبلغ واپس لوٹے جہاں سے ماضی قدیم میں انہیں نکالا گیا تھا۔ یوں بدھ مت پھر سے ایک تبلیغی مذہب بن گیا۔ کیمونسٹ ممالک خصوصاً چین میں بیسوی صدی کے ابتدائی نصف

کے بعد سے اب تک صورتحال بدھوں کے لئے حد درجہ ناخوشگوار رہی ہے۔ تبت میں بدھ مت کی روایت کو گزشتہ صدی میں سب سے بڑا صدمہ چینی بالادستی ہی کے ہاتھوں اٹھانا پڑا۔ بدھی مندر اور خانقاہیں تباہ کر دی گئیں' ہزاروں بے گناہ بدھی لوگوں کا قتل عام کیا گیا۔ عوام کو روایتی انداز معاش سے جبری طور پر ہٹا کر فوج اور کارخانوں میں کام کرنے کا پابند بنایا گیا۔ بچوں کو قدیم زبان میں تحریر بدھی ادبیات کا مطالعہ کرنے سے روک دیا گیا اور اس قسم کے دیگر اقدامات سے تنگ آ کر دلائی لامہ پچاس ہزار راہبوں اور عام لوگوں سمیت بھارت میں جلاوطن ہونے پر مجبور ہو گئے۔

تاہم جنوب مشرقی ایشیائی ممالک میں بدھ مت بیسویں صدی کے دوران فروغ پذیر رہا اور یہ سلسلہ آج اکیسویں صدی میں بھی تسلسل اور سرگرمی سے جاری ہے۔ جاپان میں بدھ مت کو خاص طور پر پذیرائی ملی' جہاں دوسری جنگ عظیم کے بعد سے شنتو ازم سرکاری مذہب نہیں رہا تھا۔ وہاں جنم لینے والا ایک نیا بدھی عقیدہ "لوکا گاکی" پوری دنیا کو بدھ مت میں داخل کرنے کا عزم رکھتا ہے اور اس کے اکابر خود کو بدھ کا حقیقی نمائندہ قرار دیتے ہیں۔ مغرب میں بدھی مبلغین کی بجائے ان تعلیمات کو یورپی سکالروں نے عام کیا اور بہت سے مغربی باشندے ان پر ایمان لے آئے۔ آج امریکہ میں جاپانی بدھ ازم کی ایک شاخ "زین" یا "زن" نہایت مقبول ہے جبکہ صرف جاپان میں ایک کروڑ سے زائد افراد بدھ مت کے حلقہ اطاعت میں آ چکے ہیں۔ بہت سی بدھی تنظیمیں دنیا بھر میں اکیسویں صدی کی جدید ترین اطلاعی ٹیکنالوجی سے مسلح ہو کر اپنے مذہب کی تبلیغ میں مصروف کار ہیں۔

☆ ☆ ☆

ضمیمہ

افغانستان: طالبان کے ہاتھوں بدھ مجسّموں کی تباہی

○ 26 فروری 2001ء کو افغانستان کے زیادہ تر حصوں پر حکمرانی کرنے والے طالبان حکام نے احکامات جاری کیئے کہ ملک بھر سے تمام بت اور بت خانے ختم کر دیئے جائیں تاکہ ہماری حقیقی اسلامی ریاست کفر و بت پرستی کی مادی باقیات سے پاک ہو سکے۔ یہ اعلان سنتے ہی دنیا بھر کے سنجیدہ' فہمیدہ اور روشن خیال حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی کیونکہ جن بتوں کے لئے طالبان تباہی تجویز کر رہے تھے ان میں گوتم بدھ کے سینکڑوں مجسمے بھی شامل تھے۔ عالمی ادارے صوبہ بامیان کے ان دو مجسموں کے بارے میں خاص طور پر فکر مند تھے جو نہ صرف 16 سو سے 2000 سال قدیم تھے بلکہ دنیا میں بدھ کے سب سے بڑے مجسمے بھی قرار پاتے تھے۔ عالمی سنگی ثقافتی ورثے میں شامل ان مجسموں کی بلندی 53 اور 38 میٹر تھی۔ بت شکنی کے جہاد کا اعلان ہوتے ہی اقوام متحدہ نے یہ تاریخی مجسمے بچانے کی اپیل کی جسے دنیا کے درجنوں ممالک اور سینکڑوں تنظیموں نے دہرایا۔

○ 27 فروری کو طالبان انتظامیہ کے سربراہ ملا عمر نے کہا کہ بت شکنی کا حکم مکمل طور پر اسلامی اور شرعی ہے لہٰذا ہم کسی مذمت' احتجاج' اپیل یا دلیل کی پرواہ نہیں کریں گے کیونکہ افغان عدالت عظمٰی نے یہ عمل جائز قرار دیا ہے۔ وزیر خارجہ وکیل احمد متوکل نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عالمی چیخ و پکار کے باوجود بت شکنی کا حکم واپس نہیں لیا جا سکتا۔ دوسری طرف عالمی احتجاج بدستور جاری رہا۔

○ یکم مارچ کو گوتم بدھ کے مجسموں کی تباہی کا باقاعدہ آغاز ہوا جس پر پاکستان نے تشویش کا اظہار کیا۔ شمالی اتحاد کے رہنماؤں اور بھارتی عوام نے اس عمل کی شدید مذمت کی اور کہا کہ یہ اقدام انسانیت کے تقاضوں سے بعید ہے۔

○ 2 مارچ۔ جو ٹینک' راکٹ اور طیارہ شکن توپیں کفر و ایمان کی لڑائی میں چند سال قبل روسی افواج کے خلاف استعمال ہوئی تھیں ان کے آہنی جبڑوں سے نکلا ہوا دوزخی بارود گوتم کے بے جان مگر مسکراتے ہوئے پتھریلے مجسموں پر ٹوٹ پڑا۔ یونیسکو کا نمائندہ کابل کو دوڑا لیکن وہ بت شکن مجاہدوں کو یہ سمجھانے میں ناکام رہا کہ وہ جس عظیم انسان کے بت توڑ رہے ہیں اس نے تو گھاس کا تنکا تک زمین سے اکھاڑنے کو گناہ قرار دیا تھا۔ بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے پارلیمنٹ سے خطاب کے دوران کہا کہ یہ کھلی غنڈہ گردی اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار کی تذلیل ہے۔ بھارتی پارلیمنٹ نے قرار داد مذمت منظور کی' تھائی لینڈ حکومتی سطح پر چلایا اور نیپال نے اس بت شکنی کو عالمی بدھ برادری کی دل شکنی قرار دیا۔

○ 3 مارچ۔ آج شام تک کابل میوزیم کی تمام مورتیاں تباہ کر دی گئیں۔ اسلامی افغانستان کے وزیر اطلاعات و ثقافت قدرت اللہ جمال نے بیان دیا کہ بفضل خدا ملک سے دو تہائی مجسمے نابود کر دیئے گئے ہیں اور کل تک باقی بھی برباد کر دیئے جائیں گے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ عبدالستار نے اس کارروائی کی مذمت کی جبکہ نیویارک میٹروپولیٹن میوزیم آف آرٹ (امریکہ) نے محفوظ بدھ مجسمے خریدنے کی پیشکش کی جو ٹھکرا دی گئی۔

○ 4 مارچ۔ یونیسکو کے نمائندوں اور طالبان کے درمیان قندھار میں مذاکرات ہوئے جو حسب توقع بے نتیجہ ثابت ہوئے۔ سابق وزیراعظم پاکستان بینظیر بھٹو نے طالبان سے کہا کہ وہ عالمی ثقافتی ورثے کی تباہی کا عمل فوراً" روک دیں۔ اقوام عالم کا احتجاج اور طالبان کی ہٹ دھرمی برابر جاری۔

○ 5 مارچ۔ پاکستان نے افغانستان کے سفیر کو دفتر خارجہ طلب کرکے گوتم کے مجسموں کی تباہی کا فیصلہ واپس لینے کا مطالبہ کیا' بھارت میں احتجاج کا دائرہ وسیع ہو کر شہر شہر پھیل گیا' جرمنی نے اعلان کیا کہ وہ سلامتی کونسل میں طالبان کے خلاف قرار داد پیش کرے گا اور عالمی اداروں کی طالبان سے اپیلیں جاری رہیں کہ پرامن بدھ کے مجسموں پر تشدد بند کرو۔ لیکن ملا عمر نے کہا کہ ہم جھوٹے خداؤں کو توڑ رہے ہیں۔ واضح رہے کہ گوتم کا مجسمہ دنیا میں کہیں بھی خدا سمجھ کر نہیں پوجا جاتا۔

○ 6، 7 اور 8 مارچ کو بھی بھارت، تھائی لینڈ، جاپان، کوریا اور سری لنکا میں سینکڑوں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ مصر کے صدر نے طالبان کے طرز عمل کی مذمت کی جبکہ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے بت شکنی کے فیصلہ پر نظرثانی کی اپیل کی۔

○ 9 مارچ۔ صوبہ بامیان کے پہاڑوں کے پہلوؤں کو تراش کر بنائے گئے دنیا کے قدیم اور بلند ترین بدھ مجسمے تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ 53 میٹر بلند مجسمے کا آدھے سے زیادہ حصہ کنکریوں میں بدل دیا گیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے جاری عمل روکنے کی اپیل کی۔ سری لنکن وزیر خارجہ کی اچانک پاکستان آمد اور پاکستان سے مطالبہ کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے طالبان سے یہ کارروائی بند کروائے۔ یونیسکو کے خصوصی ایلچی افغانستان پہنچ گئے۔ پاکستان کے وزیر داخلہ معین الدین حیدر علمائے دین اور افغان سفیر کی معیت میں طالبان سے مذاکرات کے لئے قندھار روانہ ہوئے۔

○ 10 مارچ۔ معین الدین حیدر کا دورہ ناکام۔ "یہ ہمارا اندرونی معاملہ ہے، 90 فیصد کام ہو چکا اب نظرثانی ممکن نہیں ہے۔" ملا عمر کا جواب۔

○ 11 مارچ۔ "تمام بت توڑ دیئے ہیں۔" طالبان کا عرب علماء اور کوفی عنان کو جواب۔ ایران نے بھی طالبانی طرز عمل ناپسندیدہ قرار دے دیا۔ "ذمہ داروں کے خلاف کارروائی ہو گی۔" یونیسکو۔

○ 12 مارچ۔ پاکستان کے وزیر خارجہ عبدالستار نے کہا کہ ہم سے جو ہو سکا، ہم نے کیا، لیکن طالبان کے رویے نے ہمیں بے حد مایوس کیا۔

○ 13 مارچ۔ معاملہ پاکستان کے بس سے باہر ہے، عالمی برادری نے جو کرنا ہے خود کرے :پاکستانی وزیر خارجہ عبدالستار کا بیان۔

○ 14 اور 15 مارچ تک افغانستان میں موجود تمام بدھ مجسمے تباہ کر دیئے گئے۔ ماہرین نے اس پندرہ روزہ جہادی کارروائی کو کئی حوالوں سے اہم اثرات کی حامل قرار دیا۔ ان کے خیال میں گوتم کے مجسموں کی طالبان کے ہاتھوں تباہی کشمیر کے معاملے پر پاکستانی حمایت، طالبان کی بین الاقوامی حیثیت و شناخت، اقتصادی امداد اور پاک بھارت تعلقات جیسے معاملات کو منفی انداز سے متاثر کرے گی۔

حواشی از مرتب

1- روایات میں اختلاف ہے کہ آیا ان کا ابتدائی نام سدھارتھ تھا یا گوتم- جدید تحقیقات کے مطابق بھی سدھارتھ مشکوک نام ہے لیکن اس امر کے شواہد موجود ہیں کہ انہیں بچپن میں گوتم کہہ کر پکارا جاتا تھا- سدھارتھ نام کی بجائے خطاب معلوم ہوتا ہے کیونکہ بعد از وفات بدھ دیو جی کے پیرو کاروں نے انہیں متعدد خطابات دیئے مثلاً لوک ناتھ' دھم راج' جن بھاگوا' ساکھیہ سنہا' مہاتما اور ساکھیہ منی وغیرہ-

2- بدھ کے زمانہ کا کپل وستو بنارس سے ایک سو میل اتر پورب (شمال مشرق) میں دریائے روہنی کے کنارے آباد تھا- دو ہزار چھ سو سال قبل ہندوستان میں سلطنت مگدھ کا بول بالا تھا' دارالحکومت راج گرہ خوب آباد اور بارونق تھا' گنگا کے شمال اور مغربی کناروں پر کوشلوں کا راج تھا' کوشل سلطنت کے مشرق کی طرف روہنی ندی بہتی تھی جس کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے دو خود مختار قومیں "شاکیہ" اور "کولی" آباد تھیں- کپل وستو شاکیوں کا دارالحکومت بھی تھا---- برٹش انڈیا کی حد سے گیارہ میل شمال کی طرف اور ضلع بستی کے بارڈ پور گاؤں سے سترہ میل شمال مغرب میں بنگال نارتھ ویسٹرن ریلوے کے "اسکا بازار" اسٹیشن سے 31 میل شمال مغرب کی طرف کپل وستو کے کھنڈرات پائے گئے-

3- "گوتم بدھ : زندگی اور افکار" میں اس ندی کا نام ہان لکھا ہے- ہان گنگا ندی کے مشرقی کنارے پر ساکاروا نامی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے' اس گاؤں کے شمال مغرب میں بھی بدھی آثار دریافت ہوئے-

4- بدن سے مجرد ہوئے بغیر نجات پانے والوں میں رشی بھی شامل ہیں- یہ وہ حکماء ہیں جو انسان ہونے کے باوجود اپنے علم کے سبب فرشتوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں اور اسی باعث فرشتے ان سے علم حاصل کرتے ہیں برہمن ترقی کر کے اس درجہ تک پہنچتا ہے تو برہم رشی کہلاتا ہے- کھتری اس مرتبہ کو پہنچے تو وہ راج رشی ہوتا ہے- ان دونوں طبقوں کے علاوہ دوسرے گھٹیا گروہوں کے لئے یہ مقام قابل حصول نہیں ہے- رشی کے اوپر برہما کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا-

5- روایت ہے کہ اکشواکو خاندان میں سے کسی شخص نے' جس کو اس کے باپ نے بددعا دی تھی' گوتم خاندان کے کپل منی (رشی سے کمتر درجے کا خدا رسیدہ بزرگ) کے آشرم میں شاک کے درخت میں چھپ کر گزر بسر کی تھی' یہی وجہ ہے کہ یہ خاندان شاکیہ اور گوتم دونوں ناموں

سے مشہور ہے۔

6- بعض مورخین کا خیال ہے کہ شاکیہ (حفیظ سید نے ساکیہ لکھا ہے) ہندوستانی الاصل ہے لیکن زیادہ تر محققین کو اس سے اختلاف ہے اور وہ شاکیہ افراد کو آریہ ہی تسلیم کرتے ہیں۔

7- کچھ نے شدودھن اور بعض نے شرورد ھن بھی لکھا ہے۔

8- "انسائیکلو پیڈیا مذاہب عالم" کے مطابق ریاست کلی میں کولی نامی قوم حکمران تھی۔ شاکیوں اور کولی امراء کا میل جول آپسی رشتہ داریوں کی حد تک گہرا تھا۔ مہاراجہ شدھودن نے کولی مہاراج کی دو لڑکیوں سے بیاہ کیا تھا۔ کرشن کمار نے کولی مہاراج کی بجائے راجہ انجن لکھا ہے۔

9- محمد حفیظ سید کی کتاب میں کہیں فقط مایا اور کہیں مہایا لکھا ہے۔ اے۔ ایل باشم کے مطابق یہ نام مہا مایا ہی ہے۔ مہا مایا کو بدھی لوگ وہی مقام دیتے ہیں جو عیسائی حضرت مریم علیہ السلام کو۔

10- کرشن کمار نے لکھا ہے کہ ایک یوجن چار کوس کا ہوتا ہے۔ البیرونی کے مطابق ہندوؤں کے ہاں فاصلے کی پیائش کا ایک پیانہ یوجن بھی ہے اور ایک یوجن آٹھ میل کا ہوتا ہے۔

11- پورن ماشی چاند کے پورا ہونے کو کہتے ہیں۔ اس موقع پر مذہبی میلان رکھنے والے طبقات مختلف عقائد کے تحت کئی طرح کی رسوم ادا کرتے ہیں' علاوہ ازیں ہندو ساحر اپنے عملیات کی تکمیل کے لئے بھی پورن ماشی کو خاص اہمیت دیتے رہے ہیں۔

12- اے۔ ایل باشم کے مطابق یہ جگہ شاکیہ قوم کے دارالحکومت کپل وستو کے قریب ہے۔ کرشن کمار کا خیال ہے کہ لمبنی باغ نیپال کے پاداڑیا گاؤں کے نزدیک واقع تھا۔ اشوک نے اپنے سن جلوس کے اکیسویں سال میں---- لمبنی باغ میں جا کر ایک سنگی ستون قائم کیا تھا' یہ ستون اب تک (1900ء) وہاں موجود ہے۔ اس پر کھدے ہوئے الفاظ بھی محفوظ اور واضح ہیں۔ گوتم کی جائے پیدائش لمبنی باغ کے متعلق کرشن کمار مزید لکھتے ہیں کہ لمبنی باغ کپل وستو سے بارہ میل مشرق کی طرف برٹش انڈیا کی حد سے پانچ میل شمال کی طرف اور ضلع بستی کے گاؤں دلوا سے چھ میل کے فاصلے پر تیلیر ندی کے کنارے واقع تھا۔ بدھ کی پیدائش کے بعد مہا مایا نے جس تالاب میں غسل کیا تھا اس کے نشانات بھی اب تک دکھائی دیتے ہیں۔ حفیظ سید لکھتے ہیں کہ اس وقت (1942ء) یہ مقام رامندیئی کے نام سے موسوم ہے۔ انہوں نے قریبی ندی' جسے کرشن کمار تیلیر لکھتے ہیں' کا نام "تیل دریا" بتایا ہے اور پرانی کتب کے حوالے سے اسے درست تسلیم کیا ہے۔ ان کے مطابق : 1096 میں نیپال کی ریاست میں رامندیئی کے مقام پر ایک سنگی مینار کھود نکالا گیا۔ اس پتھر پر اشوک کا کتبہ تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی تخت نشینی کے بیسویں (کرشن کے مطابق اکیسویں) سال وہاں آیا۔ اس نے گھوڑے کی شکل کا ایک سنگی ستون (مجسمہ کہنا چاہئے) یہاں نصب کروا کر اس پر یہ عبارت کھدوائی : "یہاں بدھ پیدا ہوا۔" اسی مقام پر بدھ کی اور یادگاریں بھی تھیں۔ جن میں سے استوپ (بدھ کا یادگاری معبد)' گھوڑے کا مجسمہ اور سنگی ستون

تو امتداد زمانہ سے منہدم ہو کر دب گئے لیکن ستون کا کچھ حصہ' زیورات' گلدان' جواہرات اور ایک صندوق کھدائی کے دوران دریافت کر لئے گئے۔ اس نوعیت کی اشیاء سے ثابت ہوا کہ یہی مقام گوتم کا مولد ہے۔ بدھ کے ان آثار کی دریافت کے بعد سے آج تک یہ مقام بدھوں کی انتہائی اہم اور متبرک زیارت گاہ رہا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک مثلاً چین' تبت' جاپان اور ہندوستان وغیرہ سے ہزاروں زائرین زیارت کے لئے ریاست نیپال میں جاتے ہیں۔

13- کرشن کمار نے صرف 557 ق-م کا ذکر کیا ہے۔ بسنت کے موسم اور پورن ماشی کے دن کا تذکرہ ضعیف روایات سے ماخوذ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بدھ کس سال پیدا ہوئے' حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مختلف محققین اور کتابیاتی ذرائع باہم اختلاف کے حامل سنین پیش کرتے ہیں۔ اس بات کا ثبوت درج ذیل مثالیں ہیں :

(i) بدھ اور اسکامت۔ مترجمہ : شیو نارائن سندر۔ گوتم کی ولادت کا سال : 624 ق-م

(ii) اگر اشوک کی تاج پوشی کے حوالہ سے حساب لگایا جائے تو بدھ 565 ق-م میں پیدا ہوئے۔

(iii) اے۔ ایل باشم کے مطابق : وہ اسی سال کی عمر میں 486 اور 473 ق-م میں انتقال کر گئے۔ ان سال ہائے وفات اور اسی سال کی عمر کو ذہن میں رکھ کر اعداد و شمار مرتب کریں تو گویا باشم کا خیال ہے کہ وہ 566 سے 553 ق-م کے درمیان پیدا ہوئے۔

(iv) Universal Reference Book کے صفحہ 144 پر بدھ کا غیر حتمی سال پیدائش 624 ق-م درج ہے۔

(v) اردو انسائیکلو پیڈیا' جلد سوم' صفحہ 411 پر گوتم کا عرصہ حیات بتاتے ہوئے سال پیدائش 563 ق-م قرار دیا گیا ہے۔

14- ہندوؤں میں شادی اور موت کی طرح پیدائش کی بھی بہت سی رسوم پر اہتمام کے ساتھ عمل ہوتا رہا ہے۔ سوت نوارن اور سر مونڈن کی طرح ہی ایک رسم نام کرن بھی ہے۔ نام کرن کی تقریب میں بچے کا نام باضابطہ طور پر مذہبی اکابرین اور ماہرین علم نجوم کی مشاورت سے طے کیا جاتا ہے۔ ایک مشہور روایت کے مطابق : "بدھ کی نام کرن کی رسم میں رام' دھورج' لکھشمن' منترن' کونڈانیہ' بھوج' سودام اور سودت نامی آٹھ جوتشی اور اندریہ جیت (حواس پر تصرف پانے والے) عالم بلائے گئے۔ ان میں سے سات نے اپنی دو دو انگلیاں فضا میں لہراتے ہوئے پیش گوئی کی کہ جس کے جسم میں اس لڑکے کی سی علامتیں پائی جاتی ہوں اگر وہ گرہستی (دنیا دار) ہو تو شہنشاہ عالم ہو گا اور اگر سنیاس آشرم (جوگیانہ طریق زندگی) قبول کرے تو بدھ (عارف) ہو گا۔ آٹھویں اور سب سے کم عمر پنڈت کونڈانیہ رشی نے ایک انگلی اٹھا کر کہا کہ یہ لڑکا کبھی بھی گھر میں نہ رہے گا بلکہ دنیا چھوڑ کر بدھ بننے کے بعد دنیا کی جہالت اور گناہوں کے خلاف جنگ کرے گا۔

یہ سن کر راجہ نے استفسار کیا: میرا لڑکا کیا دیکھ کر دنیا چھوڑے گا۔ عالموں نے جواب دیا: یہ بوڑھا' بیمار' مردہ اور درویش دیکھ کر تارک الدنیا ہو گا۔ راجہ نے کہا کہ میں اسے ان مناظر سے مستقل دور رکھوں گا۔ عالم برہمنوں نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ اگر کپل وستو کا ولی عہد بدھ ہو تو تم بلا جھجک اس کی پیروی کرنا۔۔۔۔ کونڈانیہ چونکہ کم عمر تھا لہٰذا اسی وقت سے گھربار چھوڑ کر گناہ سے جنگ اور بدھ کا انتظار کرنے جنگلوں میں نکل گیا۔ کونڈانیہ اور چار دیگر برہمن زادے ہی بدھ کے ابتدائی شاگرد ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔

15- دکھنی بودھی کتب میں ایک ہی بیوی کا ذکر ہے۔ بیوی کے نام کے متعلق بھی سوانحی ذرائع متضاد معلومات فراہم کرتے ہیں۔ تبتی' بدھ کی تین بیویوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن کے نام گوپا (گوپا) یشودھرا اور اتپا للانا یا مرگاجا ہیں۔ بدھ کے چینی پیروکار خیال کرتے ہیں کہ ان کی تین بیویوں کے نام یشودھرا' گوتمی اور منوہرا ہیں۔ محققین کی اکثریت تسلیم کرتی ہے کہ مہاتما بدھ کی زوجہ کا نام سوبھدرا' کنکنا یا یشودھرا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یشودھرا (بعض یشودھا بھی لکھتے ہیں) کو بدھ کی شہرت اور اپنی ذاتی خوبیوں کے باعث مختلف خطابات دیئے گئے جو بعد میں مختلف شخصیتوں کے نام تصور ہونے لگے۔ عصر حاضر کے مورخ یشودھرا (یشودھا) کو ہر روایت میں موجود ہونے کی وجہ سے بلا اختلاف گوتم کی بیوی تسلیم کرتے ہیں اور راہل کا اس کے بطن سے پیدا ہونا غیر مشکوک امر قرار دیتے ہیں۔

16- بھانڈ ہندی میں برتن' سرمایہ یا پونجی کو کہتے ہیں۔ اشوک (الف نفی کا ہے) کے معنی ہیں: بے فکر' خوش باش' آرام' سکھ' چین اور بے رنج وغیرہ۔ یوں اشوک بھانڈ کا مطلب ہم ظرف طمانیت یا ظرف شادمانی قرار دے سکتے ہیں۔ ہندوستان میں شادی کے حوالہ سے سوئمبر کی رسم کا رواج رہا ہے جس میں جملہ فنون حرب میں مہارت رکھنے والے اپنی عملی استعداد کا مظاہرہ کیا کرتے تھے اور لڑکیاں ان بہادروں میں سے فاتح کو اپنا جیون ساتھی انتخاب کرتی تھیں' بعض اوقات یہ فریضہ لڑکی کا باپ انجام دیتا تھا۔ لگتا ہے کہ اشوک بھانڈ کی رسم بھی سوئمبر ہی کی توسیعی شکل ہے لیکن اس میں امیدوار مردوں کی بجائے عورتیں ہوتی ہوں گی اور انتخاب کا حق مرد کے پاس ہو گا جیسا کہ گوتم کے معاملہ میں عملی طور پر وقوع پذیر ہوا۔ البتہ ہاشم اور لیوس کے مطابق بدھ نے سوئمبر کی رسم کے ذریعے ہی اپنی زوجہ حاصل کی۔

17- روایت ہے کہ بدھ اپنے وقت کے تمام ضروری علوم و فنون' جن کی تعداد 16 یا 17 بیان کی جاتی ہے' میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے۔ یہ مہارت انہوں نے کیسے حاصل کی' اس امر پر کوئی بھی تحریری ذریعہ روشنی نہیں ڈالتا۔

18- لیوس مور کے مطابق: گوتم کی بیوی کا تعلق اس کی ماں کے خاندان سے تھا' حفیظ سید خیال کرتے ہیں کہ بدھ کی زوجہ ان کی ماموں زاد تھی۔ اے۔ ایل باشم کے بقول: اس نے اپنی عم زاد

بہن---- سے شادی کی جبکہ کرشن کمار غیر مبہم انداز میں راجہ شدھودن کی بیوی مہا مایا کے بھائی ڈنڈ پانی کی بیٹی گوپا کو سدھارتھ کی بیوی بتاتے ہیں۔ ان روایات پر' عہد قدیم ہی سے ہندوؤں میں کزن میرج کی ممانعت کے اصول کا حوالہ دے کر بہت تنقید کی گئی لیکن کرشن کمار کی توجیہہ کے مطابق بدھ کی شادی اس کی کزن سے اس لئے ہوئی کہ شاکیہ لوگوں نے اپنے ملک سے بھاگ کر ایک ویران جنگل میں پناہ لی تھی۔ تعداد کم ہونے کے باعث بہت قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنے کا رواج اسی باعث ان میں جاری ہوا' یہاں تک کہ کسی نے اپنی بہن کے ساتھ بھی بیاہ کیا تھا۔ کرشن نے یہ وجہ مہاں بنش نامی کتاب کے دیباچہ کے حوالہ سے بیان کی ہے جس کو ٹنر نے تحریر کیا۔ شاکیہ قوم ہجرت پر کیوں مجبور ہوئی اور کس افتاد کے باعث ان کی افرادی طاقت نہایت کم ہو گئی؟ ان سوالات کے جواب نہ کرشن دیتے ہیں نہ کوئی اور دستیاب بدھ مصنف۔

19- کشا ایک خاص قسم کی گھاس کا نام ہے۔ تارک الدنیا جوگی اس سے اپنی نشست اور بستر تیار کیا کرتے تھے۔ راجہ راجیسور راؤ اصغر کی مرتبہ ہندی اردو لغت میں کشا کے علاوہ کش کے عنوان سے یہ درج ہے کہ کش بھی گھاس کی ایک قسم ہے جو مقدس تسلیم کی جاتی ہے۔

20- مرکب لفظ ہے : منگل اور گاتھا' دونوں کثیرالمعنی الفاظ ہیں۔ دونوں الفاظ کے بیس سے زیادہ مطالب ہیں۔ یہاں مراد مبارک کہانی' تہنیتی نغمہ یا عمدہ حمد ہے۔

21- البیرونی کے مطابق مخلوقات کی گھٹیا اور اعلیٰ درجوں کی ہندووانہ تقسیم میں ایک عمدہ درجہ منی لوگوں کو بھی حاصل ہے۔ لغت کے مطابق منی وہ شخص ہے جو سکھ اور دکھ کی حالت میں یکساں طور پر مطمئن رہے۔ منی میں خوف' نفرت اور راگ نہیں ہوتے۔ راگ کثیرالمعنی لفظ ہے : پیار' خواہش' رغبت' حرص' شوق' گیت' غصہ' عشق' جوش' دوستی اور اخلاص کے علاوہ بھی اس کے متعدد دیگر مطالب ہیں۔

22- مالوتا : غالباً خزاں یا شدید نوعیت کی ہوا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

23- حفیظ سید نے کرشا گوتمی کی بجائے بدھ کی ایک سالی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ بدھ کے زچہ گھر میں داخل ہوتے وقت اسی نے گیت چھیڑا تھا کہ "سب خوش ہیں---- باپ خوش---- ماں خوش اور وہ بیوی جس کا شوہر خاص فرد ہے اور بیٹا چاند کا ٹکڑا۔"

24- اے۔ ایل باشم نے چھندک کی بجائے گوتم کے رتھ بان یا کوچوان کا نام چن جبکہ حفیظ سید نے چنا لکھا ہے۔

25- کمود : ایک خوبصورت پھولدار پودا جس کی منفرد خصوصیت اس کے پھولوں کا رات کے وقت کھلنا ہے۔

26- ہجرت عظیمہ کے وقت بدھ جس گھوڑے پر سوار ہو کر محو سفر ہوئے کرشن کمار اس کا نام کنتک جبکہ اے۔ ایل باشم کنتھک لکھتے ہیں۔ اول الذکر لفظ کے معانی ہیں : کانٹا' دشمن اور

کمینہ وغیرہ جبکہ موخرالذکر لفظ کے مطالب روٹھنے والا' احمق اور جاہل ہیں۔ پہلا لفظ "ک" پر زبر جبکہ دوسرا پیش کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ بدھ کے گھوڑے کے نام کے منفی معنی حیران کن ہیں۔

27- عام طور پر دھرم کا ایک بھدا' ادھورا' تشنہ اور نامناسب ترجمہ مذہب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ دھرم کثیرالمعنی لفظ ہے۔ اس کے اہم مطالب ثواب' انصاف' قانون' عدل' نیکی' خیرات' فرض' رسم' ضابطہ' صداقت اور قابل عمل مذہبی کام ہیں۔

28- ویشالی (بیشالی) کے متعلق جنرل کننگھم کی تحقیقات کا حوالہ دیتے ہوئے کرشن کمار نے لکھا ہے کہ بارانسی سے 140 میل شمال مشرق کی طرف بیشار نامی مقام پر پرانا بیشالی (ویشالی) شہر آباد تھا۔ یہ جگہ پٹنہ کے شمال کی طرف واقع ہے۔

29- تحصیل علم کے لئے گوتم سب سے پہلے جس عالم کے پاس مقیم رہا اس کا نام اے۔ ایل باشم نے آلار کالام' حفیظ نے الارہ اور لیوس مور نے الار لکھا ہے۔

30- راج گرہ پٹنہ سے 40 میل جنوب مشرق میں واقع ہے' اس کا موجودہ (1900ء) نام راج گری پہاڑ ہے اور یہاں پر راجہ بمبی سار کے بنائے ہوئے قلعہ کی فصیل کے کھنڈرات ابھی تک موجود ہیں (کرشن کمار)۔ حفیظ کے مطابق: راج گڑھ (راج گرہ) ریاست مگدھ کا دارالسلطنت تھا' یہ شہر جس وادی میں آباد تھا اس کے چاروں طرف پہاڑیاں تھیں۔ لیوس مور کے مترجم یاسر جواد اس شہر کا نام ہجوں کی جزوی تبدیلی کے ساتھ راج گریہہ تحریر کرتے ہیں۔

31- مگدھ کا راجہ بمبی سار دارالحکومت راج گرہ میں رہتا تھا۔ لیوس مور کے مطابق اس کا نام بمب سار ہے۔ باشم اور حفیظ نے بھی یہی نام لکھا ہے۔

32- کرشن کمار جنرل کننگھم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ آجکل جن پہاڑوں کو رتن گری کہتے ہیں' پہلے یہ پانڈو شیل کے نام سے مشہور تھے۔

33- راہو: آٹھواں ستارہ جس کا گرہن کے وقت چاند یا سورج کو لگنا قیاس کیا جاتا ہے۔

34- روایت ہے کہ راجہ بمبی سار نے اس موقع پر اپنے ملازمین سے کہا: اگر یہ خوبصورت انسان راہ چلتے ہوئے تمہاری نظروں سے اوجھل ہو جائے تو اسے انسان نہ سمجھنا' اگر یہ اڑ کر فضا میں بلند ہو تو جان لینا کہ یہ جن ہے' اگر زمین میں سما جائے تو سانپوں کا حکمران خیال کرنا اور اگر بھیک میں ملی خوراک کھا لے تو پھر سمجھ لینا کہ یہ بھی تمہاری ہی طرح کا فانی انسان ہے۔ قدیم عہد کے ہندو ایسے ہی بے سروپا تصورات میں انتہا درجہ کا یقین رکھتے تھے بلکہ اب بھی رکھتے ہیں۔ یہ امر ملحوظ خاطر رکھیں تو راجہ کی گفتگو ناقابل فہم نہیں رہتی۔

35- غلاظت کے مخرج نو (9) جسمانی راستوں سے مراد دو کان' دو آنکھیں' دو نتھنے' منہ' عضو تناسل اور مقعد ہیں۔

36- بعض کتابیاتی ذرائع اس رشی کا نام ردرک کی بجائے ادرک بیان کرتے ہیں۔

37- شاستر: کسی دیوتا' رشی یا منی کی لکھی ہوئی کتاب فلسفہ- شاستر چھ ہیں: (i) میمانسا (ii) نیائے (iii) ویشیشک (iv) پاتنجل (v) سانکھیہ اور (vi) بیدانت-

38- لیوس کے مترجم یاسر جواد نے اربلا اور حفیظ نے اَرولا لکھا ہے- کرشن کمار کے بقول اروبلو کا حالیہ (1900ء) نام ارائل ہے اور یہ جگہ "بدھ گیا" سے ایک میل بطرف مشرق واقع ہے-

39- انسائیکلو پیڈیا مذاہب عالم میں اس ندی کا نام نرنجرا' گوتم بدھ: زندگی اور افکار میں نرنجارا اور بقول کرشن نئی رنجن ہے-

40- اس زمانہ میں بھی لوگ تمباکو کی قسم کے کسی پتے کو پیا کرتے ہوں گے- (کرشن کمار)

41- پنج اگنی: مختصر طور پر پنجاگنی بھی کہتے ہیں- اس سے مراد پانچ اقسام کی آگ ہے' طرح طرح کی آگ کے الاؤ تاپتے ہوئے محو ریاضت رہنے والے جوگی بھی پنجاگنی کہلاتے ہیں-

42- شاگنی: گناہوں کے کفارہ کی ایک رسم جس کی ادائیگی کے دوران عامل اپنے بدن پر دھان کی پرالی لپیٹ کر اسے آگ لگا لیتا ہے-

43- البیرونی کے مطابق: ہمیشہ مذہبی اشلوک وغیرہ پڑھتے رہنا' آگ پر مختلف قسم کی قربانیاں دینا اور اسے کبھی بجھنے نہ دینا---- ہوم کہلاتا ہے-

44- برہما: ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتب کے شارحین کی فکر اور عام روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ اجسام کو تین انواع میں تقسیم کرتے ہیں' جو مندرجہ ذیل ہیں:

(i) روحانی مخلوقات (اعلیٰ ترین درجہ)

(ii) انسان (وسطی مرتبہ)

(iii) حیوانات (گھٹیا مقام)

برہما روحانی مخلوقات میں سرفہرست ہے- ہندو مفکرین کے نزدیک دنیا کی تخلیق بھی برہما ہی سے نسبت رکھتی ہے جو اپنی خصوصیات میں یونان کے زیوس سے مماثل ہے-

45- وشنو: خدائے تخلیق (برہما) اور خدائے مرگ و فنا یا تخلیق نو (شو) کے بعد تیسرا اہم دیوتا یہی ہے جس کا وصف خاص محافظت عوام و خواص ہے-

46- ردر: ہندوستانی دیوتا- اس کے کردار کا ایک پہلو خطرناکی اور دوسرا عیش پسندی ہے- یہ ایک تیر انداز دیوتا ہے' جس کے تیر بواعث امراض ہیں- لیکن ساتھ ہی یہ ان جڑی بوٹیوں کا بھی نگران اور محافظ تصور کیا جاتا ہے جن سے مختلف ادویات تیار ہوتی ہیں- ردر اپنے محبوب بندوں کو صحت و تندرستی بخشنے کی قوت کا حامل سمجھا جاتا ہے-

47- اندر: آریائی مہم جوئی اور جنگ بازی کے اعتبار سے عظیم ترین دیوتا "اندر" ہے- کوٹلیہ کے بقول بھردواج نے اسے "بارش کا دیوتا" بتایا ہے لیکن اندر علاوہ ازیں جنگ کا دیوتا بھی ہے اور موسم کا بھی- یہ اپنی بہت سی خصوصیات میں یونانی دیوتا "زیوس" اور البانی دیوتا "تھور" سے

مطابقت رکھتا ہے۔ اندر ایک آوارہ گرد اور تعیش پسند دیوتا کی حیثیت سے بھی معروف ہے' جو شراب کا حد درجہ شائق ہے۔

48- گنگا' جمنا اور سرسوتی کو حاصل مذہبی تقدس اور اہمیت اس بیان کی نہایت واضح' تاریخی اور حتمی دلیل ہے۔

49- کرشن کمار کے مطابق : کونڈانیہ کے دیگر چار ساتھیوں کے نام بلیا' بھدربیہ' مہانام اور آشوجیت تھے جبکہ "گوتم بدھ : زندگی اور افکار" میں کونڈانیہ کو کونڈنیہ لکھنے کے علاوہ دیگر چار نام یوں درج کئے گئے ہیں : دپ' بھدری' مہانام اور اشوجت۔

50- غالباً مرکب (دو جزوی) لفظ ہے۔ اس (الف پر زبر) کا مطلب سانس ہے جبکہ پانک (پھانک) سے مراد رس اور دلدل وغیرہ ہیں۔ قیاس ہے کہ یہ سانس روکنے کی کسی مشق کا نام ہو گا۔

51- کانشی (کاشی) بنارس ہی کا قدیم نام ہے۔

52- یہ "مار" کا کسی قدر مناسب ترجمہ ہے۔ اے۔ ایل باشم کے مطابق : دنیا اور نفسانی خواہشات کی روح "مار" ____ بدھ مذہب کے نزدیک ایک شیطان ہے۔

53- حفیظ نے سنجاتا لکھا ہے لیکن زیادہ ذرائع سجاتا پر متفق ہیں۔

54- غالباً پیپل یا برگد مراد ہے۔

55- بدھ کی نام کرن کی تقریب میں آٹھ اعلیٰ پائے کے جوتشی بلانے کا تذکرہ ہے اور یہاں آٹھ گائیں مذکور ہیں۔ ممکن ہے بدھی روایت سازوں نے اشٹانگ مارگ (آٹھ اجزاء والا راستہ) کے آٹھ اصولوں کے حوالے سے یہ التزام کیا ہو۔ بہرحال یہ اگر اتفاق بھی ہے تو دلچسپ ہے۔

56- بیر آسن : لغوی مطلب ہے نشست بہادراں۔ کرشن کمار لکھتے ہیں کہ بائیں ران پر دایاں پاؤں' دائیں ران پر بایاں پاؤں' دائیں پاؤں کے تلوے پر بایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کے تلوے پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر اوپر کی طرف منہ کر کے سیدھے جسم سے بیٹھنا بیر آسن کہلاتا ہے۔ اس کا دوسرا مشہور نام پدم آسن ہے۔

57- شرمن : سنگھ میں شمولیت کے لئے بالغ ہونا ضروری ہے' ابتداء میں ہر ایک کو تربیتی مدت گزارنا پڑتی ہے۔ استاد کی زیر نگرانی رہنے والا نووارد بدھی شرمن کہلاتا ہے۔

58- روایت کے مطابق قدیم ہندوستان کا ایک رشی جو نہایت جان سوزی سے مراقبہ اور ریاضت کیا کرتا تھا۔

59- انگرا بھی بھرگو کی طرح ہندوستانی روایات میں نہایت عابد و زاہد رشی تسلیم کیا جاتا ہے۔

60- سبھی ترک سادھی : فکری تجزیہ کے لئے کیا جانے والا مراقبہ۔

61- سبھی چار سادھی : محدود اور لامحدود سے ربط ذات کی تفہیم میں معاون مراقبہ۔

62- نربترک (ترک) سادھی : بے دلیل مراقبہ۔

63- نر بچار سمادھی : بلا غور و فکر مراقبہ۔

64- لش پر تیک دھیان : جذبات حب و حشم سے ماوراء انداز فکر۔

65- نر بیج سمادھی : بے غرض مراقبہ۔

66- پانچ اندریوں سے مراد حواس خمسہ ہیں۔

67- سدھ : ہندو مذہب کے شارحین خدا رسیدہ لوگوں کی تقسیم تین بنیادی گروہوں میں کرتے ہیں۔ یہ تین طرح کے عابد رشی' سدھ اور منی کہلاتے ہیں۔ سدھ وہ ہے جس نے اپنے عمل سے دنیا کی ہر چیز پر' جس کو وہ چاہے' قدرت حاصل کر لی ہو اور اس پر قناعت کر گیا ہو۔ سدھ اس مقام سے آگے بڑھ کر حتمی آزادی یا کامل نجات کے حصول کی کوشش نہیں کرتا تاہم رشی کے مرتبہ تک روحانی ترقی پا سکتا ہے۔

68- آتم گیان سے مراد عرفان ذات ہے۔

69- وستو گیان کا مطلب ہے : علم الاشیاء (موجودات)۔

70- نروان : اس لفظ کا سادہ اور تشنہ ترجمہ نجات کیا جاتا ہے حالانکہ یہ ایک کثیرالمعنی لفظ ہے۔ نروان کے مطالب درج ذیل ہیں :

(i) بجھا ہوا (ii) ٹھنڈا کیا ہوا (iii) منقطع کیا گیا (iv) ڈوبا ہوا (v) مرا ہوا (vi) فقدان (vii) معدوم (viii) زوال (ix) نیست (x) نجات اخروی (xi) رستگاری (xii) مزید پیدائش سے نجات اور (xiii) مادی زندگی سے نجات دے کر واصل خالق ازلی کیا گیا۔

71- ہندی اردو لغت میں بدھ کا مطلب دانا' عاقل' عالم' جانا ہوا' مشہور اور جاگتا ہوا قرار دیا گیا ہے جبکہ اردو انسائیکلوپیڈیا' جلد سوم کے صفحہ 411 پر بدھ کو عقلمند کا مترادف قرار دینے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

72- بدھی درم سے پھوٹنے والا درخت اب (1900ء) بھی موجود ہے۔ کرشن کمار مزید کہتے ہیں کہ اسی درخت کی ایک شاخ 300 ق-م میں سنگلدیپ کے انو رادھ پور شہر میں لگائی گئی تھی۔

73- وہ جگہ جہاں بدھ کی نشست تھی۔ چبوترہ کو بھی منڈپ کہتے ہیں۔

74- ایک خاص قسم کا پھولدار درخت جو موسم آنے پر پھولوں سے لد جاتا ہے۔

75- مرگ داؤ کا لفظ مرکب اور اسم معرفہ ہے۔ بااین ہمہ ہاشم نے اسے ترجمہ کر کے غزالستان جبکہ حفیظ نے دشت غزالاں لکھا ہے۔ انگریزی ذرائع مرگ داؤ کو Deer Park لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہندی میں لفظ "مرگ" کے نصف درجن سے زائد مطالب ہیں لیکن قریبی معنی "ہرن" کے تصور ہوتے ہیں۔

76- انسائیکلو پیڈیا مذاہب عالم کے مترجم نے اس برہمن کا نام ایک جبکہ حفیظ نے جزوی ہجائی

اختلاف کے ساتھ اوپک لکھا ہے۔

77- یہ گویا بدھ دھرم کی تشریح، وضاحت اور تبلیغ و ہدایت کا باقاعدہ آغاز تھا۔ بدھی اصطلاح میں گوتم یہ درس دے کر "قانون کے پہیے کو حرکت میں لائے۔" حفیظ کے مطابق یہ وعظ بدھ نے بنارس سے تین میل شمال میں واقع مقام مگاویہ کے قریبی دشت غزالاں میں کیا۔ ان کی تحقیق کے مطابق یہ مقام بعد میں دھمک کے نام سے موسوم ہوا۔ اشوک نے یہاں تیسری صدی ق-م میں ایک یادگار بھی بنوائی، جس کے آثار ابھی (1942ء) تک موجود ہیں۔ یہ جگہ 1862ء میں دریافت ہوئی۔ اسی مقام کو بعد میں سار ناتھ کہا گیا۔ باشم کے مطابق یہ اپدیش بدھ نے بنارس کے قریبی غزالستان میں دیا جبکہ لیوس کہتے ہیں کہ کاشی (کانشی یا بنارس) کے "اگ" نامی مٹھ (خانقاہ Monastery) میں بیٹھ کر بدھ نے سچے دھرم کے مرکزی پہیے کو چلا دیا۔

78- کہا جاتا ہے کہ لفظ وید کا مادہ "ود" ہے۔ جس کے معنی جاننا ہیں۔ اس لئے وید کے معنی ہوئے علم۔ البیرونی کا بیان جزوی طور پر مختلف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وید کے معنی اس چیز کو جان لینا ہے، جو پہلے کبھی معلوم نہ تھی۔

روایت کے مطابق وید چار ہیں۔

(i) رگ وید

(ii) یجر وید

(iii) سام وید

(iv) اتھر وید

رگ وید سب سے زیادہ معروف ہے۔ یہاں ویدوں سے مراد یہی مندرجہ بالا وید ہیں جن کی تعداد چار بیان کی جاتی ہے۔

79- سنگھ (جماعت الفقراء : بدھی لوگوں کی انجمن) کے اراکین بھکشو کہلاتے ہیں۔ اے۔ ایل باشم کے بقول بھکشو (بھکشو) کے لئے پالی زبان میں لفظ "بھکو" استعمال کیا جاتا ہے اس کے لفظی معنی ہیں : مانگنے والا یا بھکاری۔

80- ان اصولوں کو خالص بدھی اصطلاح میں "اشٹانگ مارگ" کہا جاتا ہے۔ اشٹانگ مرکب لفظ ہے اور اشٹ اور انگ سے بنا ہے۔ اشٹ بہ معنی آٹھ۔ انگ بہ معنی جزو یا حصہ اور مارگ بہ معنی راستہ۔

81- آدرش کے لغوی معنی ہیں : نمونہ، مثال، آئینہ یا کوئی قابل تقلید رجحان وغیرہ۔ یہاں درست آدرش سے نظریات کی عملی ذاتی مثال پیش کرنا مراد ہے۔

82- بدھ دھرم میں کچھ پیشے ممنوع ہیں۔ مثلاً شراب، غلام، ہتھیار اور گوشت فروشی وغیرہ۔

83- دیکھئے حوالہ نمبر 49 : کرشن کمار کے مطابق.........

84- سنگھ : جماعت الفقراء- بدھ کے پیروکاروں کی انجمن- بقول ہاشم : درویشوں کا ایک باضابطہ گروہ-

85- گرہست آشرم : لغات میں گرہست سے مراد دنیا دارانہ یا گھریلو حالت ہے- آشرم رشیوں اور دیگر خدا رسیدہ لوگوں کے رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں- گرہست آشرم سے مراد ہے : مقام دنیاداری- آشرم (مقام) کے چار درجے ہیں :

(i) برہمہ چریہ آشرم (زمانہ طالب علمی- زمانہ مجردی)

(ii) گرہست آشرم (درجہ یا مقام خانہ داری)

(iii) وانہ پرستھ آشرم (وانہ ون یا بن (جنگل) سے مشتق ہے- جنگلوں' ویرانوں میں عبادت کا مقام)

(iv) سنیاس آشرم (مقام ترک دنیا و حاجات دنیاوی)

ہندووانہ زمانی تقسیم کے مطابق اب کلجگ جاری ہے اور کلجگ میں صرف دو آشرم ہیں : سنیاس اور گرہست- بدھ اصطلاح میں گرہست آشرم کے پیرو یا گرہستی سے مراد وہ شخص ہے جو گھر داری اور دنیا داری میں ملوث رہتے ہوئے بدھ کے اصولوں اور ضابطوں کی مکمل طور پر عملی پابندی کرتا ہے- واضح رہے کہ گرہستی پیروکاروں کے لئے بدھی قانون لچک دار ہیں-

86- امرت بانی : لغت میں امرت (ہندی گرامر کے اصول کے مطابق الف نفی کا) سے مراد آب بقاء' ہر شیریں رقیق شئے اور تریاق وغیرہ ہیں- اسی طرح بانی (وانی) کے معنی ہیں : زبان' کلام' آواز' تلفظ' گفتگو' نغمہ اور صدا وغیرہ- یہاں آپ کلام شیریں سمجھ لیں-

87- اروبلو نام کا یہ جنگل بدھی کتابی ذرائع کے مطابق "گیا" کے قریب واقع تھا- حفیظ نے اس کا نام اراول لکھا ہے لیکن کرشن کمار کا لکھا "اروبلو" زیادہ درست مانا جا سکتا ہے کیونکہ موصوف کی شہرت ایک بدھ عالم کی حیثیت سے ہے-

88- کاشیپ کے ہندو دھرم سے بدھ مذہب میں آنے کا واقعہ حفیظ صاحب یوں بیان کرتے ہیں :

گیا کے قریب' جنگل میں سینا نام کا ایک گاؤں تھا جہاں رہنے والے تین بھائی علم و فضل میں شہرت عام رکھتے تھے اور مذہبا" آتش پرست تھے- گوتم نے وہاں جا کر ان کے آتش کدے کی عمارت میں ایک رات بسر کرنے کی اجازت چاہی لیکن سب سے بڑے بھائی کاشیپ کو یہ بات پسند نہ آئی- اس نے کہا کہ آتش خانے کے قریب ایک زہریلا سانپ رہتا ہے جو رات کو باہر نکلتا ہے اور سونے والوں کو ڈس جاتا ہے- مہاتما کو عشق حقیقی کا زہر چڑھا ہوا تھا وہ سانپ سے کیا ڈرتے- اپنے اصرار پر قائم رہے اور کاشیپ کو بھی مسافر مہمان کی خاطر اجازت دینا پڑی- رات ہوئی تو سانپ حسب دستور باہر نکلا' مگر گوتم کو کچھ نہ کہا- جب صبح کو یہ آتش کدے میں زندہ سلامت پائے گئے تو ان کی کرامت کا غل مچ گیا- اسی دن اتفاق سے گاؤں میں ایک بڑا میلہ ہونے والا تھا

جس میں گردونواح سے جاتری آتے تھے اور کاشیپ کی تقریر سنا کرتے تھے۔ اب اس کو خوف ہوا کہ اس مجمع نے گوتم کو دیکھا تو آتش پرستی کا بازار سرد ہو جائے گا۔ مگر مہمان کا گھر سے نکالنا اتنا سخت اخلاقی جرم تھا کہ اس کا وہ مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ مہاتما کو اس خطرے کی خبر ہو گئی اور وہ کسی کو اطلاع کئے بغیر اسی روز گاؤں سے باہر چلے گئے' اور میلے کے پاس نہ آئے۔ جب شام کو واپس ہوئے تو کاشیپ نے دریافت کیا کہ دن کو کہاں گئے تھے۔ جواب دیا کہ تمہاری فکر کو دور کرنے کے لئے روپوش ہو گیا تھا' کاشیپ یہ سن کر قدموں پر گر پڑا اور اپنی تمام جماعت کے ساتھ ایمان لے آیا۔

89- بینو بن: باغ کا یہ نام متن میں مذکور ہے۔ "گوتم بدھ: زندگی اور افکار" کا مصنف اس موقع پر راجہ بمبی سار کی طرف سے ویلوانا نام کا ایک بانس کا باغ وقف کئے جانے کا ذکر کرتا ہے۔

90- ہندی میں بعض اوقات الف (نفی کا) اور "نر" کی طرح "پرتی" بھی بعض الفاظ میں بطور سابقہ آ کر ان کے معنوں کو متضاد بنا دیتا ہے جیسے کہ پرتی وایو: باد مخالف۔ جن اصول و ضوابط کا یہاں ذکر ہے انہیں پرتی موکھشہ اس لئے کہا گیا کہ وہ سنگھ کے اراکین کو ایسے اعمال کی انجام دہی سے منع کرتے ہیں جو نجات کی راہ میں رکاوٹ یا نجات مخالف (پرتی موکھشہ) ہیں۔

91- اصل قول ہے: بسنتیے بھر منم پتھیم (از کرشن کمار)

92- اس نام کو مختلف تحریری ذرائع کبھی پالی' کہیں اوپالی اور بعض اوقات اپالی بیان کرتے ہیں۔

93- حفیظ کے بقول بدھ نے اس موقع پر اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ "میں اپنے پیش رو بدھوں میں سے ایک ہوں۔"

مہایانی شارحین کے نزدیک اس فقرے کے معنی یہ ہیں کہ گوتم سے پہلے بھی بہت سے بدھ آ چکے ہیں اور ان کے بعد بھی آئیں گے۔ اس بناء پر یہ کہا جانے لگا کہ ایک بدھ دنیا میں آتا ہے' حقیقت اور سچائی کا راستہ دکھاتا ہے لیکن جب دنیا اس کی تعلیمات کو بھول کر گمراہی کا شکار ہوتی ہے تو دوسرا بدھ آ کر رہنمائی کرتا ہے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے اور بدھ آتے جاتے رہتے ہیں۔ گوتم کے بارے میں کہا گیا کہ وہ چوبیسویں بدھ تھے جنہوں نے انسانیت کو فلاح کا راستہ دکھایا۔

94- حفیظ نے لکھا ہے کہ نندا (نند) گوتم کے ماموں زاد بھائی تھے۔ نیز یہی بعد میں ان کے سب سے چہیتے شاگرد بنے۔ کرشن کے متن میں چہیتا شاگرد آنند ہے۔ گوتمی کے بیٹے آنند کو مذکورہ محقق نے بجا طور پر گوتم کا سوتیلا بھائی لکھا ہے۔ اس سے یہ امر واضح ہوا کہ نند (گوتمی کا بیٹا) اور آنند (ماموں زاد) دو الگ الگ شخصیات ہیں۔

95- انسائیکلو پیڈیا مذاہب عالم کے مترجم یاسر جواد کے مطابق: جب بدھ راج گریہہ (راج گرہ) کو لوٹ رہے تھے تو وہ ملوں کے نگر انوپیا میں ٹھہرے۔ کرشن انمانندی کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ وہ

اس کے نزدیکی آموں کے باغ میں مقیم ہوئے جس کا نام انوپریہ تھا- حفیظ نے انما ندی کا نام دریائے انوما بیان کیا ہے-

96- لیوس مور کے مترجم نے انرودھ اور حفیظ نے انورادھا لکھا ہے-

97- بنارس کے شمال میں واقع آبادی جو بدھ کے عہد میں کوشل حکومت کا مرکز تھی اور سراوستی کے نام سے معروف تھی- جنرل کننگھم کا خیال ہے کہ یہ وہی مقام ہے جو اب ساہت ماہت کے نام سے اودھ میں موجود ہے- (حفیظ سید)

کرشن اپنے ایک حاشیہ میں لکھتے ہیں : شہر شراوستی نیپال کے جنوبی حصہ میں واقع تھا- بنگال نارتھ ویسٹرن ریلوے کے نیپال گنج روڈ اسٹیشن سے 11 میل کے فاصلے پر اب (1900ء) بھی اس کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں- اس خطہ زمین کا نام کوشل ہے جو گھاگھرا ندی کے شمال میں واقع ہے-

98- ہندی لغات اناتھ کو بے سہارا اور پنڈا کو خدمت گار بیان کرتی ہیں- ہو سکتا ہے پنڈا کو کسی علاقائی لہجے میں پنڈو کہا جاتا ہو- بہرحال اناتھ پنڈو (پنڈا) کے لغوی معنی خادم الفقراء ہوئے-

99- حفیظ نے جتاون وہار لکھا ہے' جو درست نہیں کیونکہ زیادہ بدھی ذرائع جیت بن بہار بیان کرتے ہیں-

100- بعض محققین کا خیال ہے کہ حصول نجات کے بعد بدھ نے پہلے تین سال کیسے اور کہاں کہاں گزارے' اس بارے میں مستند معلومات کم دستیاب ہیں- شراوستی کی طرف سفر کو' جس میں گوتم ویشالی بھی ٹھہرے' چوتھے سال کے آغاز کا واقعہ قرار دیا جاتا ہے-

101- تری پٹک : لغوی معنی ہیں' تین ٹوکریاں- کہنے کو تو یہ تین ہی ہیں لیکن ہر ٹوکری میں کئی کئی کتابیں ہیں- پہلی پٹک (ٹوکری) کا نام ونائے پٹک ہے' اس میں سنگھ کے لئے احکامات درج ہیں اور یہ احکام تین ضخیم ذیلی کتب کی صورت میں ملتے ہیں- دوسری ٹوکری سوت پٹک کہلاتی ہے اور بودھ دھرم کے عام پیروکاروں کے لئے زندگی کے رہنماء اصول پیش کرتی ہے- اس ٹوکری میں چار عنوانات کے تحت درجنوں ذیلی کتابیں اور نظمیں ملتی ہیں- تیسری ٹوکری' ابھیدھم پٹک میں بھی نصف درجن سے زائد اہم کتب شامل ہیں- ان تمام مذکورہ بالا کتب کے مجموعہ کو تری پٹک (ونائے پٹک' سوت پٹک' ابھیدھم پٹک) کہتے ہیں' یہ بدھوں کی مقدس اور قدیم ترین کتابیں تسلیم کی جاتی ہیں اور پالی زبان میں ہیں- دنیا کی متعدد زبانوں میں ان کتب کے تراجم بھی ہو چکے ہیں جن کے ذریعے بدھی فکر و فلسفہ کی بین الاقوامی سطح پر تفہیم میں نہایت مدد ملی ہے-

102- مول ایک کثیرالمعنی لفظ ہے- لغات میں اس کے بیس سے زائد معانی بیان کئے گئے ہیں- سوتر کے بھی پندرہ سے زائد مطالب لغت کی کتابیں فراہم کرتی ہیں- یہاں مول (آغاز) سوتر (احکام) سے مراد ابتدائی اور اہم احکامات ہے' یاد رہے کہ یہ لغوی معنی محض قارئین کی معلومات

کے لئے لکھے گئے ہیں۔ درحقیقت مول سوتر ایک بدھی اصطلاح ہے جس کا ترجمہ ضروری نہیں۔

103- لیوس مور کے ترجمہ شدہ متن میں درج ہے کہ یہ جھگڑا کولیوں اور شاکیوں کے درمیان دریائے روہنی کے پانی سے متعلق تھا' حفیظ نے اس فساد کی فریق اقوام کو ساکھیہ اور کولین لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ ناموں کی ہجائی تبدیلیوں کے باوجود یہ دونوں بیان شاکیہ اور کلی خاندانوں کے مابین اٹھنے والے جھگڑے ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اے۔ ایل باشم کا کہنا ہے کہ یہ لڑائی کولیادن اور سلکاون قبیلہ کے درمیان چل رہی تھی' دونوں گروہ اپنی فوجیں اکٹھی کر کے بڑے معرکہ کی تیاری میں تھے کہ بدھ آن پہنچے---- اور امن ہو گیا۔

104- ڈاکٹر محمد حفیظ سید لکھتا ہے کہ باپ کی وفات کے بعد گوتم کل گڑھ وہار میں آئے جو مہاوت باغ میں تھا۔ لیکن اس ضمن میں کرشن کمار کا بیان زیادہ قابل اعتماد ہے جو کہ ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ بدھی عالم و فاضل بھی تھے۔

105- کرشن کے بقول : اس پہاڑ کا موجودہ (1900ء) نام کوشم ہے اور یہ الٰہ آباد کے جنوب مغرب میں جمنا کے نزدیک واقع ہے۔

106- کھشیما کی بجائے لیوس مور کے ترجمہ شدہ متن میں کشیما جبکہ حفیظ کے مقالہ میں چھما لکھا ہے جو کہ زیادہ درست نہیں۔

107- "گوتم بدھ : زندگی اور افکار" میں اس بداطوار عورت کا نام چنچا درج ہے۔

108- اے۔ ایل باشم کہتے ہیں کہ بدھ کے اپنے گوتر کے نام پر اس کا نام گوتم رکھا گیا۔ یاد رہے کہ گوتر ہندی میں اصل' نسل' خاندان' نسب' ذات' قوم' سلسلہ' لقب' گروہ' قبیلہ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ لیوس کے ترجمہ شدہ متن میں درج ہے کہ اس (بدھ) کے برج کا نام گوتم تھا۔ نیز دیکھئے حاشیہ نمبر(1)_

109- کوسمبی بھی لکھا جاتا ہے۔ بعض ذرائع کے مطابق یہ جگہ الٰہ آباد سے قریب ہی واقع تھی۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ شاید کوشامبر مکول ہی کا بگڑا ہوا ایک اور نام ہے۔ نیز دیکھئے حاشیہ نمبر (105)_

110- کچھ ذرائع اس بھکشو کا نام مگالی لکھتے ہیں اور تنازعہ کی وجہ اس کی طرف سے لوگوں کو بدھ کے خلاف بھڑکانا قرار دیتے ہیں۔

111- اپوشت کا مطلب ہے : تخت پر بیٹھا ہوا۔ غالباً اپوستھ خاص نشست پر بیٹھ کر کی جانے والی کسی ریاضت کا نام ہے اور اپوشت ہی کی دوسری تحریری شکل ہے۔

112- بھاردواج برہمن والا واقعہ مختلف کتابوں میں جزوی واقعاتی اختلافات کے ساتھ ملتا ہے۔

113- بعض بدھ محقق اس شہر کا نام سیتابیا لکھتے ہیں۔

114- یہ بدھ کو نجات یا نروان حاصل ہونے کے پندرہ برس بعد کا واقعہ ہے۔ لیوس کا مترجم لکھتا

ہے کہ مہانام شدھودن کے جانشین بھدرک کی جگہ شاکیہ قوم کا راجہ بنا تھا۔

115- حفیظ اس طوائف کا نام سرتی بتاتے ہیں' جو صحیح نہیں کیونکہ زیادہ روایات شریمتی ہی بیان کرتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ حصول نجات کے سترہ سال بعد کا ہے۔

116- ششں کا مطلب ہے شاگرد۔ اور گرہستی کے لئے دیکھئے حاشیہ نمبر (85)_ جو لوگ دنیا داری میں ملوث رہ کر بھی پاک دامنی اور نیک نیتی سے بدھ کے احکامات پر عمل کرتے تھے' گرہستی شش کہلاتے تھے۔

117- انگلی مال بھی لکھا جاتا ہے اور انگولی مل بھی۔

118- لیوس کے ترجمہ شدہ متن کے مطابق مگدھ کا وزیراعظم سنیت وجینیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے---- ایک قلعہ بنا رہا تھا جبکہ حفیظ نے اوجیہ کی جگہ وجان لکھا ہے۔

119- نالندا راج گرہ سے شمال کی طرف ہے اور یہاں کسی زمانہ میں بدھوں کی مذہبی تعلیمات کے فروغ کی غرض سے ایک عظیم الشان درس گاہ قائم تھی (کرشن کمار)

روایت ہے کہ گوتم بدھ نے یہاں تین ماہ قیام کیا تھا۔ اس دوران وہ تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ انہوں نے یہاں کئی تاریخی اپدیش دیئے۔ بعدازاں یادگار کے طور پر بدھ مت کے امیر پیروکاروں نے وسیع و عریض علاقہ خرید کر یہاں ایک بدھی خانقاہ تعمیر کی۔ یہاں اپنے وقت کے مستند اور معتبر ترین بدھ علماء قیام کرتے تھے۔ جلد ہی یہ خانقاہ اپنی علمی سرگرمیوں کے باعث ایک یونیورسٹی کی شکل اختیار کر گئی۔ یہاں ہزاروں معلم تھے' طلباء کی تعداد کا اندازہ لگانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ نے نالندا یونیورسٹی کے جو آثار دریافت کئے ہیں وہ قابل دید بھی ہیں اور قابل فخر بھی۔

120- اسی گاؤں کا نام بعد میں پاٹلی پتر (پوتر) ہوا۔ راج گرہ کا متبادل مگدھی مرکز ہونے کا اعزاز بھی اس مقام کو حاصل ہے' موجودہ پٹنہ شہر اسی جگہ آباد ہے۔

121- لیوس مور کے ترجمہ شدہ متن میں ہے کہ گوتم---- ویشالی گیا جو گنگا کے شمالی کنارے پر طاقتور لچھویوں کا مشہور دارالحکومت تھا۔ وہاں امب پالی کے آم کے باغ میں ٹھہرا۔ امب پالی اس نگر کی ایک مشہور طوائف تھی۔

دیگر کئی واقعہ نگاروں کی طرح کرشن نے بھی یہی لکھا ہے کہ امب پالی ویشالی شہر کی رہنے والی ایک بہت مشہور اور دولت مند بیسوا (طوائف) تھی۔

لیکن ڈاکٹر حفیظ کی تحقیق کے مطابق: (محققین) نے غلطی سے امبا پالی (امب پالی) کو رنڈی کا نام سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ ایک مقام کا نام تھا اور یہ گاؤں پٹنہ کے قریب (نام کے) تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ اب (1942ء) بھی موجود ہے۔

122- کرشن اس واقعہ کی غیر عقلی لیکن نہایت عقیدت مندانہ توجیہہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قوت ارادہ کے ذریعے انسان کیسے کیسے عجیب و غریب کام کر سکتا ہے' اس صداقت اور اصول کو زمانہ حال کی سائنس کی روشنی ظاہر نہیں کر سکی- آریہ رشی گن (الف) اس طاقت کے ذریعے اس جڑ جگت (ب) کے نیموں (ج) سے باآسانی بالاتر ہو جاتے تھے- کہتے ہیں کہ اس طاقت کے ذریعے---- بھیشم (د) نے اپنی موت کے وقت کو اپنی اچھا (ر) کے آدھین (س) کر لیا تھا- روایت ہے کہ اسی خوبی کے باعث ایک شخص اپنے سانس کو روک کر بہت عرصہ تک بغیر کھائے پئے زندہ رہ سکتا ہے- چنانچہ شہنشاہ بابر نے اسی طاقت کے ذریعہ سے اپنے بیٹے ہمایوں کی بیماری اپنے اوپر لے کر اس کی جان بچائی---- اور اپنی جان دے دی تھی- مہان پرمیشور (ش) نے انسان کے اندر کیا کیا طاقتیں رکھی ہیں' ان کا پورا علم کس کو ہو سکتا ہے اور کون شخص ان کی حد قائم کر سکتا ہے-

(الف) پاک درویشوں کے گروہ (ب) دنیا (ج) قوانین (د) ایک رشی یعنی خدا رسیدہ بزرگ کا نام (ر) خواہش (س) ماتحت (ش) عظیم خالق کائنات-

123- بدھ کتابوں میں اس کا نام "کوسی" لکھا ہے- کوسی نگر' کشی نگر اور کوشی نگر بھی لکھا جاتا ہے- بقول کرشن: کوشی نگر کا اصل ٹھکانہ اب تک (1900ء) معلوم نہیں ہوا لیکن بہت سے لوگ قیاس کرتے ہیں کہ چمپارن ضلع کے سرون شہر سے 12 میل کے فاصلے پر شمال کی طرف دیو درگ نامی جگہ پر یہ شہر آباد تھا-

124- گوتم کی آخری دعوت کرنے والے کا نام مختلف ذرائع مختلف بیان کرتے ہیں- لیوس کے متن میں چیدی لوہار کا ذکر ہے اور حفیظ چندا سنار کا تذکرہ کرتا ہے- اے- ایل باشم نے چندو لوہار کا نام لکھ کر بتایا ہے کہ وہ گوتم کا ایک غریب مرید تھا-

125- آخری دعوت میں بدھ نے کس طرح کی خوراک کھائی' جو ان کی طبیعت میں شدید خرابی کا سبب بنی؟ اس سوال کا جواب بھی "جتنے منہ' اتنی باتیں" کے مصداق ہر کوئی الگ الگ ہی دیتا ہے- مثالیں ملاحظہ کریں:

(i) سور کا گوشت' چاول کی روٹیاں: از کرشن کمار-

(ii) سور کا گوشت نہیں بلکہ اس کی مرغوب غذا کھائی: حاشیہ از کرشن-

(iii) لحم خنزیر: اے- ایل باشم

(iv) میٹھے چاول' میٹھی روٹیاں اور سور کا خشک گوشت: لیوس مور

(v) چاول اور کھمبی کی جڑ کی ترکاری: ڈاکٹر حفیظ

(vi) اصل پالی میں اس خوراک کے لئے "سکر مردو" کا لفظ استعمال ہوا' جس کا ترجمہ سور کا گوشت کیا گیا جو غلط ہے' اصل ترجمہ ہے: کھمبی- حاشیہ از حفیظ-

126- اس ندی کا نام بعض کوکشتا لکھتے ہیں' جو اصل کے قریب ہے-

127- لیوس کے متن کے مطابق : یہ علم فلسفہ کا عظیم پنڈت (عالم) تھا- اس کا نام یہاں سوبھدر بتایا گیا ہے- حفیظ کے مطابق وہ کچھ مابعدالطبیعیاتی مسائل کا حل معلوم کرنے آیا تھا- یہ آخری ہم عصر عالم و فاضل تھا جس نے بدھ سے شرف ملاقات حاصل کیا-

128- اے- ایل باشم کے بقول بدھ کے آخری الفاظ یہ تھے : "تمام مرکب اشیاء زوال پذیر ہیں' جدوجہد کرتے رہو-"

129- سوبھدرا برہمن کے متعلق آپ حاشیہ نمبر (127) ملاحظہ کر چکے ہیں- یہاں مذکور سوبھدرا اور ہے- کرشن کمار کے مطابق یہ نرسندر نامی کسی شخص کا فرزند تھا' نرسندر کون تھا؟ یہ کوئی بھی دستیاب بدھی ذریعہ نہیں بتاتا- غیر ذمہ دارانہ باتیں کرنے والے اس سوبھدرا کے خلاف جماعت نے بعدازاں نہایت سخت رویہ اختیار کیا تھا-

130- باشم لکھتے ہیں کہ ---- معصوم مریدوں نے ان کی لاش نذر آتش کی اور راکھ متعدد قبائل کے نمائندوں اور مگدھ کے راجہ اجات شترو (بمبی سار کا بیٹا) میں تقسیم کر دی گئی- ایک بدھی تذکرہ نویس کے مطابق گوتم کے چیلوں میں دیر تک یہ بحث چلی کہ تجہیز و تکفین کیسے انجام دی جائے- آخرکار آنند کا فیصلہ قابل عمل تسلیم کیا گیا اور لاش بڑی دھوم دھام سے باجے بجاتے ہوئے مردہ گھاٹ لے جائی گئی- یہ طریقہ قدیم ہندوستان میں عظیم فاتح حکمرانوں کی موت پر اختیار کیا جاتا تھا- جل کر سلگتی ہوئی چتا کیوڑے اور گلاب سے بجھائی گئی- بعدازاں سب درویش ہڈیاں جمع کر کے سنت گھر لائے' اس جگہ کے گرد سخت پہرہ لگا دیا گیا- بہت سے حکمرانوں نے اس مقدس یادگار میں سے اپنا حصہ مانگا لیکن متبرک ہڈیاں صرف راجگان پاوا اور کوسی نگلا (کوشی نگر) میں تقسیم ہوئیں جنہوں نے انہیں دفن کر کے اوپر عظیم الشان مقبرے (سادھی یا استوپ) تعمیر کئے- ان میں سے ایک مقبرہ حال ہی میں (1942ء) کسیا کے قریب پایا گیا- اس جگہ سے ایک سنگی لوح بھی ملی جس نے ثابت کر دیا کہ کسیا ہی زمانہ قدیم کا کوسی نگلا (کوشی نگر) ہے- لیکن پاوا کے متعلق تحقیقات ہنوز (1942ء) نامکمل ہیں-

کرشن کے مطابق : کپل وستو سے گیارہ میل جنوب کی طرف پپروا نامی گاؤں میں ایک سادھی کے نیچے چار فٹ لمبے اور دو فٹ چوڑے سنگی صندوق میں سے کاٹھ کا ایک برتن ملا ہے- اس برتن میں سنگ مرمر کی بنائی ہوئی ایک بڑی اور پانچ چھوٹی کٹوریاں ہیں- ان کٹوریوں سے چند ہڈیاں' طلائی ستارے' موتی اور کچھ قیمتی جواہرات دریافت ہوئے ہیں (1900ء) ایک کٹوری پر لکھا ہوا ہے کہ : یہ ہڈیاں بدھ کی چتا کی راکھ سے اکٹھی کی گئی ہیں-

بدھ کا انتقال کس سال ہوا؟ کوئی بھی مورخ' محقق یا تذکرہ نویس اس سوال کا حتمی جواب فراہم نہیں کرتا- گوتم کی پیدائش کے سال کی طرح اس کی تاریخ وفات بھی ماضی کے نیم تاریک اور طویل عرصہ میں گم ہے (دیکھئے مزید حاشیہ نمبر 13) ایک محقق اپنے پی- ایچ- ڈی کے مقالہ کے

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سونڈرس اور امیر احمد نامی مصنفین نے بدھ کا سال وفات 380 ق-م لکھا ہے- راس ڈیوڈ 312 ق-م اور شیو نرائن شمیم 524 ق-م درج کرتے ہیں- لیکن اشوک کی تخت نشینی کے سال 270 ق-م---- اشوک کے ایک مشہور کتبہ کی دریافت' جو بدھ کی وفات کے 256 سال اور تخت نشینی کے 38 برس بعد نصب کیا گیا--- کو ذہن میں رکھ کر اعداد و شمار مرتب کریں تو (38_270+256) سال وفات 488 ق-م قرار پاتا ہے- لیکن کوئی حتمی دعویٰ ممکن نہیں جو یہ بتا سکے کہ گوتم کب اس جہان فانی سے رخصت ہوا-

131- پیپرس : دریائے نیل کے قریبی علاقوں میں اگنے والا ایک پودا- اس کا تنا سہ رخا ہوتا تھا' اس کے پھول مصری دیوتاؤں کی نذر کئے جاتے جبکہ تنے کی چھال اتار کر لکھنے کے لئے مکفوفے تیار ہوتے- ان مکفوفوں کو پیپرس رول کہا جاتا ہے- مصریات سے متعلق قدیم ترین تحریری مواد انہی پر لکھا گیا-

132- اتھر وید : چاروں ویدوں میں سے ایک- اس کے علاوہ باقی وید یہ ہیں : رگ وید' سام وید اور یجروید- (دیکھئے مزید حاشیہ نمبر78)

133- ورون : بھجنوں میں ورون دیوتا کو جا بجا مخاطب کیا جاتا ہے- شارحین کے مطابق ورون رات کا حکمران دیوتا ہے- ورون بعض اوقات پجاریوں کو دکھائی بھی دے جاتا ہے- وہ ایسے گھر میں رہتا ہے جس کے ہزار دروازے ہیں- اس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ انسان ہر وقت اس تک پہنچ سکتا ہے- ورون ہی سورج کو روشن کرتا ہے اور یہی سمندر کی گہرائیوں کا خالق ہے- آجکل اس ویدی دیوتا کی پوجا کم ہوتی ہے-

134- اگنی : اس کا عمومی مطلب ہے : آگ- یہ لاطینی لفظ آگنس سے مشتق ہے- آگ کی قربانی کے موقع پر پرستش کی مختلف رسوم ادا کرنے والے درویش طبقہ کا یہ دیوتا قدیم صوفیانہ فکر کا موضوع بھی رہا ہے- اگنی دیوتا گھر کا مالک' انسانوں کا محافظ' آقا اور بادشاہ ہونے کے علاوہ غیر فانی بھی ہے-

135- وشنو : ہندو مذہب میں تین بڑے دیوتا برہما' شو اور وشنو ہیں- برہما تخلیق کرنے والا ہے' شو تباہ کرنے والا اور وشنو حفاظت کرنے والا- اپنے تصور کی تاریخ کے حوالے سے وشنو' شو سے پہلے کے عہد کا ہے-

136- منو : (i) برہما کا بیٹا اور بیاس کا شاگرد- (ii) تاریخی تذکروں میں منو دھرم شاستر نامی مشہور کتاب کا ذکر ملتا ہے' جسے منو نے تحریر کیا تھا- (iii) منو کے بارے میں تاریخی کتب بتاتی ہیں کہ وہ قدیم ہندوستان کا نامور مفکر تھا جس نے پہلی بار ریاست کے لئے قوانین وضع کئے- (iv) طویل عرصہ حکمرانی کرنے والا-

137- ہون : آگ میں مختلف اشیائے خورد و نوش ڈالتے ہوئے مخصوص منتر پڑھنے کا عمل ہون

کہلاتا ہے۔

138- بدھ مت کی اپنی اصطلاح میں یہ سچائیاں "آریہ ستیہ" کہلاتی ہیں۔

139- اصل بدھی اصطلاح "ترِی لچھنا (لچھن)" ہے۔

140- اشٹ : آٹھ۔ انگ : جزو۔ مارگ : راستہ = اشٹانگ مارگ : ہشت جزوی راستہ۔ (دیکھئے مزید حاشیہ نمبر 80)

141- اصل بدھی اصطلاح میں "پرتی تیہ سمپاد (سمتپارہ)" کہتے ہیں۔

142- بدھی فلسفہ کے مطابق عقل بھی حواس میں شمار کی جاتی ہے۔

143- اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مختلف ذرائع آمدن اور جائز و ناجائز پیشوں کی تمام تر بحث صرف اپاسک یا گرھستی بدھوں کی حد تک ہی محدود ہے جو دنیا کے کاموں میں شریک رہ کر بھی گوتم کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں---- بدھ مت کے مستقل اراکین (بھکشوؤں) کے لئے تو کسی بھی طرح کے جائز و ناجائز کاروبار میں ملوث ہونا منع ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زندگی محض بھیک کے سہارے بسر کریں۔

144- ویام کے معنی ہیں: دونوں ہاتھ پھیلانے سے ایک ہاتھ کی انگلیوں کے کنارے سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے کنارے تک کا فاصلہ۔

145- منقولات، نسل در نسل آگے بڑھنے والے رواجات، یاد، حافظہ اور ہوش---- یہ سب سمرتی کے معانی ہیں۔ نیز ہندو مذہبی قوانین پر مشتمل اٹھارہ دھرم شاستروں کو بھی سمرتی ہی کہتے ہیں۔

146- سمادھی : کثیرالمعنی لفظ ہے۔ تصور، مراقبہ، استغراق، حبس دم، محویت اور یکسوئی اس کے قریبی معنی ہیں۔ سمادھی ایک ریاضت کا نام بھی ہے جس کی مدد سے جوگی روح کو معین عرصہ تک جسم سے الگ رکھتے ہیں۔ سمادھی کی حالت میں عالم، علم اور معلوم تینوں ایک ہو جاتے ہیں۔

147- سنگھ کے لائق و فائق ارکان تربیت کے اعلیٰ ترین مدارج کامیابی کے ساتھ طے کر کے "ارہت" یا "اربنت" کے مرتبہ تک پہنچتے ہیں۔

148- اصطلاح میں "پرم پدارتھ" کہتے ہیں۔

149- بدھ گھوش ایک ممتاز اور معتبر بدھی عالم اور مبلغ تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش کا سراغ نہیں ملتا لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ 390ء میں وہ زندہ اور متحرک تھے۔ گھوش "بدھ گیا" بہار بھارت میں پیدا ہوئے۔ "طریقہ تطہیر" ان کی اہم ترین پالی تصنیف ہے جو بدھ مت کے فلسفے کا انسائیکلو پیڈیا تصور کی جاتی ہے۔ لنکا میں قیام کے دوران انہوں نے بدھوں کی سنگھالی زبان کی تفسیروں کا پالی زبان میں ترجمہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ بدھ فکر و فلسفے کی بہت سی شرحیں بھی بدھ گھوش نے لکھیں۔

150- بدھ مت کی اصطلاح میں یہ "وپاسنا بھاونا" کہلاتی ہے۔

151- کپا ایک برہمن تھا۔ روایت ہے کہ اس کے ایک سوال کے جواب میں گوتم نے یہ خوبصورت وضاحت پیش کی تھی۔

152- "پرجا پتی" کے بہت سے مطالب لغات میں ملتے ہیں۔ چند اہم یہ ہیں: رعایا کا مالک، راجہ، بادشاہ، باپ، داماد، سورج، آگ، کمہار، خالق، آفرینندہ، برہما جی کا لقب اور مجازاً" آلہ تناسل۔

153- آنند دھام مرکب لفظ ہے۔ آنند اور دھام، دونوں لفظوں کے بہت سے معانی لغات میں ملتے ہیں۔ مقام کیف اس کا موزوں ترجمہ ہے۔

154- اصل بدھی اصطلاح "میترتا" ہے۔

155- بال بڑھائے رکھنے والا جوگی گروہ جٹا دھاری کہلاتا ہے۔

156- اصل بدھی اصطلاح میں احکامات عشرہ کو "دس شیل" یا "دسا شیلا" کہا جاتا ہے۔

157- یہ قانون تب سے موجود ہے، جب راہل نے اپنے باپ کے مذہب کو نوعمری ہی میں قبول کر لیا تھا۔ اس پر گوتم کے اپنے خاندان کی طرف سے شدید احتجاج کیا گیا تھا لہٰذا قانون وضع ہوا کہ کوئی بھی ماں باپ کی اجازت کے بغیر سنگھ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

158- کئی حوالوں سے اپنی انفرادیت کے باعث اور مقامی عقائد کے اثرات خاصی حد تک قبول کر لینے کے بعد تبت کی بدھی روایت " تبتی بدھ مت" ہی کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔

159- تبت کا سیاسی اور مذہبی پیشوائے اعظم دلائی لامہ کہلاتا ہے۔ مذکورہ خطے میں لاما ازم کی ایک قدیم اور مضبوط روایت چلی آ رہی ہے۔ تبت پر حکومت کرنے والے آخری دلائی لامہ گزشتہ چند عشروں سے بھارت میں جلاوطن ہیں کیونکہ تبت میں چین کی مداخلت کے باعث وہاں کے بدھی نظام میں نہایت افسوسناک تغیر وقوع پذیر ہوئے۔

160- عام طور پر دوپہر کے بعد ٹھوس غذا کھانے کی ممانعت کی گئی ہے۔

161- اشوک کا عرصہ حیات 232_295 ق-م ہے۔ اس کا عرصہ حکومت 232_273 ق-م قرار دیا جاتا ہے۔ موریہ سلطنت کا یہ عظیم ہندوستانی بادشاہ بدھ مت کا نمایاں ترین خدمتگار مانا جاتا ہے۔ اس کے عہد میں بدھ ازم نہایت تیزی سے فروغ پذیر ہوا۔

162- وہاروں سے مراد ابتدائی طور پر تو وہ اقامت گاہیں تھیں جہاں بھکشو قیام کرتے تھے لیکن رفتہ رفتہ یہ بہت سی دیگر مذہبی سرگرمیوں کے مراکز ہو گئے۔ جیت بن بہار (وہار) کا تذکرہ آپ بدھ کی داستان حیات میں پڑھ چکے ہیں۔

163- اشوک کے عہد میں بھکشوؤں کی تیسری کونسل کے اجلاس تک بدھ اٹھارہ فرقوں میں منقسم ہو چکے تھے۔ بعض روایات یہ تعداد سترہ بیان کرتی ہیں اور کچھ کا خیال ہے کہ بنیادی بدھ فرقے گیارہ تھے۔

164- ہیون سانگ 603ء میں صوبہ ہونان میں ٹن یُسو کے مقام پر پیدا ہوا۔ چین کے اس مشہور سیاح کا انتقال بھی اس کے آبائی علاقہ میں ہی 664ء میں ہوا۔ ہیون 13 برس کی عمر میں ہی بدھ پیروکار بن گیا تھا۔ بدھ مت کے بارے میں معلومات کے حصول کی خاطر اس نے ہندوستان کا سفر کیا۔ یہ سفر 630ء میں آغاز ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ ہیون سانگ نے اپنے اس سفر کے تمام احوال و کوائف تحریر کئے۔ کہتے ہیں کہ ہیون سانگ 645ء میں واپس چین کو عازم سفر ہوا تو بدھ راہبوں اور راجہ ہرش وردھن نے اسے بہت سے تحائف سے نوازا۔ ہیون سانگ کا سفر نامہ درمیانی زمانے کی ہندوستانی زندگی کے تعارف کا ایک بڑا ذریعہ قرار پاتا ہے۔

165- مہایان فرقہ کو "مرکب اکبر" اور ہنایان کو "مرکب اصغر" بھی کہا جاتا ہے۔

166- "سنگھ متر" کا مطلب ہے: "جماعت الفقراء کی خیرخواہ یا دوست" لہٰذا یہ حقیقی نام کی بجائے خطاب معلوم ہوتا ہے۔

167- دو ہزار سال سے بھی قدیم درخت ہے۔

168- غالباً وسط ایشیاء کی ایک قدیم قبائلی ریاست کا نام۔

169- فاہیان چین کا باشندہ' بدھ مت کا پیروکار اور عالم تھا۔ صرف 25 سال کی عمر میں یہ آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل ہندوستان آیا تاکہ بدھ مت کے بارے میں مستند معلومات اور دیگر کوائف حاصل کر سکے۔ فاہیان 399ء سے 414ء تک ہندوستان میں رہا۔ فاہیان کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور امیر گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ "ینگ ینگ" کو اس کا آبائی شہر قرار دیا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ فاہیان 88 سال تک زندہ رہا۔ اس نے اپنے سفر ہندوستان کے تمام حالات و واقعات کو تفصیل سے قلمبند کیا۔ چین میں بدھ مت کے فروغ کی ایک وجہ فاہیان کا سفرنامہ بھی ہے' جسے وہاں بہت اہمیت دی جاتی رہی۔

170- تانترک بدھ مت میں مافوق البشری طاقتوں کا حصول اور مظاہرہ معمول کی بات ہے جبکہ بنیادی بدھ مت میں ایسی سرگرمیوں پر روک لگائی گئی تھی۔ ہندوستان میں بدھ مت کے ظہور سے قبل تانترک روایت بہت مضبوط تھی لہٰذا اس کے اثرات بدھ کے پیروکاروں پر بھی خاص حد تک مرتب ہوئے۔ تانترک افکار زیادہ تر ہندوستان ہی سے تبت میں گئے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پرانے تبتی عقائد اور مذہبی زندگی اتنی ہی پراسرار ہے جتنی کہ ہندوستانی تانترک خانقاہیں۔ بہرحال تبت میں موجود تانترک بدھ ازم کی بنیاد بیک وقت تبتی اور ہندوستانی ہے۔

☆ ☆ ☆

حواشی اور حصہ دوم کے لئے درج ذیل کتب سے مدد لی گئی

☆ ہندوستانی تاریخ و ثقافت اور فنون لطیفہ ○ عتیق انور صدیقی ○ نیشنل میوزیم دہلی۔

☆ اردو انسائیکلو پیڈیا (جلد سوم) ○ مدیر اعلیٰ پروفیسر فضل الرحمان ○ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان' نئی دہلی' بھارت۔

☆ ڈکشنری آف ہسٹری ○ ستیش گانجوں ○ نیو دہلی' (انگریزی)

☆ کونسپٹس آف بدھ ازم ○ بملا چرنلا ○ دہلی' بھارت۔ (انگریزی)

☆ اردو انسائیکلوپیڈیا مطبوعہ فیروز سنز۔

☆ یونیورسل ریفرنس بک ○ لندن۔ (انگریزی)

☆ دنیا کی سو عظیم کتابیں ○ ستار طاہر ○ کاروان ادب' ملتان۔

☆ سو عظیم آدمی ○ مترجم: عاصم بٹ ○ تخلیقات' لاہور۔

☆ نیو میریٹ سٹوڈنٹس انسائیکلوپیڈیا۔ (انگریزی)

☆ ہندوستان کا شاندار ماضی ○ اے ایل باشم ○ نگارشات' لاہور۔

☆ نیو سٹینڈرڈ انسائیکلوپیڈیا ○ دی ٹائم آف انڈیا' بمبئی۔ (انگریزی)

☆ سنسکرت اردو لغت ○ مقتدرہ قومی زبان' پاکستان۔

☆ دنیا کے بڑے مذاہب ○ عمادالحسن فاروقی ○ لاہور

☆ رگ وید آد بھاشیہ بھومکا ○ دیانند سرسوتی ○ نگارشات' لاہور۔

☆ ہندوستانی سماج ○ ٹھاکر وکرم داس ○ دہلی

☆ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا ○ سید قاسم محمود ○ شاہکار' کراچی۔

☆ البیرونی کا ہندوستان (کتاب الہند کا ایک باب) ○ البیرونی۔

☆ مذاہب عالم ○ احمد عبداللہ ○ کراچی

☆ ہندوستانی فلسفہ ○ موہن لال ماتھر ○ نگارشات' لاہور۔

☆ مشرق کے عظیم مفکر ○ مترجم: یاسر جواد ○ تخلیقات' لاہور۔

☆ عہد قدیمہ ○ ایس ایم شاہد ○ نیو بک پیلس' لاہور۔

☆ دائرہ معارف اسلامیہ ○ دانش گاہ پنجاب' لاہور۔

☆ ارتھ شاستر ○ کوٹلیہ چانکیہ ○ نگارشات' لاہور۔

☆ تاریخ تمدن ہند ○ محمد مجیب۔

☆ دی ٹائم المانک 2001ء

☆ مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا ○ لیوس مور۔ مترجم: یاسر جواد' سعدیہ جواد ○ نگارشات' لاہور۔

☆ بھگوت گیتا ○ تشریح و وضاحت: رائے روشن لال ○ فکشن ہاؤس' لاہور۔

☆ گوتم بدھ: زندگی اور افکار ○ محمد حفیظ سید ○ آزاد انٹرپرائزز' لاہور۔

☆ ہندی اردو لغت ○ مقتدرہ ○ قومی زبان پاکستان۔

☆ ہندو صنمیات ○ ڈاکٹر مہر عبدالحق ○ ملتان۔

☆ اخبارات و جرائد' رسائل اور مقالات۔

(انگریزی کتب کے متعلقہ حصص و اجزاء کے ترجمہ میں قابل قدر مدد کے لئے میں پرویز اختر صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں۔ مرتب)

☆ ☆ ☆

آخری بات

محترم قارئین! بابو کرشن کمار مترنے، جن کے نام کے ساتھ بی اے اور ممبر سدھارن براہمو سماج کے لاحقے بھی استعمال ہوتے ہیں، یہ کتاب "بدھ دیو چرت اور بدھ دھرم کا مختصر بیان" کے نام سے بنگلہ زبان میں لکھی۔ دو حصص پر مشتمل اس کتاب میں کل نو ابواب ہیں۔ پہلے حصے کے چھ باب گوتم بدھ کی پیدائش سے حصول نروان تک کے واقعات بیان کرتے ہیں جبکہ دوسرے حصے کے ساتویں آٹھویں اور نویں باب میں بالترتیب گوتم کی تبلیغی سرگرمیوں، آخری وقت اور دھرم کو موضوع بنایا گیا ہے۔

آج سے سو سال پہلے 1900ء میں اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع ہوا، مترجم اردو، فارسی، بنگلہ اور ہندی کے عالم پرکاش دیو صاحب تھے۔ ترجمہ شدہ کتاب اگلے چار سال تک ہزاروں کی تعداد میں چھپی اور فروخت ہوئی، تب اس کی تقسیم براہمو دھرم پرچار آفس لاہور کے ذمہ تھی۔

1904ء کے بعد اس کتاب پر کیا گزری، معلوم نہیں لیکن بدھ اور بدھ مت کے متعلق ایک معلوماتی دستاویز ہونے کی حیثیت سے برسوں سے اس کی اشاعت نو کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ چنانچہ آصف جاوید صاحب کی خصوصی دلچسپی کی بدولت ادارہ "نگارشات" نے اسے دوبارہ شائع کیا ہے۔ کتاب کو عصر حاضر کے مطالعاتی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے آپ تک پہنچانے کے لئے چند ترامیم اور اضافے ضروری تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ایک ہی جلد میں کتاب کے دونوں حصے برقرار رکھے گئے لیکن پہلے حصے میں چھ کی بجائے آٹھ ابواب شامل کئے گئے جو پیدائش سے موت تک گوتم بدھ کی پوری زندگی کا احاطہ کرتے ہیں۔
- پرانی اشاعت کے دوسرے حصے کا نواں اور آخری باب "بودھ دھرم" چند صفحات پر مشتمل تھا اور ناکافی معلومات فراہم کرتا تھا لہٰذا اسے خارج کر کے چار تفصیلی ابواب پر مشتمل دوسرا حصہ "بدھ مت کی مختصر تاریخ" کے نام سے داخل کتاب کیا گیا جس کی ترتیب و تالیف بندۂ ناچیز نے کی۔
- پرکاش دیو جی کا ترجمہ کہنے کو تو اردو ہی تھا لیکن شاید ہی کوئی جملہ ایسا ہو جس میں

ہندی کے دو چار مشکل الفاظ نہ آئے ہوں۔ 1900ء کے مشترکہ ہندو مسلم معاشرے میں تو یہ انداز تحریر شاید قابل قبول تھا لیکن آج کے پاکستانی قاری کو اس قسم کے جملے یقیناً ناگوار گزرتے :

"شدھودن پرم دھارمک راجہ تھا۔۔۔۔ گھر کی گرہ لکشمی تھی۔۔۔۔ رعیت میں آنند اتسب' راج میں اسنتوش نہ تھا۔۔۔۔ لڑکے کے بغیر پن نام نرک سے اور کون اودھار کرے گا۔۔۔۔ سارا نگر آنند کی جے دھنی سے بھر گیا۔ پتی کو پران سروپ رکھنے والی ستی نے سنکلپ کیا۔۔۔۔ جگت اپاوان کا پھل ہے' اپاوان باسناؤں کا پھل ہے' ترشنا بیدنا کا پھل ہے اور بید نا سپرش اندریوں کے بشوں کے ساتھ اندریوں کے جوگ کا پھل ہے۔"

○ پہلے حصے کے آٹھوں ابواب میں استعمال ہونے والے تمام ہندی اور سنسکرت الفاظ کو اردو مترادفات سے بدل کر تحریر کو سادہ' قابل فہم اور رواں دواں بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے تاکہ آپ دوران مطالعہ الجھاؤ اور اٹکاؤ سے دوچار نہ ہوں۔

○ اسم ہائے معرفہ اور اصطلاحات متن میں جوں کی توں موجود ہیں لیکن آخر میں حواشی کی صورت بدھ اور بدھ مت سے متعلق تمام اہم اسماء و اصطلاحات کی تفصیلی وضاحتیں تحریر کی گئی ہیں تاکہ کوئی بھی نام' واقعہ یا اصطلاح آپ کے لئے اجنبی نہ رہے۔

قارئین! ان تمام ترامیم اور اضافوں خصوصاً" دوسرے حصے کی تالیف و ترتیب کا فقط ایک ہی مقصد تھا کہ یہ قدیم' اہم اور نایاب کتاب آپ کے لئے سادہ' قابل فہم اور بدھ مت کے حوالے سے جملہ معلومات کی فراہمی کا ذریعہ بن جائے۔ یہ مقصد کہاں تک پورا ہوا؟ اور میری کوشش کس حد تک کامیاب ہوئی؟ ان دونوں سوالوں کے جواب آپ کی آراء ہی فراہم کر سکتی ہیں۔ آپ کے قیمتی مشوروں کی روشنی میں بشرط زندگی و پذیرائی آئندہ اشاعت مزید بہتر ہو گی۔

خالد ارمان
نگارشات' میاں چیمبرز
3- ٹمپل روڈ' لاہور

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر 14960